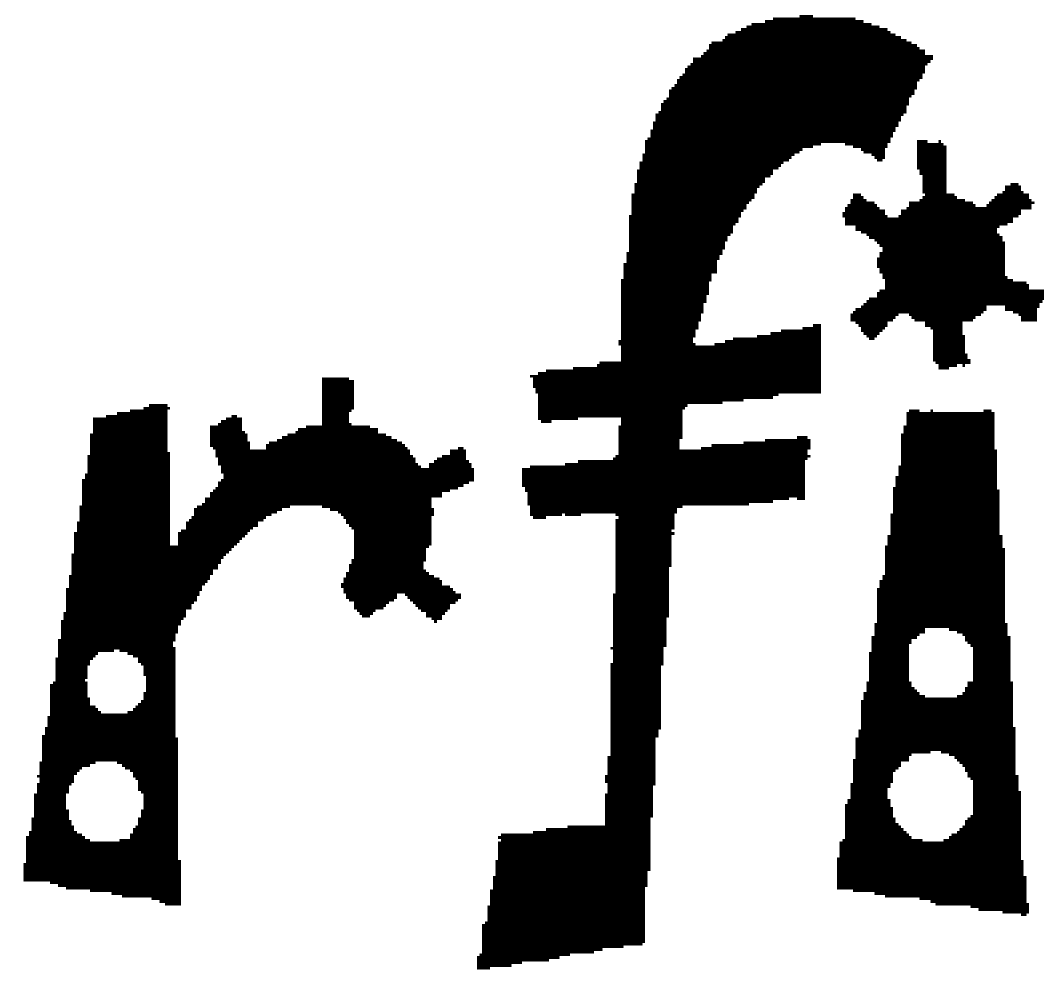
عمران سیریز

بانکے مُجرم



مظہر کلیم ایم۔اے



عمران نے کار ہوٹل الاسکا کے کمپاؤنڈ کے گیٹ میں موڑی اور پھر اُسے پارکنگ کی طرف لے جاتا گیا۔ پارکنگ میں کاروں کا رش اتنا تھا کہ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ پارکنگ کے بجائے کاروں کا بہت بڑا شوروم ہو۔ عمران کو اپنی کار ٹھہرانے کے لیے خاصی جدوجہد کے بعد ایک جگہ نظر آئی اور عمران نے وہاں کار پارک کی اور پھر دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اس نے اپنا مخصوص ٹیکنی کلر لباس پہنا ہوا تھا اور چہرے پر حماقتوں کا آبشار پوری روانی سے بہہ رہا تھا۔ آج کل عمران فارغ تھا اور آج کل ہی کیا کافی عرصہ سے فارغ تھا۔ یوں لگتا تھا کہ یا تو دنیا بھر کے مجرموں نے جرائم سے توبہ کر لی ہے یا پھر انہوں نے پاکیشیا کا رُخ نہ کرنے کی قسم اٹھا لی ہے۔ بہرحال عمران کے لیے راوی چین ہی چین لکھتا تھا۔ چنانچہ آج کل وہ بڑی باقاعدگی سے اعلیٰ ترین ہوٹلوں میں وقت گزارنے لگا تھا۔

ہوٹل الاسکا دارالحکومت میں نیا نیا قائم ہوا تھا اور عمران نے آج سے پہلے صرف نام ہی سنا تھا۔ آج وہ خاص طور پر ہوٹل الاسکا کا افتتاح کرنے کی نیت سے آیا تھا۔ دس منزلہ اس ہوٹل کی عمارت بے حد پرشکوہ تھی۔ اس کے ڈیزائن میں مشرقیت اور مغربیت کے خوبصورت امتزاج کا خیال رکھا گیا تھا۔ اسی لیے کار سے اترتے ہی عمران کی نظروں میں ہوٹل کی عمارت دیکھ کر پسندیدگی کے آثار ابھر آئے۔ اس نے کار کا دروازہ لاک کیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

شیشے کے خوبصورت مین گیٹ کے سامنے دو باوردی دربان کھڑے تھے۔ اور انتظامیہ نے یہاں بھی مغربیت و مشرقیت کا باقاعدہ خیال رکھا تھا۔ کیونکہ ایک دربان تو باقاعدہ پتلون اور کوٹ میں ملبوس تھا جبکہ دوسرے نے شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی ــــ البتہ ان دونوں کی کمروں سے سرخ رنگ کی جھالر نما پٹی بندھی ہوئی تھی۔ جو ان کے دربان ہونے کا اعلان کر رہی تھی۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی عمران ٹھٹھک کر رک گیا۔

"ہیلو ہاؤ ڈو یو ڈو ــــ" عمران نے انگریزی یونیفارم پہنے ہوئے دربان سے مخاطب ہو کر باقاعدہ انگریزوں کے سے لہجے میں کہا اور دربان نے جواب میں اسے باقاعدہ سیلوٹ جھاڑ دیا۔

"السلام علیکم یا حضرت دربان جنت الفردوس اوہ معاف فرمائیے زبان غوطہ کھا گئی۔ دربان ہوٹل گلاسکا ــــ" عمران نے مشرقی لباس پہنے دربان کے سامنے بڑے مؤدبانہ انداز میں جھکتے ہوئے کہا۔

"آداب عرض ہے ــــ" دربان بھی جواب میں رکوع کے بل جھک گیا اور اس کے ہاتھ تیزی سے کان سے مکھیاں اڑانے میں مصروف ہو گئے۔

"معاف فرمائیے اگر نہ بھی فرمائیں گے تب بھی بندہ معافی کا خواستگار تو ضرور رہے گا۔ البتہ اتنی وضاحت ضرور فرما دیجئے کہ آداب طول کہاں ہو گا ــــ" عمران نے کہا۔

"آداب طول ــــ" دربان نے جواب میں سینے پر ہاتھ رکھے سیدھا کھڑا ہو چکا تھا حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"اگر آداب کا عرض ہو سکتا ہے تو طول بھی یقیناً کہیں ضرور ہو گا" عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا اور دربان نے عمران کا فقرہ سنتے ہی بے اختیار کھیسیں نکال دیں ــــ ظاہر ہے اب وہ کیا جواب دے سکتا تھا ــــ البتہ اس نے جلدی سے مین گیٹ کھول دیا۔

"اچھا تو طول اندر ہے۔ شکریہ شکریہ ــــ" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا ــــ اور پھر وہ تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ سنٹرلی ایئر کنڈیشنڈ ہوٹل کا وسیع و عریض اندرونی موسم بے حد خوشگوار تھا۔ اور پھر ہال کو انتہائی خوبصورت طریقے سے سجایا گیا تھا عمران اندر داخل ہوتے ہی یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہال کو دیکھنے لگا۔ جیسے زندگی میں پہلی بار اسے کوئی دیکھنے کی چیز نظر آئی ہو ــــ ہال کی تقریباً تمام میزیں بھری تھیں اور ہر طرف مترنم قہقہوں کی دلآویز گونج بکھری ہوئی تھی۔ خوبصورت عورتوں کی تعداد مردوں کی نسبت کچھ زیادہ ہی نظر آ رہی تھی ــــ اور پھر عمران کی نظریں ہال میں سرچ لائٹ کی طرح گھومتی ہوئیں کونے میں موجود ایک میز پر جم گئیں۔ اس میز پر ایک ادھیڑ عمر

آدمی اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن اس کا لباس ایسا تھا کہ عمران کی آنکھوں میں بے اختیار دلچسپی کے آثار ابھر آئے۔ اس نے سفید ململ کا انگرکھا، چوڑی دار پائجامہ پہنا ہوا تھا۔ سر پر چوگوشہ ٹوپی تھی۔ ہاتھ میں تمباکو کی سرخ رنگ کی تھیلی جسے بند کرنے اور کھولنے کے لیے سنہری رنگ کا دھاگہ ڈالا گیا تھا۔ اس کے پیروں میں سلیم شاہی جوتی تھی۔ اور اس لباس میں وہ مکمل طور پر لکھنوی بانکا دکھائی دے رہا تھا ۔۔۔ اب اس دور میں اس ٹائپ کے افراد تو نایاب ہو گئے تھے۔ اب تو صرف ان کا ذکر کتابوں میں ہی رہ گیا تھا لیکن اس دور کی ایک زندہ تصویر پاسس ہوٹل میں عمران کی نظروں کے سامنے تھی اور ظاہر ہے۔ اس سے زیادہ دلچسپی کی بات عمران جیسے شخص کے لیے اور کیا ہو سکتی تھی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اس بانکے کی میز کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ بانکا اپنے سامنے چائے کا کپ رکھے بڑی نفاست سے پان چبانے میں مصروف تھا ۔۔۔ جبکہ چائے کی پیالی اسی طرح لبالب بھری رکھی تھی۔

"آداب طول ہے ۔۔۔" عمران نے اس کے قریب جا کر باقاعدہ سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا اور وہ لکھنوی بانکا عمران کی آواز سن کر بری طرح چونک پڑا ۔۔۔ دوسرے لمحے وہ بڑی پھرتی سے اٹھا اور پھر عمران سے بھی زیادہ جھکتے ہوئے اس نے باقاعدہ فرشی سلام کرنا شروع کر دیا۔

"آداب عرض، آداب عرض بندگیمارت، تسلیمات ۔۔۔" بانکے کے منہ سے مسلسل ان الفاظ کی گردان جاری تھی۔

"آداب طول ہے، آداب طول ہے۔ بجا ارشاد۔ بجا ارشاد ۔۔۔" عمران نے بھی گردان شروع کر دی اور ہال میں موجود ہر شخص حیرت بھرے انداز میں چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔ پہلے چند منٹ تک تو خاموشی طاری رہی پھر پورے ہال میں قہقہے گونج اٹھے۔ کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے جھکے ہوئے اپنی اپنی گردان میں مصروف تھے۔

"یہ طول عرض قسم کا سلام کبھی ختم بھی ہو گا ۔۔۔" اچانک ساتھ والی میز سے ایک شخص نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور یہ فقرہ سنتے ہی وہ دونوں یوں سیدھے ہو گئے جیسے ان کی کمروں میں سپرنگ فٹ ہوں۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"حضرت معاف فرمائیے ۔۔۔ آپ اردو غلط بول رہے ہیں اور نواب پیارے میاں اور سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں اور غلط اردو ان کی برداشت سے باہر ہے ۔۔۔" بانکے نے بڑے فصیح و بلیغ انداز میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اجی قبلہ نواب پیارے میاں میں نے آپ کو دل و جان سے معاف کیا۔ میں نے ہی کیا میرے اللہ نے بھی معاف کیا ۔۔۔ میرے آباؤ اجداد کی روحوں اور میری آئندہ ہونے والی ناخلف اور ناہنجار اولاد کی روحوں نے بھی آپ کو معاف کیا ۔۔۔ جہاں تک غلط اردو کا تعلق ہے تو قبلہ اردو تو آپ کے گھر کی لونڈی ہے اور لونڈی چاہے کتنی ہی خوبصورت ہو رہتی لونڈی ہی ہے ۔۔۔ بیگم نہیں بن سکتی۔ ویسے آپ ازراہ کرم میری اصلاح فرمائیں گے کہ میں نے آپ کے حضور میں کونسا لفظ غلط بول کر گستاخی کی ہے ۔۔۔" عمران کی زبان قینچی کی طرح چل پڑی۔

"حضرت آپ پہلے کرسی پر تشریف فرما ہوں ـــ ہماری میز کو رونق بخشیں ہمیں میزبانی کی سعادت کا شرف بخشیں. شرفاء کھڑے ہو کر کلام کرنے کو بے ادبی میں شمار کرتے ہیں ـــ" نواب پیارے میاں نے بڑے شستہ لہجے میں کہا۔

"شکریہ شکریہ ـــ تسلیمات تسلیمات ـــ آپ کی عین ذرہ نوازی بلکہ انجم نوازی ہے کہ آپ نے مجھے حقیر فقیر ـــ بندہ ناداں ـــ اپنے والد کی ناہنجار اور ناخلف اولاد کو اس قدر عزت بخشی ہے" عمران نے ایک بار جھک کر آداب بجا لاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ سامنے والی کرسی پر یوں مؤدب ہو کر بیٹھ گیا جیسے پرانے زمانے کے شاگرد اپنے اساتذہ کے سامنے بیٹھتے تھے۔

"جیسا کہ ہم نے پہلے ہی اپنا تعارف کرایا ہے کہ ہمیں نواب پیارے میاں کہتے ہیں ـــ باقیات صالحات کی اولاد سے ہیں. لکھنؤ کا ایک ٹوٹا پھوٹا خستہ سا مکان ہمارا غریب خانہ ہے اور ہم آپ کے ملک کا نظارہ جمال کرنے کے لیے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ اگر آپ بھی اپنے تعارف سے ہمیں ممنون فرمائیے تو ہم ہمیشہ آپ کے احسان مند رہیں گے"، نواب پیارے میاں نے باقاعدہ تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اجی قبلہ میں کیا اور میرا تعارف کیا سلسلہ شرمندگی ہے اور کچھ بھی نہیں ـــ ویسے مجھ ناہنجار کو لوگ عمران میاں کہتے ہیں. اس شہر بے درد کے ایک فلیٹ میں رہتا ہوں. بزرگان دین کے مزارات پر ہونے والی قوالی سے گزر بسر کر لیتا ہوں ـــ" عمران نے بھی جواب میں اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"آرڈر پلیز ـــ" اچانک ایک ویٹر نے مہمانوں کے سامنے رکتے ہوئے کہا۔

"قبلہ آپ کیا نوش فرمانا پسند فرمائیں گے ـــ" نواب پیارے میاں نے ویٹر کو دیکھتے ہی عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"آپ کی طرف سے زہر بھی اگر مل جائے تو بندہ امرت سمجھ کر نوش کر جائے گا ـــ" عمران نے جواب دیا۔

"اس حسن ظن کا شکریہ۔ قبلہ بیرے میاں اگر ہمارے لیے آپ آب شیریں کا بندوبست فرما سکیں تو ہم آپ کے شکر گزار رہیں گے اور حضرت عمران میاں سے آپ خود ہی معلوم کر لیجئے کیونکہ یہ تکلف فرماتے ہیں ـــ" نواب پیارے میاں نے ویٹر سے مخاطب ہو کر کہا اور ویٹر یوں آلوؤں کی طرح آنکھیں پھاڑے کھڑا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار ایسی گفتگو سن رہا ہو۔

"حضرت ہمارے لیے بھی آب یخ شیریں ہی لے آئیے۔ اس سے بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے ـــ" عمران نے بھی جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جی میں سمجھا نہیں ـــ" ویٹر نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ ظاہر ہے اب اتنی گاڑھی اردو اس کے کہاں پلے پڑ سکتی تھی۔

"اگر آپ سمجھ جاتے تو یہاں بیراگیری کی بجائے کہیں تیل بیچ رہے ہوتے۔ مشہور ہے پڑھیں فارسی بیچیں تیل ـــ اور جو چیز مشہور ہو وہ سچ ہی ہوتی ہے۔ بہر حال آب یخ و شیریں کا مطلب ہے ٹھنڈا اور میٹھا پانی ـــ" عمران نے آخر میں ترجمہ کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھنڈا و میٹھا پانی ـــ جی بہتر ـــ اب میں سمجھ گیا ہوں ـــ" ویٹر

"یہاں آپ ریخ وشیریں اسی شکل کا ہوتا ہے قبلہ آپ نوش فرمائیے۔ یقیناً آپ کو پسند آئے گا ——" عمران نے ایک بوتل اپنی طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔

"اوہ اگر آپ اس کی تعریف فرما رہے ہیں تو یقیناً ہم اسے نوش جان کریں گے ——" نواب پیارے میاں نے مسکراتے ہوئے کہا —— اور اس نے بڑی نفاست سے پہلے بوتل میں موجود اسٹرا کے سرے کو اپنے ریشمی رومال سے صاف کیا اور پھر آہستہ آہستہ اسے پینے لگا۔ اس کے انداز سے نفاست صاف جھلک رہی تھی۔

"یہاں آپ نے کس جگہ کو رونق بخشی ہے قبلہ ——" عمران نے پوچھا۔

"ہم آج ہی یہاں وارد ہوئے ہیں۔ یہاں ہمارے والد حضور جنت مکانی خلد آشیانی کے ایک دوست قبلہ حکیم بدھن رہتے ہیں۔ گل فشاں کالونی میں —— ہم فی الحال وہیں ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں ——" نواب پیارے میاں نے جواب دیا۔

"اگر آپ اسے گستاخی نہ سمجھیں تو بندے کو بھی کچھ خدمت کا موقع دیں۔ بندہ آپ کو اس شہر بے درد کی سیر کرانے کو کمال سعادت سمجھے گا" عمران نے فوراً ہی آفر کرتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے فرصت کے دنوں میں اس سے زیادہ دلچسپ شغل اور کیا ہو سکتا ہے۔

"یہ آپ کی کمال مہربانی ہے حضرت کہ آپ نے ہمیں یہ عزت بخشی ہے۔ ہم آپ کی صحبت میں رہ کر ضرور محظوظ ہوں گے ——" نواب پیارے میاں نے عمران کی توقع کے خلاف فوراً ہی عمران کی آفر قبول کر لی۔

"تو پھر تشریف لائیے۔ یہاں کا ماحول تو آپ کے حسن ذوق برگراں

نے چند لمحے غور کرنے کے بعد سر ہلاتے ہوئے کہا —— اور پھر اس نے نواب پیارے میاں کے سامنے پڑی ہوئی چائے کی پیالی اٹھائی اور تیزی سے واپس مڑتا چلا گیا۔

"تو آپ بزرگان دین کے مدح خواں ہیں یہ تو عین سعادت ہے میری طرف سے اس مقدس پیشے پر مبارکباد قبول فرمائیے ——" نواب پیارے میاں نے سابقہ سلسلہ کلام جوڑتے ہوئے کہا۔

"حضرت شاید میں اپنی بات آپ پر واضح نہ کر سکا —— میں کہاں اور مدح خوانی کی سعادت کہاں —— میں تو سخت گنہگار ہوں۔ قوالی سے گزر بسر یوں ہوتی ہے کہ لوگ قوالوں کو پیسے دیتے ہیں تو میں بھی ان سے اپنا حصہ وصول کر لیتا ہوں —— مجھے تالیاں بجانے کے لیے قوال اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں ——" عمران نے شرمندہ سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا ہم سمجھ گئے۔ بہر حال یہ بھی ایک فن ہے اور ہم تو فن کے قدردان ہیں ——" نواب پیارے میاں نے جواب دیا —— اور عمران دل ہی دل میں لکھنوی تہذیب کا قائل ہو گیا جس میں دوسرے کو شرمندگی سے بچانا بھی تہذیب کا حصہ سمجھا جاتا ہے —— اسی لمحے ویٹر ٹرے اٹھائے ان کے پاس پہنچا اور پھر اس نے کوکا کولا کی دو بوتلیں ان کے سامنے رکھ دیں —— اپنے حساب سے ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا مطلب وہ کوکا کولا ہی سمجھا تھا۔

"یہ کیسا مشروب ہے حضرت۔ کچھ نامانوس سا لگ رہا تھا ——" نواب پیارے میاں نے کوکا کولا کی بوتل کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

گذر رہا ہو گا ۔۔۔۔" عمران نے فوراً ہی کھڑے ہوتے ہی کہا۔

"ہاں کچھ اجنبی اجنبی سا ماحول ہے۔ بہرحال آپ کا ملک ہے ہم تعریف کرنے پر مجبور ہیں ۔۔۔۔" نواب پیارے میاں نے بھی اٹھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی انھوں نے جیب سے سو سو کے نوٹوں کا ایک بنڈل نکالا۔ جسے بڑی نفاست سے تہہ کیا گیا تھا ۔۔۔۔ اور پھر اس میں سے ایک نوٹ نکال کر ایش ٹرے کے نیچے رکھا اور باقی بنڈل جیب میں رکھتے ہوئے وہ یوں بے نیازی سے گیٹ کی طرف چل پڑے جیسے سو کے نوٹ کی ان کی نظر میں کوئی اہمیت ہی نہ ہو اور عمران سمجھ گیا کہ واقعی بگڑے ہوئے نواب ہیں۔

ہوٹل کے گیٹ سے باہر نکل کر عمران انھیں بڑے تکلف بھرے انداز میں اپنی کار کی طرف لے آیا۔

"یہ کٹارہ سی ٹم ٹم آپ کے شایانِ شان تو نہیں ہے حضرت۔ لیکن کیا کروں صحبتِ غرباء سے تعلق رکھتا ہوں ۔۔۔۔ امید ہے آپ ہماری غربت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسے شرفِ نشست بخشیں گے ۔۔۔۔" عمران نے نئی سپورٹس کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑے انکسارانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ آپ کمال انکساری سے کام لے رہے ہیں۔ یہ تو امراء کی سواری ہے۔ اور ہم آپ کے ممنون ہیں کہ آپ کی وجہ سے ہمیں بھی اس رئیسانہ سواری سے لطف اندوز ہونے کا موقع مل جائے گا ۔۔۔۔" نواب پیارے میاں نے کار کے کھلے دروازے سے سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ان کے بیٹھنے کے انداز میں نفاست نمایاں تھی ۔۔۔۔ عمران نے بڑی احتیاط سے دروازہ بند کیا اور پھر دوسری طرف آ کر خود سٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔

"آپ گلوری سے شوق فرمائیں گے ۔۔۔۔" نواب پیارے میاں نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھیلی کا منہ کھولتے ہوئے کہا۔

"شکریہ حضرت ہم اس نعمتِ خداداد سے محروم ہیں ۔۔۔۔" عمران نے فوراً ہی انکار کرتے ہوئے کہا کیونکہ عمران کو معلوم تھا کہ اگر اس نے ایک پان بھی کھا لیا ۔۔۔۔ تو نواب پیارے میاں اسے پان کھلا کھلا کر مار ڈالیں گے۔

"اوہ شاید آپ انکساری فرما رہے ہیں ۔۔۔۔ بہرحال ہم آپ کو مجبور نہیں کرتے ۔۔۔۔" نواب پیارے میاں نے کہا اور پھر تھیلی میں سے سنہرے ورق میں لپٹی ہوئی ایک گلوری نکال کر انھوں نے منہ میں رکھ لی۔

کار ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے نکل کر سڑک پر چلنے والے ٹریفک میں شامل ہو گئی ۔۔۔۔ اور پھر عمران انھیں ساتھ لیے تاریخی عمارات کی سیر کراتا رہا۔

"آپ کا شکریہ حضرت کہ آپ نے ہمیں اس قدر ممنونِ احسان فرمایا اگر آپ ہمیں گل نشاں کالونی تک پہنچا دیں تو ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے ۔۔۔۔" دو گھنٹے بعد نواب پیارے میاں نے کہا۔

"اوہ نواب صاحب ابھی سے ۔۔۔۔ ابھی تو رات بھیگی ہی ہے" عمران نے جواب دیا۔

"دراصل قبلہ حکیم بڈھن میاں بڑے نستعلیق بزرگ ہیں۔ ان کا فرمان ہے کہ رات کو دیر تک باہر رہنا شریفوں کا شیوہ نہیں ہے ۔۔۔۔" نواب پیارے میاں نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

"اچھا اچھا ۔۔۔۔ میں سمجھ گیا حضرت ٹھیک ہے۔ واقعی شریفوں کا

شبوہ دن کو ہی باہر رہنا ہوتا ہے ۔۔۔" عمران نے جواب دیا۔
اور پھر اس نے کار کا رُخ گل نشاں کالونی کی طرف موڑ دیا۔

گل نشاں کالونی کی ایک محل نما کوٹھی کے سامنے نواب پیارے میاں نے رکنے کا اشارہ کیا اور پھر کار سے نیچے اتر کر انھوں نے جھک کر عمران کو سلام کرتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا۔

" اگر آپ حکم فرمائیں تو میں کل صبح حاضر خدمت ہو جاؤں ۔۔۔" عمران نے پوچھا۔

" یہ آپ کا ہی غریب خانہ ہے ۔۔۔" نواب پیارے میاں نے کہا اور پھر عمران نے سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی اور نواب پیارے میاں پھاٹک کی طرف مڑ گئے

عمران کے چہرے پر مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ اس کا وقت بڑے دلچسپ انداز میں گزرا تھا۔ لیکن اسے اس بات پر حیرت ہو رہی تھی کہ تہذیب کے مطابق نواب پیارے میاں نے انھیں کوٹھی کے اندر آنے کی دعوت نہ دی تھی۔ بہرحال اس نے یہ سوچ کر اسے نظر انداز کر دیا کہ شاید حکیم بڈھن میاں رات کو کسی اجنبی کے آنے کو پسند نہ کرتے ہوں۔ لیکن اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ صبح وہ ان حکیم بڈھن میاں کے بھی نیاز ضرور حاصل کرے گا۔ وہ نواب پیارے میاں کے بھی استاد ہوں گے۔

یہی باتیں سوچتا ہوا وہ اپنے فلیٹ پہنچ گیا۔ اس نے کار گیراج میں بند کی ۔۔۔ اور سیڑھیاں چڑھتا ہوا اپنے فلیٹ میں پہنچ گیا۔

" سر سلطان نے ٹیلیفون کر کر کے میری جان عذاب میں ڈال رکھی ہے ۔۔۔ آپ کم از کم مجھے بتا کر تو جایا کریں تاکہ میں انھیں وہ پتہ بتا

کر اپنی جان چھڑا لیا کروں ۔۔۔" دروازہ کھولتے ہی سلیمان نے بڑے ناگوار سے لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

" بہت بہتر حضور قبلہ سلیمان میاں ۔۔۔ آئندہ بندے سے یہ کوتاہی سرزد نہ ہوگی۔ اس بار کے لیے معافی کا خواستگار ہوں ۔۔۔" عمران نے جواب دیا ۔۔۔ اس پر ابھی تک نواب پیارے میاں والا تکلف طاری تھا ۔۔۔ اور سلیمان اُسے حیرت بھری نظروں سے دیکھتا ہوا باورچی خانے کی طرف مڑتا چلا گیا۔

عمران ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر سیدھا ٹیلیفون کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔۔۔ وہ سوچ رہا تھا کہ نواب پیارے میاں نہ سہی۔ نواب سلطان میاں ہی سہی۔ کم از کم زبان تو رواں رہے گی۔

دروازہ آہستہ سے کھلا اور پھر دو نوجوان دروازے پر کھڑے نظر آئے۔

"ہم اندر آسکتے ہیں ـــــ" ان میں سے ایک نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

"اوہ حضرت تشریف لایئے ـــــ ہم آپ ہی کے منتظر ہیں ـــــ" کمرے میں موجود ایک بڑی سی میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے نواب پیارے میاں نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا اور وہ دونوں کمرے میں داخل ہو کر میز کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ ان دونوں نے اپنا ایک ایک ہاتھ سینے پر باندھ رکھا تھا اور دونوں کے سر جھکے ہوئے تھے۔ نواب پیارے میاں چند لمحے بغور انہیں دیکھتے رہے۔

"تشریف رکھیے آپ کے انداز سے محسوس ہو رہا ہے کہ آپ ناکام لوٹے ہیں ـــــ" نواب پیارے میاں نے سخت لہجے میں کہا۔

"نہیں سرکار۔ بندگان کامیاب ہوئے ہیں ـــــ" ان دونوں نے بیک آواز ملا کر جواب دیا۔

"اوہ اس خوشخبری پر ہم آپ کا منہ موتیوں سے بھر سکتے تھے۔ لیکن اب وہ دور نہیں رہا۔ اگر آپ پچاس سال پہلے پیدا ہو جاتے تو ایسا ممکن تھا ـــــ بہرحال اس کے باوجود آپ کو انعام ضرور ملے گا۔ تشریف رکھیے ـــــ" نواب پیارے میاں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ دونوں اطمینان سے میز کے سامنے رکھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"اب آپ ہمیں تفصیلات سے آگاہ فرما دیں تو ہم ممنون ہوں گے ـــــ" نواب پیارے میاں نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"سرکار آپ کے حکم کے مطابق ہم نے وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم کے انچارج وحید بیگ کو بڑی خوبصورتی سے اغوا کر لیا ہے ـــــ ہم نے آپ کی ہدایات کا خاص طور پر خیال رکھا ہے۔ اور کسی کو ذرہ برابر بھی شک نہیں ہونے دیا۔ اس وقت وحید بیگ بے ہوشی کے عالم میں تہہ خانے میں موجود ہے ـــــ" ان میں سے ایک نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بہت خوب کسی ناہنجار نے آپ کا تعاقب تو نہیں کیا ـــــ" نواب پیارے میاں نے سنجیدہ لہجے میں کہا ـــــ اس کی آنکھوں میں چمک آگئی تھی۔

"نہیں سرکار ـــــ ہم نے اچھی طرح سے جانچ لیا تھا ـــــ" اسی نوجوان نے جواب دیا۔

"اچھی بات ہے ——— کام کے آغاز میں کامیابی ہمیشہ نیک شگون کا اظہار کرتی ہے ——— آپ دونوں وہیں تہہ خانے میں تشریف لے جائیں ہم قبلہ حکیم بڈھن کے ہمراہ تھوڑی دیر بعد حاضر ہو جائیں گے ———" نواب پیارے میاں نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور وہ دونوں تیزی سے اٹھے اور پھر لکھنوی انداز میں آداب بجا لا کر وہ مڑ کر دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے ——— ان کے باہر جاتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا اور نواب پیارے میاں نے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کا ایک بٹن دبا دیا۔

"قبلہ حکیم بڈھن اگر آپ تکلیف محسوس نہ کریں تو تشریف لے آئیں۔" نواب پیارے میاں نے کہا اور بٹن آف کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ ایک بار پھر کھلا اور اس بار ایک بزرگ جن کی سفید داڑھی ان کے سینے تک آ رہی تھی۔ چھڑی ٹیکتے ہوئے اندر داخل ہوئے ——— نواب پیارے میاں انہیں دیکھتے ہی احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے۔

"تشریف رکھیے حضرت ——— آپ ہمیں شرمندہ کرتے ہیں"

"بزرگی بہ عقل است نہ بہ عمر ———" آنے والے نے بڑے نستعلیق لہجے میں کہا۔

"نہیں قبلہ آپ کا احترام ہم پر فرض ہے ———" نواب پیارے میاں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میز کے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئے ——— ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی انہوں نے کرسی کے بازو سے لٹکا دی۔

"سنائیے کیا ہوا آج ———" حکیم بڈھن نے نواب پیارے میاں سے سوال کرتے ہوئے کہا۔

"حضرت آپ کا خادم لمحہ بہ لمحہ کامیابی سے قریب ہوتا جا رہا ہے۔ وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم کا انچارج وحید بیگ اغوا ہو کر تہہ خانے میں پہنچ چکا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم اس سے با آسانی سب کچھ اگلوا لیں گے اور اس کے بعد کامیابی یقیناً ہمارے قدم چومے گی ———" نواب پیارے میاں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ تو بہت بڑی خوشخبری ہے پیارے میاں۔ پہلے ہی قدم پر کامیابی نیک شگون کہلاتی ہے ———" حکیم بڈھن نے خوشی سے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"ایک اور خوشخبری بھی آپ کی منتظر ہے حضور۔ ہم نے علی عمران سے دوستی کی راہ نکال لی ہے ——— اور آج ہم نے کئی گھنٹے اس کی معیت میں گزارے ہیں۔ خاصا نستعلیق نوجوان ہے۔ ہمیں اس کی ظریفانہ طبیعت بے حد پسند آئی ہے۔ وہ اپنی کار میں ہمیں یہاں تک چھوڑ گیا ہے اور صبح آنے کا کہہ گیا ہے ———" پیارے میاں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یعنی علی عمران ——— حضرت آپ کو اپنی جان کی قسم آپ سچ فرما رہے ہیں ناں ———" حکیم بڈھن کے چہرے اور آنکھوں سے بے پناہ حیرت ٹپک رہی تھی۔

"حضرت ——— بھلا آپ یہ سوچ سکتے ہیں کہ آپ جیسے بزرگ کے سامنے ہم غلط بات کر سکتے ہیں ——— آج ہم بس یونہی ہوٹل الاسکا میں چلے گئے اور ہم وہاں بیٹھے سوچ ہی رہے تھے کہ کس طرح

علی عمران سے راہ و رسم پیدا کی جائے کہ اُسے ہم پر شک نہ ہو سکے کہ اچانک ہم نے علی عمران کو اپنے قریب کھڑا پایا —— یقین کیجیے خوشی اور حیرت سے ہمارے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ وہ شاید ہال میں ہمیں اکیلا دیکھ کر ہمارے پاس چلے آئے تھے۔ ان سے خوب گفتگو رہی۔ اس کے بعد انھوں نے ہمیں شہر کی سیر کرانے کے لیے کہا —— ہم فوراً تیار ہو گئے اور اس طرح دو گھنٹوں تک ہم اس کی معیت میں گھومتے رہے —— بعدازاں وہ ہمیں یہاں چھوڑ گئے ہیں اور صبح آنے کا کہہ گئے ہیں —— " نواب پیارے میاں نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" اوہ واقعی —— اس بار تو خوش قسمتی نے ہم پر سایہ کر رکھا ہے۔ ہر کام خود بخود ہوتا جا رہا ہے —— اس ناہنجار کو آپ پر کوئی شک تو نہیں ہوا۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ انتہائی عیار اور مکار آدمی ہے —— " حکیم بڈھن نے کہا۔

" اجی قبلہ آپ پیارے میاں کی صلاحیتوں سے تو واقف ہیں۔ ہم نے اُسے ایسے شیشے میں اتارا کہ اب وہ ہمارے بغیر قدم بھی نہ اٹھا سکے گا۔" پیارے میاں نے جواب دیا۔

" ہم بھی صبح اس سے ملاقات کریں گے —— بس ہم یہی چاہتے ہیں کہ اُسے کسی قسم کا شک نہ ہونے پائے —— جب ہمارا کام سرانجام پا جائے تو جاتے وقت ہم اُسے ایک خط لکھ کر تفصیلات سے آگاہ کر دیں گے —— پھر اگر وہ سر پیٹتا ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔" حکیم بڈھن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ *

" انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا —— اب اگر آپ ہمارے ہمراہ تہہ خانے

تک تشریف لے چلیں تو ہم ممنون ہوں گے —— اس وحید بیگ سے ہم آپ کے سامنے گفتگو کرنا چاہتے ہیں —— ہو سکتا ہے کسی لمحے ہمیں آپ کی رہنمائی کی ضرورت پڑ جائے —— " نواب پیارے میاں نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

" ضرور ضرور —— ہمیں یہ خدمت ادا کر کے دلی مسرت ہوگی ——" حکیم بڈھن نے بھی چھڑی اٹھا کر اس پر زور دے کر اٹھتے ہوئے کہا۔

" چلیے قبلہ —— " نواب پیارے میاں نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

" نہیں پہلے آپ حضرت —— " حکیم بڈھن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" قبلہ ہم بھلا ایسی گستاخی کر سکتے ہیں۔ آپ کیوں ہمیں شرمندہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں —— " پیارے میاں نے کہا۔

" اچھا آپ اسی طرح عزت افزائی کرنا چاہتے ہیں —— تو ہم آپ کے ممنون ہیں —— " حکیم بڈھن نے کہا —— اور پھر وہ چھڑی ٹیکتا ہوا دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ نواب پیارے میاں بڑے مؤدبانہ انداز میں اس کے پیچھے چل پڑا —— کمرے سے نکل کر وہ ایک راہداری اور کئی کمروں سے گزرتے ہوئے تہہ خانے کی سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ایک چھوٹی سی راہداری تھی —— جس کے اختتام پر ایک دروازہ تھا۔ وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے اس دروازے میں داخل ہوئے تو تہہ خانے میں موجود دو نوجوان بڑے مؤدبانہ انداز میں جھک گئے۔ *

" جیتے رہو —— ہمیں تمھاری اس بے داغ کارکردگی پر رشک آتا

ہے ۔۔۔" حکیم بڈھن نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

" تسلیمات تسلیمات ۔۔۔" ان دونوں نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

کمرے کے درمیان ایک لوہے کے پلنگ کے اوپر ایک ادھیڑ عمر آدمی لیٹا ہوا تھا ۔۔۔ اس کے سر کے بالوں میں کہیں کہیں سفیدی جھلک رہی تھی ۔۔۔ جسم قدرے بڑھاپے کی طرف مائل تھا۔ اس کے جسم پر ایک قیمتی سوٹ تھا ۔۔۔ لیکن اس وقت وہ بُری طرح مسلا ہوا تھا اس کے پورے جسم کو رسیوں سے باندھا گیا تھا۔ وہ بیہوش پڑا تھا۔

" تو یہ ہے وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم کا انچارج ۔۔۔ آپ نے اسے کیسے اغوا کیا ۔۔۔" نواب پیارے میاں نے آگے بڑھ کر غور سے وحید بیگ کو دیکھتے ہوئے ان نوجوانوں سے پوچھا۔

" قبلہ یہ اپنے دفتر سے اٹھ کر کار میں سوار ہو کر اپنے گھر جا رہا تھا کہ ہم نے راستے میں اسے روکا ۔۔۔ اور اسے بتایا کہ ہماری والدہ کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے اور انھیں فوری طور پر ہسپتال پہنچانا ہے مگر کوئی ٹیکسی نہیں مل رہی ۔۔۔ چنانچہ اس نے ازراہ ہمدردی ہمیں کار میں بٹھا لیا ۔۔۔ اکبر اس کے قریب بیٹھ گیا جبکہ میں پچھلی سیٹ پر براجمان ہو گیا۔ ہم نے اسے کار ایک قریبی گلی میں لے جانے کے لیے کہا ۔۔۔ جہاں ہماری کار پہلے سے موجود تھی۔ جب کار گلی میں داخل ہوئی تو اکبر نے سُرخ سوئی اس کے بازو میں گھونپ دی اور نتیجہ یہ کہ یہ بے ہوش ہو گیا ۔۔۔ ہم نے اسے اپنی کار میں منتقل کیا اور پھر

اچھی طرح سے دیکھ بھال کر کے یہاں لے آئے ۔۔۔" ایک نوجوان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" سرخ سوئی ابھی اس کے بازو میں موجود ہے ۔۔۔" پیارے میاں نے پوچھا۔

" جی حضور ۔۔۔ اسی لیے تو یہ بے ہوش پڑا ہے ۔۔۔" اس نوجوان نے جواب دیا۔

" تو اسے اب نکال دیجئے تاکہ ہم اس شریف آدمی سے گفتگو کر سکیں ۔۔۔" پیارے میاں نے کہا اور اس کی بات سنتے ہی دوسرا نوجوان تیزی سے آگے بڑھا ۔۔۔ اور پھر اس نے چٹکی بھر کر وحید بیگ کے بائیں بازو سے ایک باریک سوئی نکال لی ۔۔۔ سوئی کا سرا سرخ تھا۔ اس نے وہ سوئی بڑی احتیاط سے اپنے رومال میں لپیٹ کر جیب میں ڈال لی۔

چند لمحوں بعد ہی وحید بیگ کا جسم کسمسانے لگا اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں ۔۔۔ آنکھیں کھولتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی ۔۔۔ لیکن بندھے ہونے کی وجہ سے وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔

" لیٹے رہیے ۔۔۔ لیٹے رہیے ۔۔۔ آپ کو تکلیف ہو گی حضرت۔ اطمینان سے لیٹے رہیئے ۔۔۔" نواب پیارے میاں نے وحید بیگ سے مخاطب ہو کر کہا۔

" مگر آپ کون ہیں اور مجھے کیوں باندھا گیا ہے ۔۔۔" وحید بیگ نے پریشان لہجے میں کہا اور اسی لمحے اس کی نظریں ایک طرف کھڑے

ان دونوں نوجوانوں پر پڑیں۔

"اوہ تو تم فراڈ تھے ——— کاش میں انسانی ہمدردی کے چکر میں نہ پڑتا"۔ وحید بیگ نے ان دونوں کو دیکھتے ہی دانت پیستے ہوئے کہا۔

"حضرت انسانی ہمدردی تو ہماری زندگی کا بنیادی مقصد ہے۔ ورنہ ہم اشرف المخلوقات کی صف سے نکل کر حیوانات کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں ——— بہر حال آپ گھبرائیں نہیں۔ آپ کو ذرہ برابر تکلیف نہیں ہو گی ——— آپ انسانوں میں موجود ہیں ——— حیوانوں میں نہیں"۔ نواب پیارے میاں نے اسے پچکارتے ہوئے جواب دیا۔

"کمال ہے۔ مجھے یوں اغوا بھی کر کے یہاں لایا گیا ——— باندھ بھی رکھا ہے اور انسانیت کا سبق بھی مجھے پڑھایا جا رہا ہے ——— آخر آپ کون ہیں اور آپ کا مقصد کیا ہے ———" وحید بیگ نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آپ واقعی سمجھدار انسان ہیں ——— ظاہر ہے یہ سب کچھ بغیر کسی مقصد کے تو نہیں کیا جاتا۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ کے ساتھ ہمارا آئندہ رویہ کیا ہے۔ اگر آپ ہمارے سوالوں کے جواب صحیح صحیح عنایت فرما دیں گے تو ہم آپ کے شکر گزار بھی ہوں گے ——— اور آپ کو تکلیف بھی نہ ہو گی ——— ورنہ ظاہر ہے دوسری صورت میں آپ کو تکلیف بھی اٹھانا پڑے گی اور جواب بھی دینے پڑیں گے ———" نواب پیارے میاں نے اسے یوں سمجھاتے ہوئے کہا جیسے استاد بچے کو سبق دیتا ہے۔

"آپ لوگ آخر ہیں کون اور کیا چاہتے ہیں ———" وحید بیگ نے

حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ لوگ مجرم تو نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مجرم ایسے نستعلیق اور میٹھے انداز میں باتیں نہیں کرتے تو پھر یہ کون ہیں۔

"آپ وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم کے انچارج ہیں۔ آج کل آپ کی حکومت ایکریمیا سے ایک دفاعی معاہدہ کر رہی ہے۔ ہمیں اس معاہدے کی فائل چاہیے ——— اگر ہم بھول نہیں رہے تو اس فائل کا سرکاری نام ریڈ فائل ہے ———" نواب پیارے میاں نے بڑے صاف اور سیدھے انداز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"ریڈ فائل ——— لیکن ایسی فائل تو ریکارڈ روم میں نہیں ہے دفاعی معاہدہ کرنا وزارت خارجہ کا کام نہیں ہے ——— ایسے معاہدے تو وزارت دفاع کے دائرہ کار میں آتے ہیں آپ نے غلط آدمی پکڑ ڈالا ہے ———" وحید بیگ نے تیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہمارا نام نواب پیارے میاں ہے ——— وحید بیگ صاحب۔ اور دنیا میں ہماری عقل مندی کی دھوم ہے۔ ہم سے بھلا اتنی بڑی غلطی کیسے ہو سکتی ہے ——— اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ ہمیں وہ فائل عنایت فرما دیں اس میں آپ کا بھی بھلا ہے ———" نواب پیارے میاں کے لہجے میں اس بار تلخی تھی۔

"نواب میاں یہ شخص یوں نہیں ماننے کا ——— ہم نے اس کے ذہن کو پڑھ لیا ہے۔ آپ اس پر دباؤ ڈالیے ——— ٹیڑھی لکڑی بغیر دباؤ ڈالے سیدھی نہیں ہوا کرتی ———" اچانک حکیم بڈھن نے کہا۔ اور وحید بیگ چونک کر اس بوڑھے کو دیکھنے لگا جو اپنی شکل وصورت

سے کسی جامع مسجد کا امام لگتا تھا۔

"آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی قبلہ حکیم صاحب ——" نواب پیارے میاں نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اپنے انگرکھے کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے لمحے جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں چھوٹا سا خنجر چمک رہا تھا جس کا دستہ ہاتھی کے دانت کا تھا —— اور انتہائی خوبصورت انداز میں بنایا گیا تھا۔

"اعظم میاں ——" نواب پیارے میاں نے ایک نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"حکم حضور ——" نوجوان نے ادب سے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"یہ خنجر تھامیئے —— اور وحید بیگ صاحب کی دائیں آنکھ باہر نکال دیجئے —— انسان ایک آنکھ سے دیکھ سکتا ہے۔ آخر دنیا میں لاکھوں افراد ایسے ہیں جن کی ایک آنکھ ہوتی ہے —— لیکن ایک بات کا خیال رکھیے کام نفاست سے ہونا چاہیے —— ہمیں وحشت اور بربریت سے دہشت ہوتی ہے ——" نواب پیارے میاں نے بڑے سرد لہجے میں کہا —— اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ وحید بیگ کی آنکھ نکالنے کی بجائے کوئی پھل کاٹنے کے لیے کہہ رہا ہو۔

"واہ واہ کیا خوبصورت بات فرمائی ہے۔ وحشت سے دہشت ہوتی ہے —— نواب پیارے میاں جواب نہیں ——" حکیم بڈھن نے بے اختیار سر دھنتے ہوئے کہا۔

"آداب آداب —— آپ ہی کی صحبت کا فیضان ہے قبلہ ورنہ من آنم کہ من دانم ——" پیارے میاں نے خنجر نوجوان کے حوالے کرتے ہوئے باقاعدہ حکیم بڈھن کو سلام کرنا شروع کر دیا —— اور وحید بیگ کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ پاگلوں میں آ پھنسا ہو۔ نوجوان ہاتھ میں خنجر لیے بڑے اطمینان سے بیڈ پر پڑے ہوئے وحید بیگ کے قریب آیا —— اس کے انداز میں ایسا اطمینان تھا جیسے اس کے لیے ایسا کرنا کوئی نئی بات نہ ہو۔

"دیکھئے آپ اطمینان سے لیٹے رہیئے —— آپ کو بس معمولی سی تکلیف ہو گی اور آپ کی آنکھ پلک جھپکنے میں باہر آ جائے گی میرے لیے یہ کام انتہائی آسان ہے —— لیکن اگر آپ نے غلط حرکت کی تو پھر ہو سکتا ہے آپ کی تکلیف بڑھ جائے ——" اعظم نے ایک ہاتھ سے وحید بیگ کا سر اپنی گرفت میں لیتے ہوئے بڑے نرم لہجے میں کہا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں موجود خنجر وحید بیگ کی دائیں آنکھ کے اوپر چمک رہا تھا۔

"ہاں اعظم میاں —— کام نفاست سے ہونا چاہیے۔ وحید بیگ صاحب کو جس قدر کم تکلیف ہو —— اتنی ہی ہمیں مسرت ہو گی۔ آخر ہماری ان سے دشمنی تو نہیں ——" نواب پیارے میاں نے اعظم سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھہرو ٹھہرو —— یہ ظلم مت کرو ٹھہرو —— رک جاؤ ——" وحید بیگ کی قوت برداشت جواب دے گئی اور وہ بے اختیار چیخ پڑا۔

"رک جاؤ اعظم میاں —— ان کی بات سننی بھی ہمارا فرض ہے ——" نواب پیارے میاں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اعظم خنجر تھامے بے اختیار پیچھے ہٹتا چلا گیا —— وحید بیگ کے چہرے کے ہر

مسام سے پسینہ پھوٹ نکلا تھا اور اس کی آنکھوں میں دہشت کے آثار نمایاں تھے۔

"آپ ابھی سے گھبرا گئے وحید بیگ صاحب ــــ مرد بچہ بنیے۔ ایک آنکھ کے بعد ایک کان پھر ایک بازو اور پھر ایک ٹانگ کیونکہ ان کے بغیر بھی انسان زندہ رہ سکتا ہے ــــ اور ہمیں آپ کی زندگی عزیز ہے۔ ہم اپنے ہاتھ کسی کے خون سے آلودہ نہیں کرنا چاہتے" نواب پیارے میاں نے بڑے ٹھنڈے سے لہجے میں کہا۔

"مجھ پر رحم کرو ــــ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ــــ معصوم ہے ــــ مجھے مت مارو۔ میں سب کچھ بتا دوں گا ــــ" وحید بیگ نے دہشت بھرے لہجے میں کہا وہ شاید ان کے اطمینان بھرے اور سرد انداز سے بری طرح گھبرا گیا تھا۔

"ہمیں معلوم ہے ــــ ہمیں آپ کے تمام خاندانی حالات کا علم ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کے چھوٹے چھوٹے بچے آپ کی راہ تک رہے ہوں گے ــــ آپ کی حسین اور فرشتہ صورت بیوی آپ کی منتظر ہو گی۔ لیکن ......" نواب پیارے میاں خاموش ہو گئے۔

"آپ کیا چاہتے ہیں خدا کے لیے مجھے چھوڑ دیجئے۔ آپ جو چاہتے ہیں میں کرنے کو تیار ہوں ــــ" وحید بیگ نے کہا۔

"ہمیں ریڈ فائل چاہیئے وحید بیگ صاحب ــــ اور یہ ریڈ فائل آپ کی تحویل میں ہے اور آپ اسے آسانی سے ہم تک پہنچا سکتے ہیں۔ بس اتنی معمولی سی بات ہے ــــ فرمایئے کیا خیال ہے آپ کا ــــ" نواب پیارے میاں نے جواب دیا۔

"ہم ... مگر میں وہ فائل وہاں سے نہیں نکال سکتا۔ وہاں ایسے انتظامات ہیں کہ فائل اپنی جگہ سے ہٹتے ہی پورے ریکارڈ روم کو خبر ہو جائے گی۔ ایک فائل کو باہر نکالنے کے لیے کم از کم دس افراد کے دستخطوں کی ضرورت ہوتی ہے اور پھر اس فائل کو مخصوص شیشے میں رکھا گیا ہے۔ وہاں سے تو وہ سیکرٹری وزارت خارجہ کے ذاتی دستخط کے بغیر باہر ہی نہیں نکل سکتی ــــ" وحید بیگ نے تیز تیز لہجے میں جواب دیا۔

"آپ بہت بھولے ہیں قبلہ وحید بیگ صاحب ــــ ہم نے کب کہا ہے کہ آپ اصل فائل ہی ہمیں لا دیجئے ــــ ہمیں تو اس فائل کے فوٹو چاہئیں۔ اس کے اندر جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا ڈاٹا چاہیے اور ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس فائل کی کتنی حفاظت کی جاتی ہے ــــ ورنہ تو ہم اعظم میاں کو بھیج کر اسے وہاں سے منگوا لیتے۔ آپ کو تکلیف بھی نہ دیتے ــــ" نواب پیارے میاں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں ریکارڈ روم میں کیمرہ نہیں لے جایا جا سکتا ــــ وہاں آٹومیٹک چیکنگ مشین لگی ہوئی ہے ــــ کیمرہ ایک منٹ میں پکڑا جائے گا۔ یہ ناممکن ہے آپ یقین جانیے قطعاً ناممکن ہے ــــ" وحید بیگ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"پیارے میاں اگر اجازت ہو تو میں کچھ عرض کر دوں ــــ" اچانک حکیم بڈھن نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"قبلہ آپ فرمائیں آپ کا فرمان تو ہمارے سر آنکھوں پر رہے گا ــــ" پیارے میاں نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"نواب پیارے میاں! ــــ اگر بات نہیں بنتی تو ہمیں

وحید بیگ صاحب کو لازماً قتل کرنا پڑے گا ——— اور ان کے معصوم بچے یتیم ہو جائیں گے ——— ان کی اہلیہ بیوہ ہو جائیں گی۔ اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ان کا خاندانی پس منظر غربت کا پس منظر ہے۔ صرف وحید بیگ صاحب ہی پڑھ لکھ کر اس عہدے پر پہنچے ہیں۔ ان کے قتل ہونے کے بعد ان کے بچے سڑکوں پر بھیک مانگتے پھریں گے ——— حکومت چاہے کسی ملک کی بھی ہو۔ بڑی سرد مہر ہوتی ہے۔ اس نے صرف ایک تمغہ حسن کارکردگی دے دینا ہے۔ تھوڑی سی پنشن اور معمولی سی گریجویٹی اور بس ——— جو صرف چار پانچ روز کام دے گی۔ اس کے بعد وحید بیگ صاحب کے بچے سڑکوں پر بھیک مانگتے ہیں یا بوٹ پالش کرتے ہیں ——— وحید بیگ صاحب کی خوبصورت اہلیہ لوگوں کے گھروں کے برتن مانجھتی ہے یا پیٹ کی خاطر لوگوں کے کپڑے سیتی ہے۔ اس سے حکومت کو کوئی مطلب نہ رہے گا ———" نواب پیارے میاں نے بڑے مدہم سے لہجے میں کہا ——— اور وحید بیگ کے دماغ سے شرارے سے اڑنے لگے ——— اسے یوں محسوس ہوا جیسے واقعی وہ مر چکا ہے اور اس کے خوبصورت اور معصوم بچوں کا یہی حشر ہو رہا ہے۔

"نہیں نہیں ——— خدا کے لیے ایسا مت کرنا۔ میں آپ کے ساتھ ہر ممکن تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں ——— میرے بچوں پر ظلم نہ کیجئے ———" وحید بیگ نے بے اختیار چیختے ہوئے کہا اور حکیم بدھن کے چہرے پر پراسرار سی مسکراہٹ رینگنے لگی۔

"وحید بیگ صاحب ہم تو خود یہی چاہتے ہیں ——— دیکھئے۔ ہمیں آپ سے اور آپ کے بچوں سے کوئی دشمنی نہیں ——— اور نہ ہی ہم بے رحم اور سنگ دل ہیں ——— ہم تو چاہتے ہیں کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی بچ جائے۔ اس کے علاوہ ہم آپ کی کارکردگی اور تعاون کا باقاعدہ شکریہ ادا کریں گے ——— آپ کو اتنا انعام دیں گے کہ آپ آئندہ زندگی میں کسی کے محتاج نہیں رہیں گے ———" پیارے میاں نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

"مگر میں کیا کروں کس طرح اس فائل کے فوٹو اتاروں ———" وحید بیگ نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا ——— اب وہ مکمل طور پر ہتھیار ڈال چکا تھا۔

"سنیے اگر آپ ہم سے تعاون کے لیے تیار ہیں تو ہم آپ کو ایک ایسا کیمرہ مہیا کر دیں گے جو بظاہر ایک عام قلم ہو گا ——— آپ اسے کسی بھی طرح اندر لے جا سکتے ہیں ——— یہ آپ کی ذہانت پر منحصر ہے یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ آپ کسی بھی بہانے اس فائل کو ریکارڈ روم سے باہر نکالیے ——— اور پھر اس کے فوٹو بنا لیجئے۔ طریقہ کار آپ خود متعین کیجئے۔ جب تمام تصاویر اس قلم میں محفوظ ہو جائیں تو یہ قلم ہم تک پہنچا دیجئے ——— اور بس۔ آپ کا انعام آپ کی جیب میں پہنچ جائے گا اور ہم خاموشی سے یہاں سے رخصت ہو جائیں گے ——— کسی کو پتہ بھی نہ چلے گا کہ کیا ہوا ———" پیارے میاں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"میں تیار ہوں ——— میں آپ سے مکمل تعاون کروں گا ———" وحید بیگ نے فوراً ہی رضامند ہوتے ہوئے کہا۔

"لیکن ایک بات یاد رکھیے وحید بیگ صاحب ——— اگر آپ

نے اس بارے میں کسی کو اطلاع دی ——— تو پھر تمام تر ذمہ داری آپ کی ہوگی ——— آپ شاید سوچ رہے ہوں کہ یہاں سے جانے کے بعد آپ آزاد ہوں گے ——— ایسی بات نہیں ۔ آپ تو کیا آپ کے معصوم بچے آپ کی فرشتہ سیرت اہلیہ سب یہاں آ سکتے ہیں اور پھر آپ کے سامنے آپ کے بچوں کے گلے کاٹے جا سکتے ہیں ۔ آپ کی فرشتہ سیرت بیوی کی عزت پامال ہو سکتی ہے اور ——— آپ کا گلا کاٹا جا سکتا ہے اور وہ کچھ کیا جا سکتا ہے جس کا آپ تصور بھی نہ کریں ——— " پیارے میاں کے لہجے میں اس بار نرمی یکلخت غائب ہو گئی تھی ۔ وحید بیگ کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی زندہ عزرائیل ہو ۔

" میں کسی کو نہیں بتاؤں گا آپ مجھ پر اعتماد کریں ——— " وحید بیگ نے فوراً ہی جواب دیا ۔

" ٹھیک ہے ہم آپ پر اعتماد کرتے ہیں ۔ انہیں بندشوں سے آزاد کر دیجئے ——— بیچارے کافی دیر سے بندھے ہونے کی وجہ سے یقیناً تکلیف محسوس کر رہے ہوں گے ——— " پیارے میاں نے اس بار پہلے جیسے نرم لہجے میں کہا اور اعظم اکبر نے آگے بڑھ کر بڑی پھرتی سے ان کی بندشیں کاٹ دیں ۔

" انہیں قلم کیمرہ دیجئے اور اس کا استعمال بھی بتا دیجئے آپ وحید صاحب کب تک یہ کام کر سکیں گے ——— " پیارے میاں نے پوچھا ۔

" مجھے ایک ہفتہ تو دیجئے ——— " وحید بیگ نے اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے کہا ۔

" او نہیں زیادہ سے زیادہ دو روز ——— اس سے زیادہ نہیں " پیارے میاں نے کہا اور پھر وہ حکیم بڈھن سے مخاطب ہوئے ۔

" آئیے قبلہ چلیں آپ یقیناً کھڑے کھڑے تھک گئے ہوں گے ۔ ہم آپ سے دلی طور پر معذرت خواہ ہیں ——— " نواب پیارے میاں نے حکیم بڈھن سے مخاطب ہو کر کہا ۔

" کوئی بات نہیں پیارے میاں ——— ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی " حکیم بڈھن نے کہا اور پھر وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے تہہ خانے سے باہر نکل آئے ۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک بار پھر اسی دفتر نما کمرے میں پہنچ گئے جہاں سے وہ چلے تھے ۔

" آپ کا کیا خیال ہے قبلہ ——— کیا وحید بیگ کام کر دے گا ——— " نواب پیارے میاں نے کرسی پر بیٹھتے ہی حکیم بڈھن سے پوچھا ۔

" یقیناً ——— وہ کمزور قوت ارادی کا مالک ہے ——— " حکیم بڈھن نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا ۔

" زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتا ہے کسی کو اطلاع ہی دے گا ۔ اور اس کے اطلاع دیتے ہی ہمیں بھی اس کے اقدام کی اطلاع مل جائے گی ——— ہم نے اعظم کو خصوصی ہدایات دے دی ہیں کہ اس کا خاص طور پر خیال رکھا جائے ——— " پیارے میاں نے کہا ۔

" اصل خطرہ اگر ہمیں کسی سے ہو سکتا ہے تو یہاں کی سیکرٹ سروس اور خاص طور پر علی عمران سے ہو سکتا ہے ——— " حکیم بڈھن نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہا ۔

ہم سمجھتے ہیں قبلہ ــــ اس لیے تو ہم نے عمران میاں سے راہ و رسم نکالی ہے۔ ہم اس سے ملتے رہیں گے اور اگر عمران میاں نے ذرا بھی ہمارے متعلق غلط سوچا تو عمران میاں کی گردن دوسرے لمحے صابن کی ٹکیہ کی طرح کٹ چکی ہو گی ــــ آپ پیارے میاں کے فن کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ آج بھی لوگ، پیارے میاں کے نام سے کانپتے ہیں!" پیارے میاں نے بڑے پراعتماد لہجے میں کہا۔

"ہاں ہم اچھی طرح جانتے ہیں حضرت ــــ ہم سے زیادہ آپ کو کون جانتا ہو گا۔ بہر حال پھر بھی ہوشیار رہیے ــــ اب ہمیں اجازت دیجیے۔ ہم نے عشاء کی نماز کے بعد وظائف پڑھنے ہیں۔ صبح انشاء اللہ ملاقات ہو گی ــــ" حکیم بڈھن نے اٹھتے ہوئے کہا اور پیارے میاں بھی احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

"تکلیف دی ہے ہم ایک بار پھر معذرت خواہ ہیں قبلہ حکیم صاحب ــــ" پیارے میاں نے کہا۔

"آپ ہمیں شرمندہ فرما رہے ہیں پیارے میاں خدا حافظ ــــ" حکیم بڈھن نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ چھڑی کا سہارا لیے کمرے سے باہر نکل گئے ــــ ان کے باہر جاتے ہی جیسے ہی دروازہ بند ہوا۔ پیارے میاں تیزی سے میز کے پیچھے سے نکلے اور پھر اپنی پشت پر موجود الماری کی طرف بڑھے ــــ انھوں نے الماری کے دونوں پٹ کھول کر اندر موجود خانوں میں ہاتھ ڈالا۔ ایک ہلکی سی کھٹک کی آواز ابھری اور خانے تیزی سے دائیں بائیں سمٹتے چلے گئے۔ اب دوسری طرف ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ وہ اس دروازے میں داخل ہوئے اور پھر سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ اس کمرے میں ایک طرف ایک آرام دہ پلنگ بچھا ہوا تھا جبکہ دوسری طرف ایک تخت پوش موجود تھا ــــ جس پر بڑی قیمتی جانماز موجود تھی۔ پیارے میاں نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور پھر وہ ملحقہ غسل خانے کے دروازے میں داخل ہو گئے ــــ تھوڑی دیر بعد جب وہ باہر آئے تو انھوں نے لباس تبدیل کیا ہوا تھا۔ سر پر دو گوشہ ٹوپی تھی ــــ اور پاؤں میں ہلکے سلیپر تھے۔ وہ بڑے اطمینان سے چلتے ہوئے تخت پوش کی طرف بڑھے اور پھر انھوں نے تخت پوش پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ ان کے چہرے پر بے پناہ خشوع و خضوع ٹپک رہا تھا۔

عمران نے سر سلطان کے نمبر ڈائل کیے اور پھر رسیور کان سے لگائے بڑے مطمئن انداز میں صوفے کی پشت سے ٹک گیا۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی اور پھر رسیور اٹھائے جانے کی آواز سنائی دی۔

"یس کون بول رہا ہے —" آواز سر سلطان کے ذاتی ملازم عبدالکریم کی تھی اور عمران اس آواز کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔

"اجی قبلہ محترم عبدالکریم صاحب عفی عنہ — آپ کے بڑے صاحب حضرت سلطان العالم تشریف رکھتے ہیں کیا —" عمران پر ابھی تک پیارے میاں کے انداز کا اثر موجود تھا۔

"عمران صاحب آپ — سر آپ کا انتظار فرما رہے ہیں۔ ایک منٹ ہولڈ کیجیے —" دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران مسکرا دیا — چند لمحوں بعد ہی سر سلطان نے تیز لہجے میں کہا۔

"عمران میں کتنی دیر سے تمہیں تلاش کر رہا ہوں —" سر سلطان نے تیز لہجے میں کہا۔

"آپ کی ذرہ نوازی ہے حضور کہ آپ نے مجھ حقیر کو اس قابل سمجھا — آپ کی اس عزت افزائی پر میں آپ کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔ فرمائیے قبلہ میں آپ کی کیا خدمت بجا لا سکتا ہوں —" عمران نے کہا۔

"اوہ آج کہیں لکھنؤ سے تو نہیں ہو آئے — بڑی گاڑھی اردو بول رہے ہو —" سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اجی قبلہ — میں کیا اور میری اردو کیا۔ یہ تو سب آپ کے فیضانِ نظر کا کرشمہ ہے۔ ورنہ میں تو دہی قوالوں کے پیچھے بیٹھ کر تالیاں بجانے والا عمران میاں ہوں —" عمران کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی۔

"میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں شیطان — بہرحال ایک ضروری اطلاع تمہیں دینی تھی اگر تم میرے پاس آ جاؤ تو بہتر ہے —" سر سلطان نے کہا۔

"معاف فرمائیے — رات کو گھر سے باہر نکلنا شریفوں کا شیوہ نہیں ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ رات کو باہر جن بھوتوں کا راج ہوتا ہے — اور آپ جانتے ہیں کہ ہمیں جن بھوتوں سے بڑا خوف آتا ہے آپ فرمائیے۔ وہ کیا ضروری اطلاع ہے جس کی خاطر آپ یوں پریشان ہو رہے ہیں" عمران نے جواب دیا۔

"وہ اطلاع فون پر نہیں دی جا سکتی — اگر تمہیں اب کوئی ضروری کام ہے تو پھر صبح دفتر میں آ جانا یا اگر تم کہو تو میں خود تمہارے پاس آ جاؤں —" سر سلطان نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اوہ ہو قبلہ — آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ ہمارا غریب خانہ اس قابل کہاں کہ آپ اسے رونق بخشنے کے قابل سمجھیں۔ ہم خود ہی حاضر ہو جاتے ہیں — لیکن آپ کو ہمارے لیے رات کا کھانا تیار کرانا پڑے گا۔ ہمارا باورچی حضرت سلیمان جہاں آج کل ہم سے ناراض ہیں — اور ہم گزشتہ دو روز سے آنسو پی رہے ہیں اور قسم کھا رہے ہیں" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ اچھا اچھا — میں سمجھ گیا۔ بہرحال تم آجاؤ۔ کھانا تمہیں مل جائے گا۔ میں تمہارا انتظار کروں گا —" سرسلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں ابھی سر کے بل حاضر ہوا حضور — کھانے سے انکار تو کفران نعمت ہے —" عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

"سلیمان اجی قبلہ حضرت سلیمان پاشا صاحب —" عمران نے رسیور رکھتے ہی زور سے ہانک لگائی۔

"جی فرمائیے —" دوسرے لمحے دروازے سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

"حضرت رات کے کھانے کا کیا اہتمام ہے۔ بھوک سے پیٹ میں موش ہائے نرم گوش پھدکتے پھر رہے ہیں —" عمران نے بڑے خاکسارانہ لہجے میں کہا۔

"اگر آپ ان موش ہائے نرم گوش کو باہر نکال دیں تو میں انہیں پکا کر آپ کے حضور پیش کر سکتا ہوں۔ ورنہ تو باورچی خانہ بھائیں بھائیں کر رہا ہے — اپنی عزت پر ماتم بپا ہے۔ چولہے سے نکلنے والی آہ و فغاں کی آوازیں تو آپ بھی سن رہے ہوں گے —" سلیمان نے عمران کے انداز کی نقل کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ آپ تو نرالی ہی بھیرویں سناتے ہیں۔ آپ کو باورچی رکھنے کے بعد تو ہماری بھوک سے یاری پڑ گئی ہے — بہرحال ٹھیک ہے آپ بھی چولہے کی آہ و فغاں میں شامل ہو جائیں اور ہمارا فکر نہ کریں۔ ہم آج رات سرسلطان کے ہاں خاصہ تناول فرمائیں گے —" عمران نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سرسلطان کے ہاں آپ کو کیا ملے گا — زیادہ سے زیادہ مرغی کا گوشت —" سلیمان نے برا سا منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"ظاہر ہے مونگ کی دال سے تو بہتر ہے — اور آج تو وہ بھی ناپید ہے —" عمران نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بدقسمتی اسی کا نام ہے۔ بہرحال کیا کیا جائے۔ تشریف لے جائیے۔ بھنے ہوئے تیتر آج میں اکیلا ہی کھاؤں گا۔ مجبوری ہے —" سلیمان نے سر جھٹکتے ہوئے جواب دیا اور تیزی سے واپس مڑ گیا اور عمران کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی۔

"اجی وہ قبلہ — سنیئے تو سہی وہ تیتر...." عمران نے آواز لگاتے ہوئے کہا۔

"وہ اڑ گئے —" دور سے سلیمان کی آواز سنائی دی اور عمران سر جھکائے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ظاہر ہے اب سلیمان کہاں بات سننے والا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی سپورٹس کار تیزی سے سر سلطان کی رہائش گاہ کی طرف بڑھی جا رہی تھی ۔۔۔۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد وہ سر سلطان کی کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ کر رکا اور اس نے ہارن دینے شروع کر دیئے ۔۔۔۔ چند لمحوں بعد کوٹھی کا گیٹ کھلا اور ملازم باہر آ گیا۔

" اجی قبلہ حضور۔ اس جنت الفردوس کا در تو کھولیے ۔۔۔۔ " عمران نے کار کی کھڑکی سے سر باہر نکالتے ہوئے زور سے کہا۔

" اوہ عمران صاحب آپ ۔۔۔۔ " ملازم نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر جلدی سے واپس ہو کر چھوٹی کھڑکی میں غائب ہو گیا ۔ دوسرے لمحے پھاٹک کھلا اور عمران کار اندر پورچ میں لے گیا ۔ پورچ میں کار روک کر وہ نیچے اترا اور برآمدے کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا سیدھا سر سلطان کے دفتر کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔۔۔۔ یہ دفتر سر سلطان نے رہائش گاہ سے بالکل علیحدہ کمرے میں بنایا ہوا تھا اور چونکہ اس کی بتی جل رہی تھی ۔۔۔۔ اس لیے عمران سمجھ گیا کہ سر سلطان دفتر میں موجود ہوں گے ۔

" قبلہ گاہی سلطان ابن سلطان ابن سلطان کی خدمت میں بندہ حقیر حاضری دے سکتا ہے ۔۔۔۔ " عمران نے دروازے میں ہی رک کر ہانک لگاتے ہوئے کہا ۔

" آؤ یہ کیا ڈرامہ کرنا شروع کر دیا ہے تم نے ۔۔۔۔ " سر سلطان نے خشمگیں لہجے میں کہا ۔ وہ میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر بیٹھے ہوئے تھے ۔

" اجی یہ ڈرامہ نہیں ہماری قومی تہذیب ہے حضور ۔۔۔۔ خالص مشرقی تہذیب جس کے حق میں آپ بھی تقریریں کرتے رہتے ہیں ۔۔۔۔ " عمران نے اندر آتے ہوئے کہا ۔

" بیٹھو دان تکلفات کو ۔۔۔۔ بیٹھو ۔۔۔۔ " سر سلطان کے لہجے میں ایسی ہی سنجیدگی تھی ۔ وہ شاید اس لیے ضرورت سے زیادہ سنجیدہ بنے تھے تاکہ عمران اور زیادہ نہ کھلتا چلا جائے اور اتنی بات وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ عمران کو پھر کنٹرول کرنا مشکل ہو جائے گا ۔

" انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے ۔ آزاد مرد تھا ۔۔۔۔ " عمران نے بھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا ۔۔۔۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے باقاعدہ فاتحہ کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے ۔

" کیا مطلب یہ کیا بکواس ہے ۔۔۔۔ " سر سلطان کے لہجے میں اس بار جھنجھلاہٹ تھی ۔

" مرنے والے کے لیے مغفرت کی دعا مانگنا اور فاتحہ خوانی بکواس نہیں ہوتی جناب یہ ہر مسلمان پر فرض ہے اور الحمد اللہ آپ بھی مسلمان ہیں ۔۔۔۔ " عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا ۔

" کون مر گیا ہے کس کی فاتحہ خوانی کر رہے ہو ۔۔۔۔ " سر سلطان نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا ۔

" ارے کوئی نہیں مرا ۔ واقعی ۔۔۔ پھر آپ اتنے سنجیدہ بلکہ رنجیدہ کیوں ہو کے بیٹھے ہیں ۔ میں سمجھا کوئی مر گیا ہے ۔۔۔۔ " عمران نے ہاتھ نیچے کرتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور سر سلطان نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیئے ۔

" تم سے خدا بچائے ۔۔۔۔ بہرحال یہ فائل دیکھو ۔۔۔۔ " سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایک طرف پڑی ہوئی سرخ رنگ کی

فائل عمران کی طرف بڑھا دی۔ وہ عمران کو اب مزید گفتگو کا موقع شاید نہ دینا چاہتے تھے۔

"اگر فائل دیکھنے سے خدا آپ کو بچا سکتا ہے تو پھر میں ضرور فائل دیکھ لیتا ہوں ـــ بچت ویسے بھی قومی ضرورت ہے اور خدا کی بچت تو بہت بڑی بچت ہے۔ سنبھال کر رکھیے کام آئے گی ـــ" عمران نے کہا اور فائل کھول کر دیکھنے میں مصروف ہو گیا ـــ سر سلطان نے کوئی جواب نہ دیا خاموش بیٹھے رہے ـــ فائل میں صرف ایک صفحہ تھا۔ اور عمران غور سے اُسے پڑھتا رہا ـــ یہ ایکریمین سی آئی اے کی طرف سے وزارت خارجہ کے نام لکھا ہوا ایک خط تھا جس میں سی آئی اے کے سربراہ نے مطلع کیا تھا کہ حکومت ایکریمیا اور پاکیشیا کے درمیان جو خفیہ معاہدہ ہو رہا ہے۔ اس کو سبوتاژ کرنے کے لیے کچھ ملک سرگرمی سے کوشش کر رہے ہیں ـــ اور خاص طور پر ہمسایہ ملک کافرستان کے متعلق آگاہ کیا گیا تھا کہ وہاں سے یہ اطلاع ملی ہے کہ ان کی سپیشل سیکرٹ ایجنسی اس سلسلے میں سرگرم عمل ہے۔

"یہ کس معاہدے کی بات ہو رہی ہے ـــ" عمران نے فائل کو پڑھنے کے بعد بند کرتے ہوئے پوچھا ـــ اس کے لہجے میں اس بار خود بخود سنجیدگی عود کر آئی تھی۔

"حکومت ایکریمیا اور پاکیشیا کے درمیان ایک خفیہ دفاعی معاہدہ ہو رہا ہے کیونکہ پاکیشیا کے گرد حالات انتہائی سنگین ہو رہے ہیں۔ اس لیے ہم نے معاہدہ کی بات چیت کی اور چونکہ ایکریمیا بھی ان حالات

میں دلچسپی لے رہا تھا۔ اس لیے وہ بھی راضی ہو گیا۔ اب اس کی تمام شقیں اصولی طور پر طے پا گئی ہیں۔ صرف دستخط ہونے باقی ہیں ـــ حکومت ایکریمیا اور ہم نے اپنے معروضی حالات کی بنا پر اسے ٹاپ سیکرٹ رکھا تھا لیکن اس اطلاع کے ملنے پر حکومت بے حد پریشان ہو گئی ہے ـــ اس سے ظاہر ہے کہ معاہدہ لیک آؤٹ ہو گیا ہے اور اس کے لیک آؤٹ ہونے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ایکریمیا دنیا بھر میں موجود پاکیشیا کے خلاف لابی آسمان سر پر اٹھا لے گی ـــ اور ہو سکتا ہے کہ یہ معاہدہ ہی تکمیل تک نہ پہنچے ـــ" سر سلطان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایکریمیا خود اس سلسلے میں پیچھے ہٹنا چاہتا ہو ـــ اور اس کے لیے اس نے یہ بہانہ بنایا ہو یا دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لیکیج ایکریمیا میں ہوئی ہو ـــ" عمران نے حجت کرتے ہوئے کہا۔

"ہونے کو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ لیکن بہرحال ہمارے لیے انتہائی پریشان کن مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے ـــ خاص طور پر اس اطلاع پر کہ کافرستان کی سپیشل سیکرٹ ایجنسی اس سلسلے میں سرگرم عمل ہے" سر سلطان نے پریشان لہجے میں کہا۔

"لیکن اب پریشانی کس بات پر ہے۔ یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ ابھی معاہدہ مکمل نہیں ہوا۔ جہاں تک لیکیج کا تعلق ہے تو اس خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ لیکیج ہو چکی ہے۔ پھر کیا مسئلہ باقی رہا" عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"یہ بات نہیں بلکہ پیکیج کے خلاف لاعلمی کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر اس معاہدہ کی ابتدائی کاپی باہر آگئی۔ تو اس میں موجود شقیں سامنے آجائیں گی اور وہ ہم نہیں جانتے یہ ہمارے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوگا ۔۔۔" سر سلطان نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"تو اس معاہدے کی فائل اس وقت کہاں ہے ۔۔۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"میرے محکمے کے ریکارڈ روم میں ۔۔۔" سر سلطان نے جواب دیا۔

"تو یہ فائل مجھے دے دیجئے قصہ ختم ۔۔۔" عمران نے اپنے طور پر اس کا فیصلہ کن حل بتاتے ہوئے کہا۔

"ابھی چونکہ یہ مکمل نہیں ہوا اس لیے ۔۔۔ تمہارے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اس کی شقوں پر مزید غور و فکر ہو رہا ہے۔ تاکہ جلد از جلد اسے تکمیل تک پہنچا دیا جائے ۔۔۔" سر سلطان نے مایوسانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ایسا کیجیے کہ اس کی حفاظت کا معقول انتظام کر دیجیے۔ اور جلد از جلد ممکن ہو سکے اسے مکمل کرنے کی کوشش کیجیے۔ میں اس سلسلے میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں ۔۔۔" عمران نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ معاملے کی سنجیدگی کی وجہ سے اس کا تکلفات والا موڈ یکسر غائب ہو چکا تھا۔

"اپنی طرف سے تو انتظامات بہت اچھے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ یہ مسودہ باہر نہیں آسکتا۔ البتہ مجھے خطرہ صرف کافرستان کی سپیشل سیکرٹ ایجنسی کا ہے ۔۔۔" سر سلطان آخر کار مطلب کی بات

پر آگئے۔

"ہاں اس کا تو مجھے بھی خیال نہیں رہا۔ اس ایجنسی کا نام پہلی بار سننے میں آیا ہے۔ اس سے قبل تو ایسی کسی ایجنسی کا نام نہیں سنا تھا ۔۔۔" عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

"میں نے اسی سلسلے میں فون پر سی۔ آئی۔ اے کے سربراہ سے بات کی تھی ۔۔۔ انھوں نے بتایا تھا کہ کافرستان نے یہ نئی ایجنسی قائم کی ہے۔ کیونکہ ان کے خیال کے مطابق کافرستان کی پہلے سے موجود سیکرٹ سروس اور زیرو سروس سے پاکیشیا کی سیکرٹ سروس اچھی طرح واقف ہے۔ چنانچہ وہ نئے انداز کے نئے لوگ یہاں معاہدہ حاصل کرنے کے لیے بھیجیں گے ۔۔۔" سر سلطان نے جواب دیا۔

"اچھا میں سمجھ گیا۔ لیکن ایک اور بات بھی ہے کہ یہ لوگ ہماری بجائے اس معاہدے کی کاپی اڑا لیں تو پھر ۔۔۔" عمران نے کہا۔

"یہ بات نہیں ۔۔۔ معاہدے کی صرف ایک ہی کاپی ہے اور وہ ہماری تحویل میں ہے۔ کیونکہ اس کی مطلوبہ شقیں ہم نے اپنے مقاصد کے تحت تیار کرنی ہے ۔۔۔ اس لیے اس کا ایکریمیا سے حاصل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔۔۔" سر سلطان نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔

"تو اس کا ایک ہی حل ہے کہ آپ ریکارڈ روم کی نگرانی سخت کرا دیں۔ ظاہر ہے کافرستان کی سپیشل سیکرٹ ایجنسی اس سلسلے میں کام کرے گی تو کوئی نہ کوئی سامنے آئے گا ۔۔۔ پھر اس ایجنسی کو بھی دیکھ لیا جائے گا ۔۔۔" عمران نے جواب دیا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم اپنا کوئی آدمی یہاں بھجوا دو۔ اس طرح مجھے اطمینان رہے گا۔ وہ خصوصی طور پر ریڈ فائل کی نگرانی کرے گا۔" سر سلطان اپنے اصل مقصد پر آ ہی گئے۔

"ٹھیک ہے بھجوا دیتا ہوں ـــــ ریکارڈ روم کا انچارج کون ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"وحید بیگ ہے ـــــ خاصا پرانا اور با اعتماد ملازم ہے ـــــ" سر سلطان نے جواب دیا۔

"تو میں صفدر کو بھجوا دیتا ہوں۔ بطور اسسٹنٹ ریکارڈ کیپر وہ خود ہی سنبھال لے گا۔ مگر دفتر ٹائم کے بعد ـــــ" عمران نے کہا۔

"دفتر ٹائم کے بعد ریکارڈ روم بند ہو جاتا ہے اور سائنسی انتظامات کے علاوہ وہاں فوج کا پہرہ ہوتا ہے۔ اس لیے اس وقت اس معاہدے کے نکلنے کا ایک فیصد بھی چانس باقی نہیں رہتا ـــــ" سر سلطان نے جواب دیا۔

"اوکے پھر صفدر صبح پہنچ جائے گا۔ آپ اس کی تقرری کے احکامات ریکارڈ روم میں بھجوا دیجئے گا ـــــ اور سینے میں بھنتے ہوئے تیتر چھوڑ کر آیا ہوں۔ سلیمان اب اکیلا بیٹھا مزے سے دعوت اڑا رہا ہو گا اور آپ ہیں کہ بس باتوں سے ہی ٹرخائے چلے جا رہے ہیں ـــــ" عمران نے بے اختیار پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا اچھا ـــــ آؤ میں نے کھانے کا کہہ دیا تھا۔ تیار ہو گا اب تک" سر سلطان ہنستے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور عمران کے چہرے پر یوں رونق آگئی جیسے صدیوں کے بھوکے کو کھانے کی خوشخبری سنا دی گئی ہو۔

سپرنٹنڈنٹ فیاض صبح صبح دفتر میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ چپڑاسی نے اندر آ کر سر رحمان کے دفتر میں یاد کیے جانے کی اطلاع دی اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کا چمکتا ہوا چہرہ یک لخت بجھ گیا۔ صبح صبح ہی سر رحمان کے سامنے حاضری دینے کا مطلب تھا کہ سارا دن بور ہی گزرے گا۔ لیکن حکم حاکم مرگ مفاجات سوپر فیاض جانے پر مجبور تھا۔

"اچھا آ رہا ہوں ـــــ" اس نے چپڑاسی کو رعب دار لہجے میں جواب دیا۔ لیکن اندر سے اس کے دل میں ہول اٹھ رہے تھے۔ سر رحمان کا صبح صبح یاد کرنا خطرے سے خالی نہ تھا ـــــ اور یہ خطرہ کس قسم کا تھا۔ اس سے سوپر فیاض قطعاً آگاہ نہ تھا۔ اس نے کیپ سر پر رکھی اور پھر اپنے دفتر سے نکل کر وہ سر رحمان کے دفتر کی طرف بڑھتا گیا۔ سر رحمان کے دفتر کے دروازے پر کھڑا ہوا چپڑاسی فیاض کو دیکھ کر دھیرے سے مسکرا دیا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر چق اٹھا دی اور

کوئی موقع ہوتا تو سوپر فیاض چپڑاسی کو اس طرح مسکرانے دیکھ کر غصّے سے پاگل ہو جاتا ۔۔۔ لیکن اس وقت اس کے سر پر سر رحمان سوار تھے۔ اس لیے اس نے کوئی خیال نہ کیا اور یونیفارم کو ٹھیک کرتا ہوا وہ اندر چلا گیا۔

"سر آپ نے مجھے یاد فرمایا تھا ۔۔۔" سوپر فیاض نے میز کے قریب پہنچ کر بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ کیونکہ سر رحمان کسی موٹی سی فائل میں گم تھے ۔۔۔ انہیں سوپر فیاض کے اندر آنے کا احساس تک نہ ہوا تھا۔ ویسے بھی کمرے میں بچھے ہوئے دبیز قالین کی وجہ سے قدموں کی آواز ابھرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

"اوہ بیٹھو ۔۔۔" سر رحمان نے چونک کر سر اٹھاتے ہوئے کہا۔ ان کے لہجے میں معمول کی سختی تھی۔ اس لیے سوپر فیاض کی جان میں جان آئی۔ اور وہ اطمینان سے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اگر کوئی خاص بات ہوتی تو سر رحمان کا لہجہ خلاف معمول زیادہ سخت ہوتا۔

سر رحمان غور سے سوپر فیاض کو دیکھتے رہے ۔۔۔ ان کے چہرے پر سختی لمحہ بہ لمحہ زیادہ ہوتی جا رہی تھی۔

سوپر فیاض ان کے اس طرح دیکھنے سے گھبرا گیا۔ اس کے جسم میں ہلکی سی بے چینی واضح ہونے لگی۔

"تم دفتر آئے ہو ۔۔۔" اچانک سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یس سر ۔۔۔ یس سر۔ ابھی ابھی آیا ہوں سر ۔۔۔" سوپر فیاض نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے گھبرا کر جواب دیا۔

"یہ دفتر ہے یا کوئی رقص گاہ" ۔۔۔ سر رحمان کی آواز سے شدید غصّہ جھلک رہا تھا۔

"یس سر ۔۔۔ دفتر ہے۔ دفتر ۔۔۔" سوپر فیاض کے طوطے اڑ گئے۔ چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"تو دفتر میں ایسے آتے ہیں یوڈی کلون کی پوری شیشی لباس پر الٹ کر آتے ہیں۔ کچھ میک اپ بھی کر لینا تھا ۔۔۔ اور اگر گلے میں موتیا کا ہار ڈال لیتے تو دفتر کے آداب مکمل ہو جاتے ۔۔۔" سر رحمان نے انتہائی طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یس سر ۔۔۔ غلطی سے گر گئی تھی سر ....." سوپر فیاض بُری طرح گھبرا گیا۔ اس کی تو عادت تھی کہ گھر سے باہر نکلتے ہوئے کلون کی تقریباً پوری شیشی ہی لباس پر سپرے کر کے آتا تھا۔ اب یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ صبح صبح حاضری ہو گئی تھی۔

"کیا گر گئی تھی ۔۔۔" سر رحمان نے غصّے سے چیختے ہوئے کہا۔

"یس سر شیشی ۔۔۔ یوڈی کلون کی شیشی ۔۔۔" فیاض نے بُری طرح گھبراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر تم فرش پر لوٹتے رہے ہو ۔۔۔" سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نو ۔ نو سر ۔۔۔ میرے لباس پر گر گئی تھی ۔۔۔" فیاض بوکھلا چکا تھا۔

"ہوں تو تمہارے لباس پر شیشی گر گئی تھی اور تمہارے پاس اور لباس نہ تھا ۔۔۔ سنو فیاض تم ایک ذمہ دار عہدے پر فائز ہو اور تمہارے یہ چھچھورے مجھے قطعاً پسند نہیں ہیں۔ آئندہ اگر تم اس

طرح خوشبو لگا کر دفتر میں آئے تو کھڑے کھڑے ڈسمس کر دوں گا سمجھے ——" سر رحمان نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"یس سر یس سر —— آئندہ ایسی غلطی نہ ہوگی —— سوری سر ——" فیاض نے جواب دیا۔

"وہ احمق آج کل کیا کر رہا ہے ——" اچانک سر رحمان نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"احمق —— کون سر —— کون احمق ——" سوپر فیاض گڑبڑا گیا۔ اب اُسے کیا معلوم کہ سر رحمان کس احمق کی بات کر رہے ہیں۔

"وہی عمران —— اور کون۔ مجھے رپورٹ ملی ہے کہ تمھاری اس سے گہری چھنتی ہے ——" سر رحمان نے کہا۔

"نہیں سر ایسی تو کوئی بات نہیں —— میری تو اس سے ملاقات ہی نہیں ہوتی سر ——" فیاض نے جواب دیا۔

"تو میں غلط کہہ رہا ہوں —— جھوٹ بول رہا ہوں میں ——" سر رحمان پہلے سے بھی اکھڑ گئے۔

"مم۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں سر —— آپ سچ کہہ رہے ہیں سر ——" فیاض بوکھلا کر بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہوں ——" سر رحمان نے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا —— "بیٹھو تم کھڑے کیوں ہو گئے ——" سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور سوپر فیاض ایک بار پھر بیٹھ گیا۔ اب وہ انھیں کیا بتاتا کہ وہ کیوں کھڑا ہو گیا تھا —— وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ نجانے آج صبح کس منحوس کی شکل دیکھی تھی کہ دفتر آتے ہی جھاڑیں پڑنا شروع ہو گئیں —— اور پھر اُسے یاد آگیا کہ صبح ہی صبح اس نے تو آئینے میں اپنی ہی شکل دیکھی تھی اور وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔

"سنو میں نے تمھارے لیے ایک کام لیا ہے لیکن اگر تم نے اس کام کی ہوا بھی اس احمق عمران کو لگنے دی تو میں اپنے ہاتھوں سے تمھیں گولی مار دوں گا ——" سر رحمان نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔

"سر آپ بے فکر رہیں —— آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی ——" فیاض نے ان کا لہجہ نرم ہوتے ہی اطمینان کا سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔

"صدر مملکت نے باتوں ہی باتوں میں جب سیکرٹ سروس کی تعریف کی تو مجھے بہت غصہ آیا —— میں نے ان سے کہا کہ سیکرٹ سروس کو آپ نے خواہ مخواہ سر چڑھا رکھا ہے اگر آپ ہمیں کام دیں تو ہم بھی بتا سکتے ہیں کہ ہماری حیثیت کیا ہے ——" سر رحمان نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا —— فیاض خاموش بیٹھا رہا ظاہر ہے وہ سوائے دل میں سورۃ یٰسین پڑھنے کے اور کیا کر سکتا تھا۔ سیکرٹ سروس کے حوالے کے بعد اُسے معلوم تھا کہ کوئی خاص مار دھاڑ ٹائپ کا کام اس کے ذمہ لگایا جا رہا ہے کسی بین الاقوامی مجرم کو پکڑنے کا —— اور فیاض جانتا تھا کہ سمگلروں اور منشیات فروشوں اور حکومت کے خلاف سیاسی بنیادوں پر کام کرنے والوں کے علاوہ یہ بین الاقوامی قسم کے مجرم اس کے بس کا روگ نہ تھے لیکن اُسے معلوم تھا کہ اس نے ذرا بھی زبان ہلائی تو سر رحمان شاید اٹھ کر اس کا گلا ہی گھونٹ دیں گے —— اس لیے چپ کا بیٹھا رہا۔

"پھر اس بات پہ صدر مملکت نے بڑے طنزیہ انداز میں ایک

فائل میری طرف بڑھا دی اور ساتھ ہی کہا کہ یہ لیجئے کام اور مجھے بتلائیے کہ سنٹرل انٹیلی جنس واقعی سیکرٹ سروس سے زیادہ فعال ادارہ ہے ــــ" سر رحمان بتا رہے تھے۔

"یس سر ــــ" فیاض نے جواب دیا۔

"کیا یس سر ــــ یس سر لگا رکھی ہے ــــ بولو کیا تم یہ کام کر لو گے۔ یہ انٹیلی جنس کی عزت کا سوال ہے ــــ" سر رحمان ایک بار پھر اس پر الٹ پڑے۔

"بالکل سر ــــ بالکل ــــ" فیاض ایک بار پھر بوکھلا گیا۔

"تو اسے پڑھو اور مجھے بتاؤ کہ تم کام کا آغاز کہاں سے کرو گے"۔ سر رحمان نے ایک طرف پڑی ہوئی فائل اٹھا کر اس کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا ــــ فیاض نے بادل نخواستہ فائل اٹھائی اور اسے کھول کر پڑھنے لگا۔ فائل میں صرف ایک صفحہ تھا اور یہ خط سی آئی اے کے سربراہ کی طرف سے لکھا گیا تھا ــــ اور وزارت خارجہ کے نام تھا۔ فیاض اسے پڑھتا رہا لیکن پورا خط پڑھنے کے باوجود اس کے پلے کچھ بھی نہ پڑا ــــ لیکن ظاہر ہے اگر وہ یہ بات کر دیتا تو سر رحمان قیامت برپا نہ کر دیتے۔

"یس سر ــــ" فیاض نے فائل بند کر کے بڑے مؤدبانہ لہجے میں واپس سر رحمان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"سنو یہ انتہائی اہم کام ہے۔ معاہدے کی کاپی وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم میں محفوظ ہے۔ کافرستان کی سپیشل سیکرٹ ایجنسی اس معاہدے کی کاپی اڑانا چاہتی ہے جیسے ہم نے ناکام

بنانا ہے۔ سمجھے ــــ" سر رحمان نے کہا۔

"یس سر سمجھ گیا ہوں ــــ" فیاض نے جواب دیا۔ ظاہر ہے اس کے سوا وہ اور کہہ بھی کیا سکتا تھا۔

"تو بتاؤ تم کام کا آغاز کیسے کرو گے ــــ" سر رحمان نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا اور فیاض کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ اسے تو اس سارے کیس کے سر پیر کی ہی سمجھ نہ آئی تھی۔ وہ بتاتا کیا لیکن جواب بھی دینا تھا۔

"سر سپیشل سیکرٹ ایجنسی کو پکڑ لوں گا ــــ" فیاض نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں وہ تمہارے دفتر کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی ہو گی تاکہ تم اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا سکو ــــ" سر رحمان نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"س ـ سر ـ سر......" فیاض بوکھلا کر کچھ کہنے لگا پھر خاموش ہو گیا۔

"سنو تم نے اپنے آدمیوں سے وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم کی بھرپور نگرانی کرانی ہے ــــ اور اس کے ساتھ ساتھ وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم کے کسی بااختیار آدمی کو اغوا کر کے اس کی جگہ اپنا کوئی آدمی بھیج دو۔ تاکہ تمہیں لمحہ بہ لمحہ حالات کی خبر ہوتی رہے جیسے ہی سپیشل سیکرٹ ایجنسی کے آدمی یہ فائل اڑانے کے لیے کوشش کریں گے وہ ہماری نظروں میں آ جائیں گے اور ہم آسانی سے انہیں ٹریپ کر لیں گے ــــ" سر رحمان نے اس بار خود ہی لائن آف

ایکشن بناتے ہوئے کہا۔

"بالکل ٹھیک سر —— یہ بالکل ٹھیک ہے ——" فیاض نے یوں خوش ہوتے ہوئے جواب دیا جیسے اس نے مجرم پکڑ لیے ہوں۔

"کسے اغوا کرو گے ——" سر رحمان نے ایک بار پھر سوال جڑ دیا۔

"وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم کو سر ——" فیاض نے فوراً جواب دیا۔

"شٹ اپ یو نانسنس۔ احمق۔ اُلو —— ریکارڈ روم کو اغوا کرو گے ——" سر رحمان کا پارہ یک لخت آخری درجے پر پہنچ گیا —— اور فیاض یوں سہم گیا جیسے اس سے زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہو گئی ہو اور اب کسی بھی لمحے اس کے سر پر جوتے پڑنے والے ہوں۔

"مم۔ مم۔ میرا مطلب تھا سر ریکارڈ کیپر کو۔ ریکارڈ کیپر کو سر ——" فیاض نے بُری طرح سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ریکارڈ کیپر بہت ذمہ دار عہدے دار ہے۔ اُسے اغوا کرنے سے تمہارا آدمی مشکل میں پھنس جائے گا۔ اس کا کوئی اسسٹنٹ ہو تو اُسے اغوا کر لو ——" سر رحمان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"بہت بہتر سر۔ ٹھیک ہے سر ——" فیاض نے فوراً ہی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"اور سنو۔ پوری طرح ہوشیار رہنا اور مجھے ہر لمحے کی رپورٹ دینا اب جاؤ اور انتظامات کرو ——" سر رحمان نے کہا۔ اور فیاض یوں اٹھ کر تیزی سے دروازے کی طرف مڑا جیسے ایک لمحہ کی بھی دیر ہو گئی تو قیامت ٹوٹ پڑے گی۔

"ٹھہرو ——" اچانک سر رحمان نے کہا اور فیاض جو دروازے کے پاس پہنچ چکا تھا ٹھٹھک کر رک گیا اور پھر آہستہ آہستہ واپس مڑا۔ اس کے چہرے پر بے چارگی طاری تھی۔

"سنو اگر عمران کو تم نے اس کیس کی ہوا بھی لگنے دی تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہو گا۔ وہ ایکسٹو کا ٹاؤٹ ہے۔ وہ انہیں رپورٹ دے کر ہمارا سارا کھیل بگاڑ دے گا سمجھے ——" سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بہت بہتر سر ——" فیاض نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"جاؤ اور آج چار بجے مجھے رپورٹ دینا کہ تم نے کیا کیا ہے۔" سر رحمان نے کہا اور پھر ان کی نظریں اپنے سامنے پڑی ہوئی فائل پر ٹک گئیں اور فیاض ایک بار پھر تیزی سے پلٹ کر چک اٹھاتے باہر نکل گیا —— اس نے قہر آلود نظروں سے باہر کھڑے چپڑاسی کو دیکھا جس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا اپنے دفتر کی طرف بڑھتا گیا۔ اب سر رحمان کے دفتر سے باہر آنے کے بعد چہرے پر ایک بار پھر وہی رعونت آ گئی تھی جو دفتر میں بیٹھے ہوئے وہ اپنے آپ پر طاری کر لیتا تھا تاکہ ماتحتوں پر اس کا رعب قائم رہے —— دفتر میں داخل ہوتے اس نے بڑے غصے کے عالم میں کیپ سر سے اتار کر ایک طرف پھینکی اور پھر دھڑام سے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ اب غصے سے سُرخ ہو رہا تھا اُسے غصہ اپنے آپ پر آ رہا تھا کہ وہ آخر ایک ذمہ دار عہدے دار ہے۔ پھر سر رحمان کے سامنے جاتے ہی اس پر بیٹمی سی کیوں چھا جاتی

ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اُسے سر رحمان پر بھی بے اختیار غصہ آ رہا تھا جو اس سے اس طرح پیش آتے تھے۔ جیسے وہ سنٹرل انٹیلی جنس سپرنٹنڈنٹ ہونے کی بجائے گھسیارہ ہو۔ لیکن جلد ہی اُسے خیال آ گیا کہ سر رحمان نے چار بجے شام رپورٹ طلب کی ہے اور انہیں رپورٹ دینے کے لیے ضروری ہے کہ فوری طور پر کام کا آغاز کر دیا جائے ——— کام کے متعلق لائن آف ایکشن سر رحمان پہلے ہی دے چکے تھے کہ وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم کے اسسٹنٹ انچارج کو اغوا کر کے اس کی جگہ اپنا آدمی رکھنا تھا۔ لیکن فیاض کبھی وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم میں گیا ہی نہ تھا ——— اس لیے اُسے علم ہی نہ تھا کہ وہاں انچارج کون ہے اور اس کا اسسٹنٹ کون ہے۔ وہ کافی دیر تک بیٹھا سوچتا رہا کہ آخر وہ کس طرح اس اسسٹنٹ کو اغوا کرے اور اس کے میک اپ میں کس کو بھیجے۔ آخر سوچتے سوچتے اُسے ایک خیال آیا ——— اس نے تیزی سے ٹیلیفون اپنی طرف کھسکایا اور پھر رسیور اٹھا لیا۔

"یس سر ———" دوسری طرف سے اس کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

"وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم کے انچارج سے میری بات کراؤ ———" فیاض نے دھاڑتے ہوئے انداز میں کہا۔

"بہتر سر ———" دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا اور فیاض نے رسیور رکھ دیا ——— چند لمحوں بعد گھنٹی بجی تو اس نے جھپٹ کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس ———" فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سر وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم کے انچارج وحید بیگ صاحب لائن پر آ چکے ہیں ———" دوسری طرف سے پی اے نے بتایا۔

"بات کراؤ ———" فیاض نے تحکمانہ انداز میں جواب دیا اور پھر ایک ہلکی سی کلک کی آواز آئی۔

"میں وحید بیگ انچارج ریکارڈ روم وزارت خارجہ بول رہا ہوں" دوسری طرف سے ایک دھیمی سی آواز سنائی دی۔

"وحید بیگ صاحب میں سنٹرل انٹیلی جنس سے سپرنٹنڈنٹ فیاض بول رہا ہوں ———" فیاض نے بڑے بلند لہجے میں کہا۔

"جی فرمائیے ———" وحید بیگ کے لہجے میں ہلکی سی حیرت موجود تھی۔

"آپ کے کتنے اسسٹنٹ ہیں ———" فیاض نے سوال کیا۔

"جی ——— ایک اسسٹنٹ ہے اور وہ بھی آج ہی تعینات ہوا ہے۔ کیوں ———" وحید بیگ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"دیکھو۔ انٹیلی جنس کو جواب دیا جاتا ہے۔ پوچھا نہیں جاتا۔ اس لیے آئندہ کیا اور کیوں کے الفاظ بولنے سے پرہیز کیا کیجیے ———" فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بہتر جناب ——— فرمائیے ———" وحید بیگ نے ناگوار سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اسسٹنٹ کا نام بتائیے ———" فیاض نے فاخرانہ لہجے میں پوچھا۔

"اس کا نام ظفر احسن ہے ———" وحید بیگ نے مختصر سے الفاظ میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ اسے فوراً سنٹرل انٹیلی جنس کے ہیڈ کوارٹر بھجوا دیں۔ اسے کہیں کہ وہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کو رپورٹ کرے۔ ہم نے اُس سے پوچھ گچھ کرنی ہے ——" فیاض نے ایک خیال کے آتے ہی کہا۔

"سوری سر —— وہ اس وقت ڈیوٹی پر ہے۔ اگر آپ نے اُسے بُلانا ہے تو سیکرٹری سر سلطان سے بات کریں۔ وہ ان کے آرڈر پر بھی ڈیوٹی کے دوران عمارت سے باہر جا سکتا ہے ——" وحید بیگ نے اس بار سپاٹ لہجے میں کہا۔

"آپ کو پتہ ہے کہ آپ کس سے بات کر رہے ہیں ——" فیاض سوچے سمجھے بغیر ہی ہتھے سے اکھڑ گیا۔

"جی ہاں —— آپ انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ لیکن وری سوری اگر صدرِ مملکت بھی ریکارڈ روم سے کسی کو بلوائیں تو سیکرٹری کی اجازت ضروری ہے ——" وحید بیگ نے سرد لہجے میں کہا۔

"اچھا میں دیکھ لوں گا —— تھینک یو ——" فیاض نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا تھا۔ ظاہر ہے۔ صدرِ مملکت کے مقابلے میں فیاض کی کیا حیثیت تھی۔ ورنہ اس نے یہی سوچا تھا کہ اسسٹنٹ یہاں آئے گا تو اسے یہاں روک لیا جائے گا اور اس کی جگہ اس کے میک اپ میں اپنا آدمی بھیج دیا جائے گا۔ لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ فون سے اتنا تو فائدہ ہوا کہ اسسٹنٹ کا نام تو پتہ چل گیا —— لیکن آگے کیسے چلے یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ صرف نام سے تو سر رحمان مطمئن ہونے سے رہے۔ سوچتے سوچتے اچانک اسے عمران کا خیال آ گیا۔ لیکن پھر

سر رحمان کی ہدایت یاد آ گئی تو اس نے اپنا ارادہ بدل دیا —— ورنہ وہ جانتا تھا کہ عمران چٹکیوں میں یہ مسئلہ حل کر دیتا جو اس کے لیے پہاڑ جیسا بنا ہوا تھا —— اور پھر اچانک اسے ایک خیال آ گیا۔ اس نے تیزی سے کال بیل کا بٹن دبا دیا —— دوسرے لمحے چپراسی اندر داخل ہوا —— اور تقریباً رکوع کے بل فیاض کے سامنے جھک گیا۔

"اسلم شاہ کو بلاؤ فوراً ——" فیاض نے دہاڑتے ہوئے کہا۔

"یس سر ——" چپراسی نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر مڑ کر تیزی سے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا —— تھوڑی دیر بعد دروازے کی چک ہٹی اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر خوف و ہراس کے تاثرات نمایاں تھے۔ ظاہر ہے فیاض جیسے آدمی کی طلبی پر جو بھی ہو جائے کم نہیں ہوتا۔

"یس سر ——" آنے والے نوجوان نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہیں کتنا عرصہ ہو گیا ہے یہاں ملازمت کرتے ——" فیاض نے کاٹ کھانے والے لہجے میں پوچھا۔ وہ اپنے ماتحتوں پر رعب جمانا اپنا پیدائشی حق سمجھتا تھا۔ اس لیے ماتحت سے نرمی سے بات کرنا اس کے اصول کے خلاف تھا۔

"سر —— دس سال ہو گئے ہیں ——" ملازم نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"تو تم دس سالوں سے یہاں جھک مار رہے ہو —— لیکن تمہیں آج تک اتنا پتہ نہیں چلا کہ آفیسر کے کمرے میں داخل ہونے سے

پہلے اجازت طلب کی جاتی ہے۔ منہ اٹھائے اندر آجاتے ہیں۔ احمق ——" فیاض نے میز پر زور سے مکہ مارتے ہوئے چیخ کر کہا۔

"اوہ سوری سر ——" اسلم شاہ نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے واپس مڑا۔ وہ شاید دروازے کے باہر جا کر پھر اندر آنے کی اجازت طلب کرنا چاہتا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو ——" فیاض نے اسے واپس جاتے دیکھ کر چیخ کر پوچھا۔

"سس۔ سر —— اجازت لینے ——" اسلم شاہ نے مڑ کر ہکلاتے ہوئے کہا۔

"نان سنس —— احمق —— تمہیں اتنا معلوم نہیں کہ بغیر اجازت آفیسر کے کمرے سے باہر نہیں جاتے احمق۔ کس الو کے پٹھے نے تمہیں انٹیلی جنس میں بھرتی کیا تھا ——" فیاض کا غصہ پورے عروج پر پہنچ گیا۔ اور اسلم شاہ کی حالت دیکھنے والی ہو گئی۔ وہ بے چارا اب نہ باہر جا سکتا تھا اور نہ اندر آسکتا تھا۔

"ادھر آؤ —— آگے آؤ ——" فیاض نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"یس سر —— یس سر ——" اسلم شاہ نے یوں قدم آگے بڑھائے جیسے بکری قصائی کی طرف بڑھ رہی ہو۔

"تم میک اپ کے شعبے میں ہو ——" فیاض نے غراتے ہوئے پوچھا۔

"یس سر میں انچارج ہوں ——" اسلم شاہ نے سہمے لہجے میں جواب دیا۔

"گدھے ہو۔ بلکہ تم گدھے کے بچے ہو ——" فیاض نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ یس سر گدھے کا میک اپ بھی کر سکتا ہوں سر" اسلم شاہ شاید اب ذہنی طور پر بوکھلا چکا تھا۔

"کیا کر سکتے ہو —— کیا کہا تم نے ——" فیاض نے آنکھیں نکالتے ہوئے پوچھا۔

"سر گدھے کا میک اپ آپ نے خود ہی تو پوچھا تھا ——" اسلم شاہ نے بے اختیار ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"گدھے پر کسی کا میک اپ کر سکتے ہو۔ یا او —— اپنا کر سکتے ہو ——" فیاض نے پوچھا۔ ظاہر ہے لہجہ پھاڑ کھانے والا تھا۔

"آپ کا بھی کر سکتا ہوں جناب۔ میں نے میک اپ کے فن میں ہنڈوس تربیت حاصل کی ہے ——" اسلم شاہ نے ڈرتے ڈرتے کہہ دیا۔ فقرہ تو کہہ گزرا لیکن اس کے انداز سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے وہ بلا ٹکٹ باہر کی طرف دوڑ پڑے گا۔

"گڈ۔ تم اچھے آدمی ہو اسی طرح آفیسر کی تائید کرنے والا ترقی کر سکتا ہے۔ ارے ہائیں مگر تم نے تو آپ کا کہا تھا میں نے اپنا سمجھا" اچانک فیاض غصے کی شدت سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ پہلے شاید آپ کا کے الفاظ کو اپنا سمجھا تھا —— اصل الفاظ کی سمجھ اسے ذرا دیر بعد ہی آئی تھی۔

"سس۔ سر —— میں نے اپنا ہی کہا تھا۔ سر بھلا آپ کا گدھے پر میک اپ کا کیا فائدہ سر۔ اللہ تعالیٰ بڑا فنکار ہے سر ——" اسلم شاہ نے بری طرح گھبراتے ہوئے کہا۔ اس نے یہی سمجھا

تھا کہ فیاض اس کا گلا گھونٹ دے گا۔ لیکن آخری الفاظ باوجود گھبراہٹ کے اس کے لبوں سے پھسل ہی گئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے ہی گدھا بنا دیا ہے تو پھر اس پر میک اپ کرنے کا فائدہ ـــــ مگر یہ اسلم شاہ کی خوش قسمتی تھی کہ فیاض موٹی عقل کا واقع ہوا تھا۔ اس کے پلے بات نہ پڑی اور اسلم شاہ پر ٹوٹنے والی قیامت ٹل ہی گئی۔

"اچھا بیٹھو تم نے خواہ مخواہ میرا اتنا وقت ضائع کر دیا۔ بیٹھو میرا منہ کیا تک رہے ہو احمق ـــــ" اچانک فیاض کی دماغی رو پلٹ گئی اور اسے سر رحمان کی بات یاد آ گئی کہ چار بجے رپورٹ دینی ہے۔

"تھینک یو سر ـــــ تھینک یو سر ـــــ" اسلم شاہ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"سنو تم کتنی دیر میں ایک آدمی کا میک اپ دوسرے آدمی پر کر سکتے ہو ـــــ" فیاض نے اس بار نرم لہجے میں پوچھا۔

"سر اگر مکمل سامان ہو تو پندرہ منٹ میں ـــــ" اسلم شاہ نے جواب دیا۔

"گڈ سنو ـــــ ایک انتہائی ایمرجنسی مسئلہ ہے۔ اگر تمہاری کارکردگی اچھی رہی تو تمہیں ترقی ملے گی اور انعام بھی ـــــ وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم میں ایک اسسٹنٹ ہے ظفر الحسن۔ ہم نے سرکاری طور پر اس کی جگہ اپنا آدمی بھیجنا ہے۔ تم فوراً وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم میں جاؤ اور اس ظفر الحسن کو اچھی طرح چیک کر لو ـــــ اس کے بعد تم نے یہاں اس کے مطابق آدمی

ڈھونڈنا ہے۔ اس کے بعد مجھے رپورٹ کرو۔ پھر میں باقی بندوبست کر دوں گا ـــــ" فیاض نے اسے بڑے نرم لہجے میں سمجھاتے ہوئے کہا ـــــ یہ آفیسروں کا خاص طریقہ کار ہوتا ہے کہ جب ان کا اپنا مطلب ماتحتوں سے پھنس جاتا ہے تو وہ ان سے اس طرح نرمی سے پیش آتے ہیں۔

"مگر وہاں تو داخلہ ممنوع ہوتا ہے۔ میں وہاں کیسے جا سکتا ہوں" اسلم شاہ نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ میں تمہیں اتھارٹی لیٹر دے دیتا ہوں ـــــ" فیاض نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے سر۔ اس طرح میں اس کو اچھی طرح چیک کر لوں گا ـــــ" اسلم شاہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو جاؤ ـــــ" اپنی سیٹ پر بیٹھو لیٹر وہیں پہنچ جائے گا ـــــ" فیاض نے ایک بار پھر سخت لہجے میں کہا۔ اور اسلم شاہ تیزی سے اٹھا اور پھر سلام کرتا ہوا یوں دروازے کی طرف بڑھا جیسے موت اس کا پیچھا کر رہی ہو ـــــ اور فیاض نے لیڈی سیکرٹری کو بلانے کے لیے انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا تاکہ اسے لیٹر ٹائپ کرنے کی ہدایات دے دے۔

عمران نے کار گلفشاں کالونی کی اس کوٹھی کے سامنے روک دی۔ جہاں رات کو وہ نواب پیارے میاں کو چھوڑ گیا تھا۔ کوٹھی کے گیٹ پر کوئی نیم پلیٹ موجود نہ تھی۔ صرف نمبر پڑا ہوا تھا۔ عمران نے کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ آج اس نے خاص طور پر لکھنوی انداز کا لباس پہن رکھا تھا۔ سفید ململ کا انگرکھا۔ چوڑی دار پاجامہ اور سر پر ململ کی ہی چوگوشہ ٹوپی کے ساتھ ساتھ نئی سلیم شاہی جوتی۔ البتہ اس کے ہاتھوں میں تمباکو کی تھیلی موجود نہ تھی۔ اس نے آنکھوں میں سرمہ ڈال کر اس کی نوکیں باہر کو نکالی ہوئی تھیں۔ اور اس لباس میں وہ مکمل طور پر لکھنوی لگ رہا تھا۔ کاندھے پر سرخ رنگ کی شال تھی۔ جسے اس نے خاص انداز میں موڑ کر کاندھے پر ڈالا ہوا تھا۔

کال بیل بجنے کے چند ہی لمحوں بعد کوٹھی کے پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی ۔۔۔ اور پھر ایک باریک مونچھوں کے حامل نوجوان نے باہر جھانکا

"اجی قبلہ ۔۔۔ باہر تشریف لائیے۔ چلمن کی اوٹ سے کیوں جھانک رہے ہیں ۔۔۔" عمران نے نوجوان کو دیکھتے ہی خالص لکھنوی انداز میں کہا اور نوجوان حیرت سے آنکھیں پھاڑے باہر آ گیا۔ اس کے جسم پر پتلون اور ٹی شرٹ تھی ۔۔۔ لیکن ہونٹوں پر پان کا لاکھا موجود تھا۔

"جی قبلہ فرمائیے ۔۔۔ کس سے ملنا ہے حضور کو ۔۔۔" نوجوان نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا اور عمران اس کے لہجے سے ہی سمجھ لیا کہ وہ بھی خالص لکھنوی ہے۔ صرف لباس ہی انگریزی تھا۔

"ملنا۔ ہائے۔ اسی وصال کی گھڑی کو تکتے تکتے عمر بیت گئی ہے۔ مگر پیاری کی شکل نہ دیکھی آج تک ۔۔۔ ہائے ظالم نہ جانے چھب دکھا کر کہاں چھپ گئی ۔۔۔" عمران نے جواب میں اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بات کی جیسے ابھی ہارٹ اٹیک سے مرنے والا ہو۔

"حضرت آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ آپ کو پہلی بار دیکھا ہے ۔۔۔" نوجوان نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

"اب بار بار دیکھنے کی خواہش کرو گے میاں۔ ہمیں عمران میاں کہتے ہیں ۔۔۔ نواب پیارے میاں سے ملاقات کا شرف حاصل کرنا ہے۔ کوئی سبیل بھی ہو سکتی ہے ۔۔۔" عمران نے اس بار سیدھے الفاظ میں بات کر دی۔ کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ اگر اس نے بات سیدھی نہ کی تو سارا دن یہیں پھاٹک پر ہی گزارنا پڑے گا۔

"اوہ آپ نواب پیارے میاں سے ملاقات کے لیے تشریف لائے ہیں ۔۔۔ زہے نصیب تشریف لائیے میں پھاٹک کھولتا

"جی ہوں ۔۔۔۔" نوجوان نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑ کر دوبارہ ذیلی کھڑکی میں غائب ہو گیا ۔۔۔۔ چند لمحوں بعد پھاٹک کھل گیا اور عمران جو اسی دوران سٹیرنگ پر بیٹھ چکا تھا۔ کار کو آگے بڑھاتا لے گیا۔ کوٹھی خاصی وسیع و عریض اور شاندار تھی۔ پورچ میں کار روکتے ہی عمران باہر آگیا اور غور سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہ دراصل کوٹھی کی ساخت اور ڈیزائن دیکھ رہا تھا۔

"آئیے نشست گاہ میں تشریف رکھیے میں نواب صاحب کو اطلاع دیتا ہوں حضور کے تشریف لانے کی ۔۔۔۔" اتنی دیر میں پھاٹک بند کر کے وہی نوجوان واپس پہنچ گیا تھا ۔۔۔۔ اور پھر وہ عمران کو اپنے ساتھ لیے برآمدے کے کونے میں بنے ہوئے ایک بڑے سے کمرے میں لے آیا جہاں صوفوں کی بجائے خالص لکھنوی انداز کی نشست گاہ بنی ہوئی تھی ۔۔۔۔ قالین پر سفید چاندنی بچھی ہوئی تھی اور سنہرے رنگ کے غلاف چڑھے گاؤ تکیے موجود تھے۔ پیک دان بھی ہر گاؤ تکیے کے ساتھ موجود تھا اور درمیان میں ایک پیچوان بھی رکھا ہوا تھا جس کی نلکی کا سر شاید چاندی کا بنا ہوا تھا۔

"تشریف رکھیے ۔۔۔۔ اور فرمائیے کیا پینا پسند فرمائیں گے ۔۔۔۔" نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

"پینے پلانے کا شغل تو اس ملک میں حرام ہو گیا ہے۔ حضرت شاید آپ یہاں نو وارد ہیں ۔۔۔۔" عمران نے ایک گاؤ تکیے سے پشت لگا کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں ہمیں یہاں آتے ہوئے چند ہی روز گزرے ہیں۔ بہرحال شربت میں تو کوئی حرج نہیں ۔۔۔۔" نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر عمران کے سر ہلاتے ہی وہ تیزی سے مڑا اور کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا اور عمران بے اختیار ٹوپی ہٹا کر انگلی سے سر کھجانے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہاں اس قدر لکھنوی ماحول موجود ہے اور اسے آج تک خبر نہ ہوئی ۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی نوجوان ایک طشتری میں گلاس رکھے ہوئے واپس آیا۔ اس پر موتیوں کے کناروں والا سرپوش رکھا ہوا تھا۔ نوجوان نے بڑے مؤدبانہ انداز میں طشتری عمران کے سامنے رکھ دی۔

"قبلہ نواب صاحب ابھی تشریف لا رہے ہیں۔ آپ اس دوران شربت سے شوق فرمائیں ۔۔۔۔" نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"یہ قبلہ حکیم بڈھن کب سے یہاں رہتے ہیں حضرت ۔۔۔۔" عمران نے سرپوش ہٹا کر شربت کا بھرا ہوا گلاس ہاتھ میں پکڑتے ہوئے بڑے سرسری سے انداز میں پوچھا۔

"چند ہی روز ہوئے ہیں قبلہ کیوں ۔۔۔۔" نوجوان کے منہ سے بے اختیار نکلا ۔۔۔۔ اور وہ شاید خود ہی اپنے جواب پر چونک پڑا تھا۔

"اوہ پھر تو ٹھیک ہے ورنہ ہمیں زندگی بھر اپنی کوتاہی پر ملال رہتا کہ ہم یہاں رہتے ہوئے بھی اب تک قبلہ حکیم بڈھن کے نیاز حاصل کرنے میں ناکام رہے ۔۔۔۔" عمران نے بڑے بے نیازانہ لہجے میں جواب دیا۔ لیکن اس کا ذہنی دماغ اس نوجوان کے جواب پر چونک پڑا تھا کیونکہ کل نواب پیارے میاں نے بتایا تھا کہ حکیم بڈھن شروع سے ہی یہیں رہتے ہیں۔

"اچھا حضور مجھے اجازت عنایت فرمائیے ـــــ" نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اجازت ہے ـــــ" عمران نے بڑے شاہانہ انداز میں جواب دیا اور نوجوان مسکراتا ہوا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ عمران نے اپنے ذہن میں اٹھنے والے شک کے کانٹے کو خود ہی جھٹک دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ دن رات مجرموں سے نمٹ نمٹ کر اب اس کا ذہن بھی پولیس والوں جیسا ہو گیا کہ خواہ مخواہ ہر بات میں شک کا پہلو ڈھونڈھ نکالتا ہے ـــــ یہ بیچارے تکلف زدہ لوگ کیا جرم کر سکتے ہیں۔

"السلام علیکم حضرت ـــــ" اچانک دروازے سے نواب پیارے میاں کی آواز سنائی دی اور عمران چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور دوسرے لمحے وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے جھکے کانوں سے مکھیاں اڑا رہے تھے۔

"آداب عرض ـــــ تسلیمات تسلیمات ـــــ" عمران نے فرشی سلام کرتے ہوئے کہا ـــــ اور شاید جب ان دونوں کے ہاتھ مکھیاں اڑاتے اڑاتے تھک گئے تو وہ دونوں ہی سیدھے کھڑے ہو گئے۔

"قبلہ آپ کے فراق میں رات بھر کروٹیں بدلتا رہا ہوں۔ نجانے آپ نے کیا جادو کر دیا ہے ـــــ کسی کروٹ چین ہی نہ پڑتا تھا ـــــ" عمران نے بڑے پُرخلوص لہجے میں کہا۔

"آپ شرمندہ فرما رہے ہیں حضور ـــــ ہمیں بھی رات بھر آپ کی یاد تڑپاتی رہی ہے۔ تشریف فرمائیے ـــــ" نواب پیارے میاں نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور عمران کے بیٹھتے ہی وہ خود بھی بڑے تکلف بھرے انداز میں ایک گاؤ تکیے سے پشت ٹکا کر بیٹھ گئے۔

"حضرت آپ کی کمال مہربانی ہے کہ آپ نے ہم غریبوں کو یاد رکھا۔ پردیس میں اس قدر محبت کا تو ہم تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ اور پھر آپ کا لباس ـــــ مجھے یقین ہے کہ آپ کے قبلہ والد صاحب ضرور لکھنؤ سے تشریف لائے ہوں گے ـــــ" نواب پیارے میاں نے گفتگو کا آغاز فرماتے ہوئے کہا۔

"میری والدہ محترمہ کا تعلق لکھنؤ سے ہے حضرت ـــــ یہ سب انہی کا فیضان ہے اور یقین کیجئے کہ مجھے آپ سے مل کر دلی مسرت ہوئی ہے ـــــ" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ اچھا اچھا ہم سمجھ گئے ـــــ بہرحال فرمائیے آپ کی کیا خدمت کی جائے۔ آپ نہاری تو پسند فرمائیں گے ـــــ" نواب پیارے میاں نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران کو ناشتے کی بجائے نہاری کا لفظ سن کر لطف ہی آ گیا۔

"جی شکریہ قبلہ ـــــ اگر حضرت قبلہ حکیم بڈھن سے ملاقات کا شرف حاصل ہو جائے تو میں اپنی خوش قسمتی پر ہمیشہ نازاں رہوں گا ـــــ" عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"وہ ابھی تشریف لانے والے ہیں ـــــ دراصل نماز اور تلاوت کے بعد وہ وظائف میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ انھیں اطلاع دی جا چکی ہے۔ کچھ ہی دیر میں وہ تشریف لے آئیں گے۔ بڑے شفیق بزرگ ہیں قبلہ حکیم بڈھن ـــــ" نواب پیارے میاں نے جواب دیا۔

"ظاہر ہے حضور ___ اگلے وقتوں کے لوگ ہیں۔ مجسم شرافت۔ مجسم تہذیب ___ اور مجھے تو اپنی کم بختی پر ملال آ رہا ہے کہ اتنے شفیق بزرگ یہاں موجود ہیں اور میں آج تک ان کے نیاز نہ حاصل کر سکا ___" عمران نے جان بوجھ کر آخری فقرہ کہا تھا۔

"گوشہ نشین بزرگ ہیں قبلہ ___ نہ کہیں آنے کے نہ جانے کے۔ بس اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں ___" نواب پیارے میاں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مگر حضور شرافت تو خوشبو کی طرح پھیلتی ہے۔ پھر ہم میں کوئی کمی ہوگی کہ ہم اس خوشبو سے محروم رہے ___" عمران نے جواب دیا۔

"یہ آپ کا حسن ظن ہے حضرت ___" نواب پیارے میاں نے جواب دیا۔

"قبلہ میں وہ کھٹارا سی ٹم ٹم لے آیا ہوں۔ اگر آپ اور قبلہ حکیم بڈھن صاحب اسے رونق بخشیں تو میں آج آپ کو اس جگہ لے جاؤں گا ___ جہاں آپ کی دلچسپی کے پورے سامان موجود ہوں گے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ محظوظ ہوں گے ___" عمران نے کہا۔

"اچھا مگر وہ کیسی جگہ ہے حضرت ___" نواب پیارے میاں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"حضرت شہر کے وسط میں ایک کلب ہے۔ جہاں مشرقی بائی چھمن چھپری اپنی آواز کا جادو جگاتی ہے۔ خاص خاص افراد کے سامنے۔ اور آپ اور قبلہ حکیم صاحب تو وہاں مہمانان خصوصی ہوں گے ___" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ واقعی ایسی جگہ تو ہمارے لیے نعمت غیر مترقبہ ہوگی مگر میں فی الحال معذور ہی سمجھئے۔ ہم پردیس میں ایسی جگہوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ دراصل کچھ اچھا نہیں لگتا ___" نواب پیارے میاں نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا اچانک دروازے پر وہی نوجوان نظر آیا جو عمران کو یہاں بٹھا گیا تھا۔

"قبلہ حکیم بڈھن تشریف لانے والے ہیں ___" نوجوان نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور اس کی بات سنتے ہی نواب پیارے میاں یوں جھٹکے سے اٹھ کھڑے ہوئے جیسے ایک لمحہ کی بھی دیر ہوگئی تو قیامت ٹوٹ پڑے گی اور عمران کو بھی ظاہر ہے ان کی پیروی کرنی تھی اور عمران دل ہی دل میں اس تہذیب کو داد دینے لگا جہاں بزرگوں کا اس انداز میں ادب کیا جاتا ہے۔

"آداب عرض ہے ___" اچانک دروازے سے ایک لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"آداب عرض ہے حضور ___" عمران نے بے اختیار دروازے پر موجود سفید داڑھی والے بزرگ کے سامنے جھکتے ہوئے کہا۔

"جیتے رہو بیٹے ___ جگ جگ جیو ___" بزرگ نے بڑے شفقت بھرے انداز میں عمران کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

"قبلہ گاہی یہ عمران میاں ہیں جن کا ذکر ہم نے رات کو آپ سے کیا تھا ___" نواب پیارے میاں نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہمیں آپ جیسے نوجوانوں سے مل کر دلی مسرت ہوتی ہے عمران میاں ___" بزرگ جو یقیناً حکیم بڈھن تھے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور پھر حکیم بڈھن کے بیٹھتے ہی وہ دونوں بھی ان کے سامنے ادب سے بیٹھ گئے۔ عمران نے دیکھا تھا کہ نواب پیارے میاں باقاعدہ زانو تہہ کر کے بیٹھے تھے جیسے آدمی نماز میں بیٹھتا ہے اور ظاہر ہے عمران کو بھی اس کی پیروی کرنی پڑی تھی۔

"آپ کیا شغل فرماتے ہیں قبلہ ـــــ" حکیم بڈھن نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"حضور قوالوں کے پیچھے تالیاں بجاتا ہوں۔ بس گزر بسر ہو جاتی ہے" عمران نے شرمندہ سے لہجے میں جواب دیا اور حکیم بڈھن کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تیرنے لگی۔

"خاصا پر سعادت پیشہ ہے۔ بہرحال مدح حضور میں آپ بھی شامل ہوتے ہیں اور یہ بڑی سعادت ہے ـــــ" حکیم بڈھن نے کہا۔ اور عمران سوچنے لگا کہ یہ کیسے لوگ ہیں بس دنیا کی پیداوار ہیں۔

"قبلہ میں بے حد شرمسار ہوں کہ آپ کی یہاں موجودگی کے باوجود آج تک آپ کے نیاز حاصل نہ کر سکا ـــــ" عمران نے بڑے انکسارانہ لہجے میں کہا۔ ادب کی وجہ سے اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ لیکن وہ کن انکھیوں سے دیکھ کر ایک بار پھر چونک پڑا کہ نواب پیارے میاں نے بڑی صفائی سے حکیم بڈھن کو آنکھ ماری تھی جیسے کوئی بات سمجھانا چاہتا تھا

"اوہ کوئی بات نہیں فرزند۔ ملاقات جب بھی ہو باعث رحمت و سعادت ہوتی ہے ـــــ" حکیم بڈھن نے جواب دیا۔

لیکن اب عمران کے دل میں شک کا کانٹا جڑ پکڑ چکا تھا۔ اس کی چھٹی حس نے بے اختیار الارم بجانا شروع کر دیا تھا۔ اور شاید یہی وجہ تھی کہ اس بار اُسے حکیم بڈھن کا لہجہ کھوکھلا سا محسوس ہوا تھا۔

"قبلہ حضور ایک بات مجھے سمجھ نہیں آئی اگر بار خاطر نہ ہو تو مجھ نادان کو سمجھا دیجیے ـــــ" عمران نے کہا۔

"اوہ کون سی بات بیٹے ـــــ" حکیم بڈھن نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ اور اس بار عمران نے نواب پیارے میاں کو بھی چونکتے ہوئے دیکھا۔

"قبلہ یہ کوٹھی خالصتاً مغربی انداز میں تعمیر کی گئی ہے۔ اس میں کہیں سے بھی مشرقیت نہیں جھلکتی۔ جب کہ آپ جیسے بزرگ جب کوئی رہائش گاہ تعمیر فرمائیں تو یقیناً اُسے مشرقی انداز تعمیر کا حامل ہونا چاہیے ـــــ" عمران نے کہا ـــــ اب اس کے ذہن میں کئی باتیں کھٹک رہی تھیں۔

"ہاں آپ کے مشاہدے کی داد دینی پڑے گی۔ آپ نے خوب بات نکالی ہے۔ حضرت دراصل ہم نے اسے تعمیر شدہ ہی خریدا تھا ـــــ" حکیم بڈھن نے پھیکی پھیکی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ یہی بات ہو گی۔ بہرحال اس گستاخی پر معذرت خواہ ہوں۔ آپ سے ملاقات کر کے مجھے دلی مسرت ہوئی ہے۔ بس یونہی خیال آگیا تو سوال کرنے کی جرات کر بیٹھا تھا۔ اُمید ہے آپ بزرگانہ چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے معاف فرما دیں گے ـــــ" عمران نے معذرت خواہ لہجے میں کہا۔

"اوہ ایسی کوئی بات نہیں بیٹے ـــــ یہ سوال تو لازماً ذہن میں ابھرتا ہے۔ اب آپ مجھے اجازت بخشیں میرا مطالعے کا وقت ہو گیا ہے ـــــ" حکیم بڈھن نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

"جی آپ کی مہربانی —— ویسے آج کل آپ کے مطالعے میں کون سی کتب ہیں تاکہ ہم جیسے جاہل کندہ ناتراش بھی کم از کم ان کتابوں کے ناموں سے تو واقف ہو جائیں ——" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا —— جب سے اس کے ذہن میں شکوک نے ڈیرہ ڈالا تھا۔ اس کے لہجے پر چھائے ہوئے گہرے تکلفات کے بادل قدرے چھٹنے لگ گئے تھے۔

"بیٹے مثنوی مولانا روم اور دیوان غالب ہی مطالعے میں رہتے ہیں" حکیم بڈھن نے اس بار قدرے ناگوار سے لہجے میں جواب دیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا —— نواب پیارے میاں جو خاموش بیٹھے تھے ایک بار پھر احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے اور ظاہر ہے عمران کو بھی اٹھنا تھا۔ جب حکیم بڈھن دعائیں دینے کے بعد کمرے سے باہر چلے گئے تو عمران نواب پیارے میاں سے مخاطب ہوا۔

"قبلہ نواب صاحب —— کیا آج آپ ہمیں اپنی صحبت سے نہ نوازیں گے ——" عمران نے کہا۔

"ہم سخت شرمندہ ہیں حضرت —— آج ہمارا جی کچھ ماندہ ہے، باہر جانے کو مان ہی نہیں رہا۔ آپ ہمیں اپنے دولت خانے کا پتہ عنایت فرما دیں، تو شام کو ہم در دولت پر خود حاضری دیں گے اور آپ کے فیضان صحبت سے مستفید ہوں گے ——" نواب پیارے میاں نے جواب دیا۔

"اوہ قبلہ ہمیں بے حد سخت شرمندگی ہو رہی ہے کہ آپ کی طبیعت اچھی نہیں ہے اور ہم نے آپ کو تکلیف دی —— جہاں تک

میرے پتے کا تعلق ہے۔ میرا غریب خانہ ایک فلیٹ ہے —— ۲۰۰ کنگ روڈ پر۔ آپ کے شایان شان تو نہیں۔ بہرحال اگر آپ اسے رونق بخشیں تو ہمیں فخر ہوگا ——" عمران نے جواب دیا۔

"ہم ضرور حاضر ہوں گے —— ہم ایک بار پھر معذرت خواہ ہیں کہ آپ کا ساتھ نہ دے سکے ——" نواب پیارے میاں نے کہا۔ اور عمران نے جھک کر آداب بجا لاتے ہوئے دروازے کی طرف رخ کر لیا۔ نواب پیارے میاں نے بھی حسب روایت ایک بار کان سے مکھی اڑائی اور پھر وہ انہیں کار تک چھوڑنے آئے —— عمران نے کار کا رخ موڑا۔ تو وہی نوجوان پھاٹک پر موجود تھا۔ اس نے کار کا رخ مڑتے ہی پھاٹک کھول دیا اور عمران کار باہر نکال لے گیا۔ اس نے تیزی سے کار بائیں طرف موڑی اور پھر وہ آگے بڑھتا چلا گیا —— اس کی نظریں بیک مرر پر جمی ہوئی تھیں۔ اسے پھاٹک پر وہی نوجوان کھڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔ جب عمران کی کار کافی آگے پہنچ گئی تو نوجوان پھاٹک میں غائب ہوا اور عمران نے فوراً ہی کار ایک قریبی گلی میں موڑ دی۔ یہ گلی دو کوٹھیوں کے درمیان تھی اور اس میں کوڑا کرکٹ کے انبار موجود تھے۔ شاید یہ آمدورفت کے لیے استعمال نہ کیا جاتا تھا۔ عمران نے کار روکتے ہی سائیڈ سیٹ کو ایک جھٹکے سے اٹھایا —— اس سیٹ کے نیچے ایک چھوٹا سا صندوق نما خانہ بنا ہوا تھا۔ عمران نے اس میں موجود ایک پیکٹ کو باہر نکالا اور پھر اس نے ڈیش بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا تو کار کی کھڑکیوں اور بیک شیشے پر سیاہ رنگ کے شیشے چڑھتے چلے گئے۔ اب

باہر سے اندر نہ دیکھا جا سکتا تھا اور عمران نے پیکٹ کھولا تو اس میں ایک پتلون اور قمیض موجود تھی۔ دونوں کا رنگ گہرا تھا۔ عمران نے اپنا لکھنوی لباس اتارا اور یہ پتلون قمیض پہن لی۔ پیکٹ میں موجود لانگ بوٹ بھی وہ ساتھ ہی پہن چکا تھا ـــــ اور پھر لکھنوی لباس اس نے اس پیکٹ میں رکھا اور پیکٹ کو دوبارہ اسی خانے میں رکھ کر اس نے خانے میں موجود میک اپ باکس نکالا اور پھر اس کے ہاتھ تیزی سے اپنے چہرے کا میک اپ کرنے میں مصروف ہو گئے۔ دس منٹ بعد جب اس نے ہاتھ روک کر بیک مرر میں اپنی شکل دیکھی تو اس کا چہرہ پہلے سے بہت مختلف تھا۔ اب وہ ایک عام سا آدمی لگ رہا تھا۔ اس نے میک اپ باکس واپس خانے میں رکھا اور پھر اس کے نچلے حصے سے ایک چھوٹا سا چپٹا سا ماچس کی ڈبیوں جیسا باکس نکالا۔ اس باکس کا رنگ گہرا سیاہ تھا۔ باکس اس نے جیب میں رکھا اور سیٹ بند کر کے وہ کار کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا ـــ کار کو لاک کرنے کے بعد وہ تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ وہ اپنے شک کی تصدیق چاہتا تھا۔ اسی لیے اس نے حکیم بدھن کی کوٹھی میں وائرلیس ریکارڈر فٹ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا تاکہ اگر واقعی کوئی مشکوک بات ہو تو کھل کر سامنے آ جائے گی۔ گلی میں سے گزرتا ہوا وہ پچھلی سڑک پر آیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا واپس دائیں ہاتھ بڑھتا چلا گیا۔ اسی طرف کوٹھیوں کی پشت تھی اور تھوڑی دیر بعد عمران حکیم بدھن والی کوٹھی کے عقب میں پہنچ گیا۔ کوٹھی کی دیوار عام کوٹھیوں کی طرح معمولی سی بلند تھی اور عمران آسانی سے

اسے پھلانگ سکتا تھا۔ چنانچہ وہ دیوار کے قریب پہنچا اور پھر ادھر ادھر کسی کو نہ پا کر اس کے ہاتھ دیوار کے کنارے پر جم چکے تھے۔ اور پھر دونوں بازوؤں کے زور پر وہ اوپر اٹھتا چلا گیا۔ دیوار پر پہنچتے ہی وہ ایک لمحے کے لیے رکا۔ وسیع پائیں باغ خالی پڑا ہوا تھا اور دوسرے لمحے اس نے نیچے چھلانگ لگائی اور ایک باڑ کے پیچھے دبک گیا۔ کچھ دیر وہاں رکنے کے بعد جب اس نے اپنے گرنے کے ہلکے سے دھماکے کا کوئی ردعمل محسوس نہ کیا تو وہ باڑ کے پیچھے سے نکلا اور محتاط انداز میں چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ عمارت کی پشت پر موجود کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ احتیاط سے چلتا ہوا ان میں سے ایک کھڑکی کے پاس پہنچا۔ پہلے چند لمحے وہ کھڑکی کے نیچے دبکا رہا لیکن جب اس نے اندر مکمل خاموشی پائی تو وہ آہستہ سے اٹھا۔ یہ ایک بڑا سا کمرہ تھا جس میں ایک میز اور چند کرسیاں پڑی تھیں۔ عمران نے دونوں ہاتھ کھڑکی پر رکھے اور دوسرے لمحے وہ کمرے کے اندر پہنچ چکا تھا۔ کمرے کا اکلوتا دروازہ بند تھا۔ عمران اس دروازے کی طرف بڑھا اور پھر جب اس نے اس کا ہینڈل دبایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ وہ لاک نہ تھا۔ عمران نے باہر جھانکا تو یہ ایک طویل سی راہداری تھی۔ جس کے اختتام پر ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا۔ عمران دبے پاؤں اس دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ یہ دروازہ بھی آدھا کھلا ہوا تھا۔ عمران اس کے قریب جا کر رکا اور پھر اس نے اندر کی سن گن لی۔ مگر یہاں بھی مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ عمران نے آگے بڑھ کر اندر جھانکا۔ تو کمرے میں موجود بیڈ کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہ

کرسی کی خواب گاہ ہے۔ پلنگ کے ساتھ ہی ایک تخت پوش بھی موجود تھا۔ جس پر جانماز بچھی ہوئی تھی اور تخت پوش کے کنارے پر قیمتی قسم کی ایک تسبیح بھی موجود تھی۔ ساتھ رکھی ہوئی شیشے کی الماری میں کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ کمرے میں ایک دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ عمران آہستہ سے کمرے میں داخل ہوا تو اچانک ٹھٹھک کر رک گیا۔ اسے کسی کی مدھم سی آواز سنائی دی تھی۔ یہ آواز کمرے کے بیرونی کونے میں موجود ایک دروازے کی طرف سے آ رہی تھی۔ دو آدمیوں کے باتیں کرنے کی مدھم سی آواز ——— اور عمران تیزی سے اس دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دروازہ بند تھا۔ لیکن پوری طرح بند نہ ہونے کی وجہ سے ہلکی سی جھری موجود تھی جس سے شاید آواز اس کمرے میں سنائی دے رہی تھی۔ عمران نے کی ہول میں سے جھانک کر اندر دیکھا اور اس کی آنکھوں میں دلچسپی کے آثار ابھر آئے۔ یہ ایک کافی بڑا کمرہ تھا جس میں ہر طرف کتابوں سے بھری ہوئی الماریاں موجود تھیں۔ درمیان میں آرام کرسیاں رکھی ہوئی تھیں اور ان میں سے دو کرسیوں پر حکیم بڈھن اور نواب پیارے میاں موجود تھے۔

"قبلہ آپ کا فرمان درست ہے۔ مگر ہمارے خیال میں عمران ہم پر شک نہیں کر سکتا ———" نواب پیارے میاں کی آواز سنائی دی اور عمران اپنا نام سن کر چونک پڑا۔

"ٹھیک ہے پیارے میاں ——— اپنے معاملات آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ بہرحال ہمیں اس کی آنکھوں میں شک کی پرچھائیاں منڈلاتی صاف نظر آئی تھیں۔ ———" حکیم بڈھن نے جواب دیا۔

"بہرحال آپ کا کہا سر آنکھوں پر حضرت ——— ہم زیادہ محتاط رہیں گے ———" نواب پیارے میاں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— ہم بھی یہی چاہتے ہیں ———" حکیم بڈھن کی آواز سنائی دی۔

"اچھا قبلہ اب ہمیں اجازت دیجئے۔ نماز کا وقت ہونے والا ہے ———" نواب پیارے میاں نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بسم اللہ ———" حکیم بڈھن کی آواز سنائی دی اور عمران تیزی سے پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے جیب سے وہ وائرلیس ریکارڈر نکالا اور پھر اسے کتابوں والی الماری کی پشت پر رکھ کر زور سے دبا دیا ——— وائرلیس ریکارڈر وہاں چپک گیا۔ اسی لمحے قدموں کی آواز دروازے کی طرف آتی سنائی دی ——— اور عمران خاصی تیز رفتاری سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکلا اور پھر راہداری سے گزر کر وہ واپس اسی کمرے میں آیا جس میں وہ پہلے داخل ہوا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ کھڑکی سے کود کر پائیں باغ سے ہوتا ہوا دوبارہ عقبی دیوار تک پہنچ گیا تھا۔ اس نے باڑ کے پیچھے چھپ کر ادھر ادھر دیکھا اور دوسرے لمحے وہ اچھل کر دیوار پر سے ہوتا ہوا پچھلی طرف کی سڑک پر کود گیا اور چند لمحوں بعد وہ ہاتھ جھاڑتا ہوا واپس اپنی کار کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ اس کے ذہن میں عجیب سے خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ نواب پیارے میاں اور حکیم بڈھن میاں کا رکھ رکھاؤ تکلفات اور بودوباش کے مطابق وہ لکھنوی انداز کے عام

سے لوگ تھے ـــــ جن سے کسی قسم کے جرم کی توقع بھی نہ کی جا سکتی تھی۔ اور پھر نماز تسبیح اور تخت پوش پر بچھی ہوئی جانماز اس کے ذہن میں موجود تھی ـــــ لیکن اس کے ساتھ ہی حکیم بڈھن کی یہاں رہائش کے بارے میں بولے جانے والا جھوٹ اور عمران کے متعلق ان کی لائبریری میں ہونے والی گفتگو دوسرا رُخ ظاہر کر رہی تھی ـــــ خاص طور پر نواب بیلے میاں کا یہ فقرہ کہ عمران ہم پر شک نہیں کر سکتا اور پھر حکیم بڈھن کی محتاط رہنے کی تلقین۔ یہ سب باتیں اس طرف اشارہ کر رہی تھیں کہ یہ لوگ وہ نہیں جو کچھ نظر آ رہے ہیں ـــــ بہرحال اُسے اطمینان تھا کہ اس نے وائرلیس ریکارڈر اندر پہنچا دیا ہے۔ اس کا ٹیپ دانش منزل میں موجود ہے۔ اور عمران جانتا تھا کہ یہ وائرلیس ریکارڈر آدھا فتور ضرور ہے کہ اس کمرے کے ساتھ ملحقہ لائبریری میں ہونے والی گفتگو بھی دانش منزل کے ٹیپ تک پہنچا دے گا اور ہو سکتا ہے کوئی بات کھل کر سامنے آ جائے۔

گلی سے کار نکال کر وہ سڑک پر آیا اور پھر اس نے اس کا رُخ دانش منزل کی طرف موڑ دیا۔ تاکہ وہاں پہنچ کر وہ جلد از جلد وائرلیس ریکارڈر کا ٹیپ آن کر سکے۔

وحید بیگ گزشتہ پندرہ سالوں سے وزارت خارجہ میں کام کر رہا تھا لیکن آج تک اُسے ایسے حالات سے کبھی سابقہ نہ پڑا تھا۔ اس لیے اس کی ذہنی کیفیت نارمل نہ رہی تھی۔ اُسے اپنی جیب میں موجود ان مجرموں کا دیا ہوا قلم نما کیمرہ کسی سانپ کی طرح ڈس رہا تھا۔ وہ ایک سیدھا سادہ آدمی تھا۔ نہ ہی اس کی حب الوطنی کی آزمائش ہوئی تھی اور نہ ہی آج سے پہلے اس نے کبھی اس بارے میں سوچا تھا۔ وہ تو بس دفتر میں کام کرنے اور پھر گھر میں بچوں کے ساتھ کھیلنے والا آدمی تھا۔ جس کا حلقۂ احباب بھی محدود سا تھا۔ اس کی بیوی زرینہ بھی ایک عام سی گھریلو عورت تھی۔ اس کے چار بچے تھے جن میں سب سے بڑا آٹھ سال کا تھا اور سب سے چھوٹی بچی ابھی ڈیڑھ سال کی بھی نہ ہوئی تھی۔ وہ اپنی سیدھی سادی دنیا میں مگن تھا کہ اچانک اس پر یہ افتاد ٹوٹ پڑی تھی اور وہ

بوکھلا کر رہ گیا تھا۔ اس کا ذہن مسلسل بھونچال کی زد میں آیا ہوا تھا۔ ایک لمحے کے لیے اسے خیال آتا تھا کہ وہ جا کر سر سلطان کو سب کچھ صاف صاف بتا دے۔ لیکن دوسرے لمحے اس کی نظروں کے سامنے اپنے معصوم بچے سڑکوں پر بھیک مانگتے اور بیوی بدترین حالت میں نظر آتی تو وہ سر جھٹک کر اپنے آپ کو بہلانے کی کوشش کرتا کہ حکومت اپنے معاملات خود جانے وہ کیوں حب الوطنی کے چکر میں پڑ کر اپنے بچوں کا مستقبل تباہ کرے ۔۔۔ مجرموں کی شکلیں تو اس نے ضرور دیکھی تھیں لیکن یہ لوگ کہاں رہتے تھے۔ اس بارے میں اسے ذرا برابر بھی علم نہ تھا۔ اسے وہاں سے بے ہوش کر کے لایا گیا تھا اور جب اسے ہوش آیا تھا تو وہ اسی گلی میں اپنی کار کی نشست پر پڑا ہوا تھا ۔۔۔ اور پھر وہاں سے وہ اپنی رہائش گاہ پہنچ گیا۔ یہ غنیمت تھا کہ اس کی بیوی بچوں سمیت ہمسایوں کے گھر ایک دعوت پر گئی ہوئی تھی۔ اس کے لباس اور چہرے کی پریشانی اس سے چھپی رہ گئی ۔۔۔ اور پھر پوری رات وحید بیگ نے کروٹیں بدل بدل کر گزار دیں۔ اس کی بیوی نے پوچھا بھی سہی کہ وہ کیوں پریشان ہے لیکن اس نے اسے دفتری پریشانی کا کہہ کر ٹال دیا۔ صبح دفتر آتے ہی وہ اپنے کام میں پوری طرح منہمک نہ ہو سکا۔ وہ فائلیں اٹھاتا اور پھر انہیں پڑھے بغیر رکھ دیتا۔ اس کے انداز میں بے چینی سی نمایاں تھی۔ اور پھر یہ بے چینی اس وقت اور زیادہ بڑھ گئی جب سر سلطان نے اسے بلا کر کہہ دیا کہ حکومت نے اس پر کام کا زیادہ بوجھ دیکھتے ہوئے ایک اسسٹنٹ تعینات کیا گیا ہے۔

جو تھوڑی دیر بعد ہی پہنچ جائے گا۔ سر سلطان نے اسے بتایا کہ یہ اسسٹنٹ ہو سکتا ہے۔ کام کے معاملے میں زیادہ نہ جانتا ہو اس لیے اس کی ٹریننگ بھی وحید بیگ کے ذمہ ہو گی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس پر واضح کر دیا کہ اسسٹنٹ کا تعلق صرف دفتر کی حد تک ہو گا۔ وہ ریکارڈ روم میں داخل نہ ہو سکے گا اور وحید بیگ سر ہلاتا ہوا واپس آ گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد ایک وجیہہ سا سڈول جسم کا نوجوان دفتر پہنچ گیا۔ اس کا نام ظفر الحسن تھا۔ اور اس کے پاس باقاعدہ اپائنٹمنٹ لیٹر موجود تھا۔ وحید بیگ کام میں منہمک ہو گیا۔ لیکن اس کے انداز میں وہی بے چینی موجود تھی۔ اسے معلوم تھا کہ جب تک کسی فائل کی طلبی کا باقاعدہ حکم نہ آئے وہ ریکارڈ روم میں داخل نہیں ہو سکتا اور چونکہ ابھی تک کسی فائل کو طلب نہ کیا گیا۔ اس لیے وہ دفتر میں ہی موجود تھا۔ اور پھر اس وقت تو اس کے ذہن میں بھونچال آ گیا جب سنٹرل انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ نے باقاعدہ اسے فون کر کے ظفر الحسن کو اپنے دفتر میں طلب کیا تھا۔ ظفر الحسن اس وقت موجود نہ تھا۔ کیونکہ وہ ایک فائل پر دستخط کرانے سپرنٹنڈنٹ کے پاس گیا ہوا تھا۔ وحید بیگ کو ظفر الحسن کو انٹیلی جنس کے دفتر میں بھیجنے میں بھی کوئی اعتراض نہ تھا۔ لیکن وہ سپرنٹنڈنٹ کے بات کرنے کے انداز سے چڑ گیا تھا۔ وہ سپرنٹنڈنٹ ایسے بات کر رہا تھا جیسے وہ اپنے کسی ماتحت پر رعب جھاڑ رہا ہو۔ اس لیے وحید بیگ نے اسے ٹال دیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں کھد بد بھی شروع ہو گئی تھی کہ

انٹیلی جنس باقاعدہ اس کے دفتر کی نگرانی کر رہی ہے۔ ورنہ انہیں آج ہی کیسے اطلاع مل جاتی کہ ظفر الحسن وہاں آیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ یہاں ہونے والی ہر حرکت ان کی نظروں میں ہے اور اسی بات نے اُسے خوفزدہ کر دیا تھا ——— اُسے معلوم تھا کہ ریڈ فائل کی چوری اتنا بڑا دھماکہ ہے کہ اگر وہ پکڑا گیا تو اُسے بے دریغ گولی مار دی جائے گی اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا پورا خاندان معاشرے کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہو کر رہ جائے گا۔

"سر ——— آپ کچھ پریشان اور بے چین نظر آ رہے ہیں۔ خیریت ہے ———" اچانک قریب بیٹھے ظفر الحسن نے وحید بیگ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا اور وحید بیگ جو نجانے کب سے اپنے خیالات میں گم تھا۔ بُری طرح چونک اٹھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ اپنا کام کریں ———" وحید بیگ نے قدرے سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سر کام تو میں کر ہی رہا ہوں لیکن آپ کی حالت بھی میرے پیش نظر ہے۔ آپ بہت زیادہ پریشان نظر آتے ہیں ——— اگر ایسی کوئی پریشانی ہے۔ جسے میں حل کر سکتا ہوں تو میں حاضر ہوں۔ آخر میں آپ کا اسسٹنٹ ہوں ———" ظفر الحسن نے بڑے نرم لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔ کچھ گھریلو مسائل تھے۔ بہرحال تم اپنا کام کرو ———" وحید بیگ نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اُس نے ایک فائل اٹھا کر اُسے پڑھنا شروع کر دیا۔

ابھی چند منٹ گزرے ہوں گے کہ چپڑاسی ایک فائل لے کر پہنچا۔

اور اس نے وہ فائل وحید بیگ کے سامنے رکھ دی ——— اور اس فائل کو دیکھتے ہی وحید بیگ چونک پڑا۔ کیونکہ فائل کے کور سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ریکارڈ روم سے کسی فائل کی طلبی کا آرڈر آیا ہے۔ وحید بیگ نے فائل کھولی اور کاغذ پر دستخط کر کے ایک کاغذ چپڑاسی کو دے دیا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ فائل پہنچ جائے گی ———" وحید بیگ نے کہا اور پھر اُس نے میز کی دراز سے ایک فارم نکال کر اس پر اندراجات کرنا شروع کر دیئے ——— گو یہ فائل جو ریکارڈ روم سے طلب کی گئی تھی عام سی فائل تھی لیکن اس طرح ریکارڈ روم میں جانے کا بہانہ تو ہاتھ آ ہی گیا تھا اور اس فائل کو دیکھتے ہی وحید بیگ کا ذہن اچانک فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچ گیا ——— اس نے مسودہ مجرموں تک پہنچانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ کاغذات کے اندراجات کے بعد اُس نے وہ کاغذ اٹھا کر دیوار سے لگی ہوئی ایک لیٹر بکس نما مشین کے خانے میں ڈال دیا۔ اور مشین کا بٹن دبا دیا ——— یہ کمپیوٹر کنٹرول مشین تھی۔ اس کاغذ پر موجود اندراجات کے مطابق کمپیوٹر نے اُسے چیک کرنا تھا اور پھر کارڈ باہر بھیجنا تھا ——— اس کارڈ کے بغیر وحید بیگ بھی ریکارڈ روم میں داخل نہ ہو سکتا تھا ——— مشین کا بٹن آن ہوتے ہی مشین میں سے ہلکی ہلکی گونج کی آواز سنائی دیتی رہی اور پھر چند لمحوں بعد ایک ہلکے سے کھٹکے کے بعد ایک خانے میں سے ایک چھوٹا سا پنچ کارڈ باہر نکل آیا۔ وحید بیگ نے وہ پنچ کارڈ اٹھایا اور پھر ظفر الحسن سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ یہاں دفتر میں ہی رہیں گے۔ میں ریکارڈ روم سے مطلوبہ فائل

لے آؤں ۔"

"ٹھیک ہے سر ۔۔۔۔ ظفر الحسن نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

وہ بغور یہ سب کارروائی دیکھ رہا تھا۔ اور وحید بیگ مڑ کر کمرے کے آخر میں بنے ہوئے ایک فولادی دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ یہ دروازہ بظاہر کسی سیف کا نظر آ رہا تھا ۔۔۔۔ وحید بیگ نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پنچ کارڈ اس دروازے کی ایک پتلی سی جھری میں ڈال دیا۔ چند لمحوں بعد سیف کے اوپر لگا ہوا بلب جل اٹھا اور وحید بیگ ۔۔۔۔ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ہینڈل دبا کر دروازہ کھول دیا۔ اندر ایک لفٹ نما چھوٹا سا کمرہ تھا۔ وحید بیگ اندر داخل ہوا اور پھر جیسے ہی بیرونی دروازہ بند ہوا وہ کمرہ تیزی سے لفٹ کی طرح نیچے ہوتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد کمرہ ساکن ہوا تو اس کا اندرونی حصہ کسی دروازے کی طرح کھلتا چلا گیا ۔۔۔۔ وحید بیگ پہلے لاشعوری طور پر دوسری طرف جانے کے لیے قدم بڑھانے لگا مگر پھر ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس نے گریبان کے بٹن کھول کر اندر موجود وہ کیمرہ نما قلم باہر نکالا۔ یہ قلم اس نے بنیان کے ساتھ ٹک کیا ہوا تھا۔ قلم باہر نکال کر اس نے اپنے ایک بوٹ کا تسمہ کھولا اور پھر پیر باہر نکال کر اس نے وہ قلم جراب کے اندر پہنچا دیا۔ اور پھر بڑی احتیاط سے اس نے بوٹ دوبارہ پہن لیا۔ قلم اس نے اس انداز میں رکھا تھا کہ وہ بوٹ کے اندر ہی رہے اور اس پہ پیر کا دباؤ بھی نہ پڑے۔ پھر تسمے باندھ کر اس نے جھجکتے ہوئے انداز میں قدم آگے بڑھائے۔ آگے ایک چھوٹی سی راہداری تھی جس کے اختتام پر ریکارڈ روم کا آہنی دروازہ تھا اور پھر وحید بیگ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس راہداری میں جدید ترین چیکنگ مشین اس انداز میں نصب ہے کہ وہ راہداری میں گزرتے ہوئے نہ صرف ان کی شخصیت بلکہ ان سے متعلقہ ہر چیز کی باقاعدہ اور آٹومیٹک طریقے سے چیکنگ کریں گے ۔۔۔۔ اور جب یہ چیکنگ اوکے ہوگی تب ہی ریکارڈ روم کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ وحید بیگ نے قلم بوٹ کے اندر اس لیے چھپایا تھا کہ ان کا تجربہ تھا کہ کپڑے کے نیچے پہنے والی چیز کمپیوٹر چیک نہیں کر سکتا۔ شاید چیکنگ ریز چمڑے کو کراس نہ کر سکتی ہوں۔ کیونکہ ایک بار پہلے انھیں یہ تجربہ ہوا تھا کہ ان کے بوٹ میں ایک چابی گھس گئی تھی اور اس کا احساس نہیں رہا راہداری میں چلتے ہوئے انہیں احساس ہوا تھا اور پھر انھوں نے جیسے ہی بوٹ کھول کر چابی باہر نکالی، راہداری میں گونج پیدا ہوئی اور ریکارڈ روم کے دروازے پر خطرے کا سرخ بلب جل اٹھا تھا۔ چنانچہ وحید بیگ کو چابی واپس دفتر میں جا کر رکھنی پڑی تھی۔ تب وہ ریکارڈ روم میں جا سکے تھے۔ ریکارڈ روم میں جاتے ہوئے انھیں لوہے کی ہر چیز علیحدہ کرنا پڑی تھی ۔۔۔۔ اس لیے ان کے ذہن میں تھا کہ جب تک چابی بوٹ کے اندر رہی کمپیوٹر اسے چیک نہ کر سکا تھا۔ چنانچہ انھوں نے قلم اس بوٹ کے اندر ڈال لیا تھا ۔۔۔۔ انھیں خطرہ تھا کہ کہیں کمپیوٹر اس کے اندر موجود کیمرہ چیک نہ کر لے۔ چنانچہ انھوں نے ڈرتے ڈرتے راہداری میں قدم رکھا ۔۔۔۔ لیکن جب راہداری میں کوئی گونج پیدا نہ ہوئی تو ان کے چہرے پر اطمینان کے آثار ابھر آئے۔ ان کا سابقہ تجربہ درست ثابت ہوا تھا۔ چنانچہ راہداری کراس کر کے وہ ریکارڈ روم کے دروازے

پر پہنچے تو دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا اور وحید بیگ اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک وسیع و عریض ریکارڈ روم تھا جس میں موجود آہنی الماریوں میں انتہائی خفیہ فائلیں بند تھیں۔ وحید بیگ تیزی سے سنٹر میں رکھی ہوئی ایک بڑی سی الماری کی طرف بڑھے ـــــ ریڈ فائل اسی الماری میں موجود تھی۔ اس الماری کو ہاتھ لگانے سے پہلے وحید بیگ نے دوبارہ مخصوص انداز میں تالی بجائی تو الماری کے اوپر جلنے والا سرخ رنگ کا بلب بجھ گیا۔ یہ اس کا حفاظتی سرکٹ ختم کرنے کا جدید ترین طریقہ تھا اگر اس طرح تالی بجائے بغیر وہ اس الماری کو ہاتھ لگا بھی دیتے تو ہر طرف خطرے کے الارم بجنا شروع ہو جاتے۔ وحید بیگ چونکہ عرصے سے یہاں ملازم تھے اور ریکارڈ روم کے انچارج تھے۔ اس لیے انہیں ان سب باریکیوں کا بخوبی علم تھا۔ حفاظتی سرکٹ ختم ہوتے ہی انہوں نے تالے کے مخصوص نمبر لگائے اور الماری کے پٹ کھلتے چلے گئے۔ پٹ کھلتے ہی وحید بیگ نے جھپٹ کر اس میں پڑی ہوئی ریڈ فائل نکال لی ـــــ اور پھر تیزی سے بوٹ کے تسمے کھول کر اس میں سے وہ کیمرہ قلم باہر نکالا ـــــ کیمرہ قلم انہیں دیتے ہوئے اس کا طریقہ کار چونکہ انہیں اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا۔ اس لیے وحید بیگ نے بڑی پھرتی سے اسے آن کیا اور پھر فائل کھول کر اس میں موجود کاغذوں کی فوٹو قلم کے کیمرے میں محفوظ کرنے چلے گئے ـــــ انہیں اس کام میں زیادہ سے زیادہ دس منٹ لگے اور جب پوری فائل کے فوٹو قلم میں محفوظ ہو گئے۔ تو انہوں نے قلم کو دوبارہ بوٹ کے اندر رکھا اور پھر اس کے تسمے لگا

کر وہ سیدھے ہوئے اور انہوں نے بڑی احتیاط سے فائل بند کر کے دوبارہ الماری کے اندر رکھی اور اس کے پٹ بند کر کے تالے کے مخصوص نمبر واپس گھما دیئے ـــــ اس کے بعد انہوں نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر دوبارہ مخصوص انداز میں تالی بجائی اور حفاظتی سرکٹ آن ہو گیا۔ اب وہ اطمینان سے اس الماری کی طرف بڑھ گئے جہاں سے انہوں نے وہ فائل اٹھائی تھی جسے طلب کیا گیا تھا۔ یہ الماری چونکہ عام نوعیت کی تھی۔ اس لیے انہوں نے مخصوص نمبر لگا کر الماری کھولی اور اس میں موجود فائلوں میں سے مطلوبہ فائل نکالی۔ فائل کے اوپر لگے ہوئے کاغذ پر انہوں نے وہاں ایک پنسل سے دستخط کئے اور کاغذ دوبارہ اس جگہ رکھ کر انہوں نے الماری بند کر دی اور فائل اٹھائے واپس راہداری کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد وہ راہداری کراس کر کے واپس لفٹ میں پہنچ گئے۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی لفٹ اوپر چڑھنے لگی اور چند لمحوں بعد وہ اپنے دفتر میں واپس پہنچ گئے۔ ظفر الحسن دفتر میں موجود تھا۔ وحید بیگ فائل اٹھائے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اپنی میز پر پہنچے اور پھر ایک طویل سانس لیتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گئے۔

"آپ کو بہت دیر لگ گئی صاحب ـــــ" ظفر الحسن نے کہا اور وحید بیگ کو اس کی یہ مداخلت بے حد بری لگی۔

"آپ اپنے کام سے مطلب رکھیں ظفر صاحب۔ میں اس قسم کے تبصرے پسند نہیں کرتا ـــــ" وحید بیگ نے بڑے ناگوار لہجے میں جواب دیا اور پھر فائل کے اندراجات ایک رجسٹر پر کرنے کے بعد اس

نے گھنٹی بجائی۔ تو ایک چپڑاسی اندر داخل ہوا۔

"یہ فائل متعلقہ شعبے تک پہنچادو ـــــ" وحید بیگ نے رجسٹر اور فائل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یس سر ـــــ" چپڑاسی نے کہا اور پھر فائل اور رجسٹر لیے وہ تیزی سے واپس مڑتا چلا گیا۔ ابھی وہ دروازے سے باہر نکلا ہی تھا کہ ایک اور چپڑاسی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا ـــــ جناب سی۔ آئی۔ ڈی سے ایک صاحب ظفر صاحب سے ملنے آئے ہیں۔ ان کے پاس اتھارٹی لیٹر ہے ـــــ" چپڑاسی نے کاغذ وحید بیگ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"سی۔ آئی۔ ڈی سے ـــــ" ظفر الحسن نے چونک کر کہا۔

"بلاؤ انہیں ـــــ" وحید بیگ نے کاغذ کو غور سے دیکھتے ہوئے چپڑاسی سے مخاطب ہو کر کہا اور چپڑاسی مڑ کر واپس چلا گیا۔ چند لمحوں بعد ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

"سر ـــــ میں سی۔ آئی۔ ڈی سے حاضر ہوا ہوں ـــــ" نوجوان نے اندر آتے ہوئے کہا۔

"جی فرمائیے ـــــ" وحید بیگ نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے ظفر الحسن سے ملنا ہے ـــــ" نوجوان نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"جی فرمائیے ـــــ میرا نام ظفر الحسن ہے ـــــ" ظفر الحسن نے جواب دیا اور نوجوان اسے غور سے دیکھنے لگا۔

"آپ کی ملازمت کو کتنا عرصہ ہوا ہے ـــــ" نوجوان نے پوچھا۔ شاید اس کی آنکھوں میں پُراسرار سی چمک ابھر آئی تھی۔

"میں آج ہی ملازم ہوا ہوں۔ آج ہی میری ڈیوٹی کا پہلا دن ہے ـــــ" ظفر الحسن نے غور سے نوجوان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ صاحب درست کہہ رہے ہیں جناب ـــــ" نوجوان نے اس بار وحید بیگ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"جی ہاں درست کہہ رہے ہیں ـــــ" وحید بیگ نے اُلجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ اُسے اس بات کی سمجھ نہ آرہی تھی۔ کہ آخر ظفر الحسن کی چھان بین کیوں ہو رہی ہے ـــــ اُسے پندرہ سال ہو گئے ہیں ملازمت کرتے ہوئے اس کی چھان بین تو آج تک نہ ہوئی اور ظفر الحسن کو آج پہلا دن ہے اور آج ہی اس کی چھان بین بھی شروع ہوگئی۔

"آپ برائے مہربانی کل دفتر آنے سے پہلے اپنے کوائف سی۔ آئی۔ ڈی ہیڈ کوارٹر میں پہنچا دیں ـــــ" نوجوان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بس اتنی سی بات تھی۔ یہ بات تو آپ فون پر بھی کر سکتے تھے" ظفر الحسن نے قدرے مشکوک لہجے میں کہا۔

"سوری ـــــ مقصد آپ کو چیک کرنا بھی تھا۔ بہرحال یہ سوچنا ہمارا فرض ہے کہ کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں ـــــ" نوجوان نے کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر دروازے کے باہر کی طرف بڑھتا چلا گیا ـــــ ظفر الحسن اسے باہر جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے ظفر الحسن صاحب آپ میں سی۔ آئی۔ ڈی بہت زیادہ دلچسپی لے رہی ہے۔ صبح ان کے سپرنٹنڈنٹ کا فون آیا تھا۔

وہ بھی آپ ہی کے متعلق پوچھ رہے تھے ——" وحید بیگ نے کہا۔

"معلوم نہیں سر مجھے تو آج یہاں پہلا دن ہے ——" ظفر الحسن نے جواب دیا۔

"اچھا آپ ایسا کریں کہ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ مینجمنٹ سے جا کر کل کی فائلیں لے آئیں اور وہاں دستخط بھی کرا آئیں ——" وحید بیگ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر ——" ظفر الحسن نے جواب دیا اور پھر وہ اٹھ کر تیزی سے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا جیسے ہی وہ کمرے سے باہر نکلا۔ وحید بیگ نے بڑی پھرتی سے جھک کر اپنے بوٹ کے تسمے کھولے اور پیر باہر نکال کر اس نے بوٹ میں سے وہ قلم نکالا اور اسے میز کی دراز میں پڑے ہوئے اپنے بیگ کی جیب میں منتقل کر دیا۔ بیگ کو واپس دراز میں رکھ کر اس نے بڑی پھرتی سے بوٹ کے تسمے دوبارہ کس دیئے اور اب وہ اطمینان سے کرسی سے پشت لگا کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے ایسے تاثرات نمایاں تھے۔ جیسے اس نے کوئی بہت بڑا معرکہ سر کر لیا ہو۔

عمران کو دانش منزل میں داخل ہونے کے لیے باقاعدہ کوڈ دہرانے پڑے۔ کیونکہ وہ ایک نئے میک اپ میں تھا۔ اس لیے جب وہ آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو نے فوراً اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ ہر بار نیا جنم لیتے ہیں ——" بلیک زیرو کے لہجے میں حیرت کا عنصر نمایاں تھا۔

"جنم تو نہیں البتہ علاقے بدلتا رہتا ہوں۔ گھر سے نکلا تھا تو لکھنؤ سے نکلا تھا اور لکھنؤ سے نکلا تو سیدھا دارالحکومت پہنچ گیا۔ اب اس میں میرا کیا قصور ——" عمران نے میز کے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"لکھنؤ —— یہ لکھنؤ کہاں سے آن ٹپکا ——" بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"لکھنؤ لکھنؤ سے آیا ہے۔ نواب پیارے میاں اور قبلہ حکیم بڈھن جیسے کردار تو لکھنؤ سے ہی آسکتے ہیں ——" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ کوئی نئے مجرم ہیں ——" بلیک زیرو نے آنکھیں نکالتے ہوئے پوچھا۔

"مجرم تو شاید نہ ہوں لیکن اگر ہم اسی طرح جاسوس بنے رہے تو ہر شریف آدمی کو مجرم بنا کر ہی چھوڑیں گے۔ اچھا تم یہ بتاؤ کہ صفدر اپنی ڈیوٹی پر پہنچ گیا ہے ——" عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں —— پہنچ گیا ہے اور اب سے تھوڑی دیر پہلے اس نے فون بھی کیا تھا۔ اس کے کہنے کے مطابق ریکارڈ روم کا انچارج وحید بیگ غیر ضروری طور پر الجھا ہوا پریشان اور قدرے خوفزدہ محسوس ہو رہا ہے۔ چنانچہ میں نے اسے ہوشیار رہنے کے لیے کہہ دیا تھا۔" بلیک زیرو نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"یہ کلرک ٹائپ لوگ اسی طرح الجھے ہوئے اور پریشان رہتے ہیں۔ اگر صفدر کو بھی کچھ دن وہاں رہنا پڑا تو ہو سکتا ہے وہ وحید بیگ سے بھی زیادہ الجھ جائے ——" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

"بلیک زیرو لیبارٹری میں جا کر وائرلیس ٹیپ آن کر دو۔ میں ریکارڈر ایک جگہ فٹ کر آیا ہوں شاید لکھنؤ لائٹ اینجلس بن ہی جائے ——" عمران نے کہا۔

"یہ آخر آپ نے آج لکھنؤ کی رٹ کیوں لگا رکھی ہے۔ کیا وہ کافرستان سپیشل سیکرٹ ایجنسی لکھنؤ سے تو متعلق نہیں ——" بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کر لیبارٹری کی طرف بڑھ گیا۔ مگر عمران اس کی بات سن کر بری طرح چونک پڑا۔ اس کے ذہن میں گدگدی ہونے لگی۔ اس پہلو پر تو اس نے اب تک سوچا ہی نہ تھا۔ اب اسے پیارے میاں کا یہ فقرہ خاص طور پر یاد آ رہا تھا کہ عمران ہم پر شک نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر پیارے میاں اور حکیم بڈھن کا تعلق واقعی کافرستان کی سپیشل سیکرٹ ایجنسی سے ہے تو پھر یا تو یہ دونوں سرے سے واقعی احمق ہیں یا دوسری صورت میں انتہائی عیار۔

"آن کر دیا ہے عمران صاحب ——" بلیک زیرو نے واپس آتے ہوئے کہا۔

"گڈ —— اب کیپٹن شکیل اور تنویر کو فون کر کے ہدایات دے دو کہ وہ گل نشاں کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ کی نگرانی کریں ——" عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"آخر بات کیا ہے۔ کچھ مجھے بھی تو بتائیے۔ آپ تو اب مجھے بھی کیس کی ہوا نہیں لگنے دیتے ——" بلیک زیرو نے ٹیلیفون اپنی طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔

"ہوا لگ جائے تو آدمی بیمار ہو جاتا ہے اور میں تمہیں فی الحال بیمار کر کے آرام کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔ صرف اتنا بتا دیتا ہوں کہ اس کوٹھی میں حضرت نواب پیارے میاں والد قبلہ حکیم بڈھن رہتے ہیں۔ لکھنؤ تہذیب کے خالص نمائندے۔ اور یہ بھی کہ وائرلیس

ریکارڈ بھی اسی کوٹھی میں چھپا ہوا ہے۔ اب آگے کیا ہوتا ہے یہ کسی نجومی سے پوچھنا پڑے گا ۔۔۔۔" عمران نے کہا۔ اور بلیک زیرو نے جواب میں اس طرح سر ہلانا شروع کر دیا جیسے وہ ساری بات سمجھ گیا ہو۔ اس نے نمبر ڈائل کر کے جولیا کو ہدایات دینی شروع کر دیں کہ وہ شکیل اور تنویر کو گل فشاں کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ پر نگرانی کے لیے بھیج دے ۔۔۔۔ جولیا سے بات کر کے اس نے رسیور رکھا ہی تھا کہ گھنٹی بج اٹھی اور بلیک زیرو نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو ۔۔۔۔" بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"سر ۔۔۔۔ صفدر بول رہا ہوں، وزارت خارجہ آفس سے ۔۔۔۔" دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

"یس ۔۔۔۔" بلیک زیرو نے ایک ہی لفظ کہنے پر اکتفا کیا۔

"سر ۔۔۔۔ میری یہاں موجودگی میں انٹیلی جنس بے حد دلچسپی لے رہی ہے۔ وحید بیگ صاحب بتا رہے تھے کہ صبح سپرنٹنڈنٹ فیاض نے فون کر کے میرے متعلق پوچھا تو ابھی ابھی سی۔ آئی۔ ڈی کا ایک آدمی اتھارٹی لیٹر لے کر یہاں پہنچا ہے۔ وہ صرف مجھے دیکھنے میں مصروف رہا اور آئیں بائیں شائیں کر کے چلا گیا۔ ادھر وحید بیگ صاحب ایک بار ریکارڈ روم کے اندر گئے ہیں اور انھوں نے وہاں کافی دیر لگائی ہے۔ انھوں نے ایک فائل وہاں سے لینی تھی اور وہ بے حد الجھے ہوئے اور پریشان دکھائی دیتے ہیں ۔۔۔۔" صفدر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ صفدر کی آواز عمران کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔ چنانچہ اس نے ہاتھ بڑھا کر بلیک زیرو سے رسیور لے لیا۔

"تم ایسا کرو کہ وحید بیگ کی مکمل نگرانی کرو۔ جب وہ دفتر سے اٹھ کر جاتے تب بھی۔ باقی سوپر فیاض والا چکر میں خود دیکھ لوں گا۔" عمران نے ایکسٹو کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر ۔۔۔۔" دوسری طرف سے صفدر نے جواب دیا اور عمران نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

"یہ صفدر بار بار وحید بیگ کی پریشانی کا ذکر کر رہا ہے۔ صفدر جیسا آدمی تو خواہ مخواہ مشکوک نہیں ہو سکتا ۔۔۔۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اگر کچھ ہو گا تو اس کی نگرانی سے پتہ چل جائے گا۔ صفدر اب سائے کی طرح اس کی نگرانی کرے گا ۔۔۔۔" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ ابھی حالات کچھ واضح نہیں ہیں۔ بہر حال ہو جائیں گے۔ مگر یہ فیاض کہاں سے ٹانگ اڑا بیٹھا۔ ذرا فون ادھر کرنا ۔۔۔۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے فون اس کی طرف کھسکا دیا۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور پھر فیاض کے دفتر کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس سپرنٹنڈنٹ سی۔ آئی۔ ڈی ۔۔۔۔" چند لمحوں بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی اور عمران آواز سنتے ہی سمجھ گیا کہ یہ فیاض کے پی۔ اے ہاشمی کی آواز ہے

"سپرنٹنڈنٹ کے کیا کہنے ہیں جناب۔ دراصل میری ایک دوست سے شرط لگ گئی ہے۔ میں نے سوچا چلو آپ کو تو سپرنٹنڈنٹ کے

بجے آتے ہی ہوں گے ۔۔۔۔" عمران نے اپنے اصل لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

" اوہ عمران صاحب ۔۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ کے بچے تو فیاض صاحب ہی بتا سکتے ہیں میں تو پی۔ اے کے بچے بتا سکتا ہوں اور فیاض صاحب اس وقت سر رحمان کے ساتھ ریڈ پر گئے ہیں ۔۔۔۔" پی۔ اے ہاشمی نے ہنستے ہوئے جواب دیا وہ عمران کی آواز کو پہچانتا تھا۔

" ریڈ پر گئے ہیں۔ رحمان صاحب کے ساتھ۔ اسے پھر تو کوئی اونچی ہی سمگلر پھنسایا ہو گا میرے یار نے ۔۔۔۔" عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

" ارے نہیں عمران صاحب۔ اس بار وزارت خارجہ میں ریڈ کرنا ہے۔ معاملہ تو سنا ہے کوئی اونچا ہے۔ صبح رحمان صاحب نے فیاض صاحب کو خاصی جھاڑ پلائی تھی ۔۔۔۔" ہاشمی نے ہنستے ہوئے کہا۔

" اچھا بھئی بڑے آدمیوں کی بڑی باتیں ہوتی ہیں۔ انھیں جھاڑیں بھی بڑی کھانی پڑتی ہیں۔ بہرحال او۔ کے پھر کال کروں گا ۔۔۔۔" عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے تیزی سے کریڈل دبا دیا۔ اس کے چہرے پر یکلخت پریشانی کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ اس نے بڑی پھرتی سے سر سلطان کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

" یس سیکرٹری وزارت خارجہ آفس ۔۔۔۔" دوسری طرف سے سر سلطان کے پی۔ اے کی آواز سنائی دی

" سلطان صاحب سے بات کراؤ۔ میں عمران بول رہا ہوں "
عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" وہ تو موجود نہیں ہیں جناب۔ ابھی صدر مملکت کے پاس گئے ہیں۔ شاید ایک گھنٹے بعد واپس آئیں ۔۔۔۔" پی۔ اے نے جواب دیا۔

" اوہ اچھا ۔۔۔۔" عمران نے کہا اور پھر وہ ریسیور رکھ کر وہ تیزی سے اچھلا اور ڈریسنگ روم کی طرف بھاگتا چلا گیا۔ دس منٹ بعد جب وہ باہر نکلا تو وہ اپنے اصل چہرے میں تھا۔ البتہ اس نے لباس وہی پہلے والا ہی پہن رکھا تھا۔

" کیا ہوا عمران صاحب ۔۔۔۔" بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

" ابھی تو نہیں ہوا۔ لیکن شاید کچھ دیر میں لڑکا ہو جائے ۔۔۔۔" عمران نے جواب دیا اور پھر تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

فیاض کے چہرے پر اسلم شاہ کے جانے کے بعد ابھی تک برہمی کے آثار موجود تھے ظاہر ہے صبح صبح جھاڑ پڑ جانے کی وجہ سے اس کا موڈ آف ہو گیا تھا۔ گو اس نے اپنی جھاڑ کا بدلہ اسلم شاہ سے لے لیا تھا لیکن اس کے باوجود اس کا موڈ درست نہ ہو رہا تھا۔ اور اس کا جی چاہ رہا تھا کہ کسی طرح اس نامراد سپیشل سیکرٹ ایجنسی کا پتہ چل جائے تو وہ اس کی گردن پکڑ کر سر رحمان کے سامنے جا کر کھڑا کر دے اور انھیں بتلائے کہ فیاض صرف جھاڑیں سننے کے لیے وجود میں نہیں آیا وہ کام بھی کر سکتا ہے لیکن اسلم شاہ کو گئے ہوئے کافی وقت ہو گیا تھا لیکن وہ ابھی تک واپس نہ آیا تھا اور نہ ہی اس کی طرف سے کوئی اطلاع تھی۔ اور اب اس بات پر فیاض کو دوبارہ غصہ آتا جا رہا تھا۔

"میں حاضر ہو سکتا ہوں باس ـــــ" اچانک دروازے پر اسلم شاہ کی مؤدبانہ آواز سنائی دی

" اوہ تم آؤ۔ یہ کیا تم اجازتیں مانگ کر وقت ضائع کر رہے ہو تمھیں نہیں معلوم ہمارا وقت کتنا قیمتی ہوتا ہے ـــــ" فیاض اس پر چڑھ دوڑا۔

"جناب آپ نے ہی فرمایا تھا کہ اندر آنے سے پہلے اجازت مانگنی چاہیئے ـــــ" اسلم شاہ نے دبے دبے لہجے میں کہا۔

"کہا ہوگا۔ وہ اور وقت تھا۔ بتاؤ کیا رپورٹ ہے ـــــ" فیاض نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔

"سر ـــــ عجیب و غریب بات نظر آئی ہے ـــــ" اسلم شاہ نے فوراً ہی پرجوش لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ـــــ کیا تمھیں وہاں جن بھوت ناچتے ہوئے نظر آ گئے تھے ـــــ" فیاض نے چونکتے ہوئے پوچھا

"جناب جس آدمی کو چیک کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ تاکہ آپ اس کے میک اپ میں اپنا آدمی بھیج سکیں ـــــ" اسلم شاہ کا لہجہ اور زیادہ پرجوش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔

" تو کیا ہوا۔ کیا وہ آدمی مر گیا ہے۔ پاگل ہو گیا ہے۔ غائب ہو گیا ہے۔ کیا ہوا اسے ـــــ" فیاض نے بری طرح جھنجھلا کر میز پر مکہ مارتے ہوئے کہا۔

"جناب وہ آدمی خود میک اپ میں تھا ـــــ" اسلم شاہ نے جواب دیا اور پہلے چند لمحے تو فیاض حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسلم شاہ کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ کرسی سے یوں اچھلا جیسے اس

کے پیروں کے نیچے ہائی وولٹیج کی ننگی تار آگئی ہو۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ کیا یہ ٹھیک ہے ـــــ" فیاض نے بھاگ کر اسلم شاہ کے کاندھوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ جوش کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔

"جج ـــ جی ہاں جناب ـــ بالکل جناب۔ میری ساری عمر اسی کام میں گزری ہے جناب۔ میں ایک لمحے میں میک اَپ کو پہچان لیتا ہوں جناب ـــ" اسلم شاہ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ ویری گڈ ـــ اب پتہ چلے گا سر رحمان کو کہ فیاض کیا ہے ـــ" فیاض نے خوشی سے بے اختیار اچھلتے ہوئے کہا اور پھر وہ یوں تیزی سے دروازے کی طرف دوڑا جیسے اولمپک مقابلوں میں حصہ لے رہا ہو اور اسلم شاہ حیرت سے اُسے جاتا دیکھتا رہا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ فیاض جیسا رکھ رکھاؤ والا افسر یوں بچوں کی طرح دوڑ بھی سکتا ہے ـــ اور پھر وہ اسی حیرت بھرے انداز میں چلتا ہوا دروازے کے پاس پہنچا ہی تھا کہ اچانک فیاض ایک دھماکے سے اس کے ساتھ ٹکرایا اور اسلم شاہ پشت کے بل فرش پر جا گرا۔ جبکہ فیاض بھی لڑکھڑاتا ہوا آگے کی طرف گرنے لگا مگر اس کے دونوں ہاتھ آفس ٹیبل پر جم گئے اور وہ سنبھل گیا۔

"اُلو کے پٹھے دروازے میں کھڑے ہو جاتے ہیں احمق ـــ" فیاض نے اُچھل کر سیدھے ہوتے ہوئے چیخ کر کہا اور پھر اس نے انتہائی تیزی سے سائیڈ سٹینڈ پر لگی ہوئی اپنی کیپ اتاری اور دوسرے لمحے پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے بھاگتا ہوا دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ اسلم شاہ نے جو اس وقت کراہتا ہوا اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بڑی مشکل سے اپنے آپ کو دوبارہ فیاض کی زد میں آنے سے بچایا۔

فیاض سر پر کیپ جماتا ہوا تقریباً دوڑتا ہوا سر رحمان کے دفتر کے دروازے پر پہنچا۔ ہیڈ کوارٹر میں موجود افراد حیرت سے سوپر فیاض کو اس طرح دوڑتے ہوئے دیکھ رہے تھے لیکن فیاض کو اس وقت کسی بات کا ہوش نہ تھا۔ سر رحمان کے دروازے پر موجود چپڑاسی فیاض کو یوں بھاگتا ہوا اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر حیرت سے سٹول پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر فیاض نے اس کی طرف دیکھے بغیر دروازے پر پڑی ہوئی چک اٹھائی اور غڑاپ سے دفتر میں داخل ہو گیا۔

"سس سس سر۔ مجرم مجرم ـــ" فیاض نے بُری طرح ہانپتے ہوئے سر رحمان سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ ان کی میز کے بالکل قریب جا کر رکا تھا۔ سر رحمان حیرت اور غصے سے اُسے دیکھ رہے تھے۔

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو ـــ" سر رحمان کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ اور یہ ان کے انتہائی غصے کی واضح نشانی تھی۔

"سر وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم میں جو نیا اسسٹنٹ ظفر الحسن آج تعینات ہوا ہے۔ وہ سر میک اَپ میں ہے۔ وہ سپیشل سیکرٹ ایجنسی کا ممبر ہے۔ سر ـــ آپ نے حکم دیا تھا سر کہ ۔۔۔۔۔" فیاض کسی ٹیپ کی طرح بولتا چلا گیا۔ مگر اس بار سر رحمان کی بھی وہی حالت ہوئی جو اسلم شاہ کی بات سن کر فیاض کی ہوئی تھی۔

"کیا تم ٹھیک کہہ رہے ہو ـــ" سر رحمان اچھل کر ریوالونگ چیئر

سے کھڑے ہو چکے تھے۔

"جی ہاں سر ——— چیف میک اَپ مین اسلم شاہ نے خود جا کر چیک کیا ہے سر ———" فیاض نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"کہاں ہے وہ اسلم شاہ ———" سر رحمان نے تیز لہجے میں کہا۔

"وہ سر میرے دفتر کے فرش پر پڑا ہوا ہے سر ———" فیاض نے بوکھلا کر جواب دیا۔

"دفتر کے فرش پر پڑا ہوا ہے۔ کیا مطلب ———" سر رحمان کا چہرہ اچانک غصے کی شدت سے سرخ ہو گیا۔

"بس سر سوری سر۔ وہ میرے ساتھ ٹکرانے کی وجہ سے گر پڑا تھا۔ وہ اب اٹھ گیا ہو گا سر۔ جب میں کیپ اٹھا کر آ رہا تھا سر۔ تو وہ اٹھ رہا تھا سر ———" فیاض بوکھلاہٹ میں ناچ ہی گیا۔ وہ کہنا کچھ چاہتا تھا منہ سے کچھ نکلتا تھا اور سر رحمان نے جھنجھلا کر میز پر زور سے مکہ مارا۔ دوسرے لمحے چپڑاسی تیزی سے اندر داخل ہوا

"چیف میک اَپ مین اسلم شاہ کو بلا دو بھادری ———" سر رحمان نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور چپڑاسی سر ہلاتا ہوا تیزی سے باہر نکل گیا۔ سر رحمان اب اپنے آپ کو سنبھال چکے تھے۔ چنانچہ وہ دوبارہ اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ جبکہ فیاض اُسی طرح بوکھلائے ہوئے انداز میں میز کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

"بیٹھ جاؤ اور مجھے تفصیل بتاؤ ———" سر رحمان نے نرم لہجے میں کہا اور فیاض تیزی سے نہ صرف کرسی پر بیٹھا بلکہ اُس نے شروع سے لے کر اب تک کی تمام کہانی بھی تفصیل سے سنانی شروع کر دی۔

"تو تم نے اسلم شاہ کو باقاعدہ اتھارٹی لیٹر جاری کر دیا۔ تاکہ مجرم وہاں سے بھاگ جائے ———" سر رحمان کو ایک بار پھر غصہ آنے لگا۔

"سر اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ وہاں داخلہ ممنوع تھا۔ سر ———" فیاض نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ سر رحمان مزید کوئی بات کرتے۔ اسلم شاہ اندر داخل ہوا۔ وہ بُری طرح سہما ہوا تھا۔

"اسلم شاہ وہ اسسٹنٹ میک اَپ مین تھا ———" سر رحمان نے اسلم شاہ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"جی ہاں جناب میک اَپ مین تھا اور میک اَپ بھی انٹی ایمونیا گلاسک تھا جس کے متعلق عام لوگوں کو علم بھی نہیں ہے اور نہ ہی وہ عام ایمونیا سے دُھلتا ہے۔ اُسے صرف فالک کریم سلوشن سے صاف کیا جا سکتا ہے سر ———" اسلم شاہ نے اپنی فنی مہارت بھی چیف باس کے سامنے جھاڑنی شروع کر دی۔

"ہوں ——— ٹھیک ہے۔ تم فوراً سلوشن لے آؤ۔ تم نے ہمارے سامنے وہ میک اَپ صاف کرنا ہے اور فیاض تم فوراً ریڈنگ پارٹی تیار کر لو۔ ہتھکڑی بھی ساتھ لے لو۔ میں خود تمہارے ساتھ چلوں گا ———" سر رحمان نے تیز لہجے میں کہا۔ اور فیاض یس سر۔ یس سر کہتا ہوا کرسی سے اٹھا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا دفتر سے باہر نکلتا گیا۔

فیاض کے باہر جاتے ہی ایک لمحے کے لیے سر رحمان نے سوچا کہ وہ سر سلطان کو فون کر کے اپنے ریڈ کے متعلق بتا دیں مگر دوسرے لمحے انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ انہیں معلوم تھا کہ سر سلطان

اُسے اپنے وقار کا مسئلہ بنالیں گے۔ چنانچہ انھوں نے اچانک چھاپہ مارنے کا پروگرام بنایا۔

"سر جیپ تیار ہے" ___ اُسی لمحے فیاض نے اندر آتے ہوئے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے" ___ سر رحمان نے کہا اور پھر انھوں نے میز کی دراز کھول کر کوئی چیز باہر نکال کر اپنی جیب میں منتقل کی۔ اور اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتے دروازے سے باہر نکلتے چلے گئے۔

باہر دو بڑی جیپیں موجود تھیں۔ جن میں سے ایک جیپ پر ریڈنگ پارٹی اور دوسری جیپ میں اسلم شاہ اپنے ہاتھ میں ایک بیگ لٹکائے بیٹھا ہوا تھا۔ سر رحمان ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئے اور فیاض نے پچھلی سیٹ سنبھال لی۔ ان کے بیٹھتے ہی ڈرائیور نے ایک جھٹکے سے جیپ آگے بڑھائی۔ فیاض اُسے شاید پہلے منزل مقصود کے متعلق بتا چکا تھا۔ اس لیے انٹیلی جنس کے ہیڈ کوارٹر سے نکل کر دونوں جیپیں انتہائی تیز رفتاری سے وزارت خارجہ کے سیکرٹریٹ کی طرف بڑھتی چلی گئیں۔

صفدر صبح سے ظفر الحسن کے نام سے وزارتِ خارجہ کے ریکارڈ روم میں موجود تھا۔ ایکسٹو نے اُسے رات ہی اس بارے میں ہدایات دے دی تھیں اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا تھا کہ اطلاع ملی ہے کہ مجرم وزارتِ خارجہ کے ریکارڈ روم سے کوئی فائل اڑانا چاہتے ہیں۔ اس لیے اُسے وہاں بطور اسسٹنٹ بھیجا جا رہا ہے تاکہ کسی بھی مشکوک صورتِ حال کے سامنے آتے ہی وہ معاملات کو کنٹرول بھی کر سکے اور ایکسٹو کو اطلاع بھی دے۔ ظفر الحسن کا نام بھی ایکسٹو نے ہی اُسے بتایا تھا۔ چنانچہ صفدر صبح ہی صبح میک اَپ کر کے اور عام سا لباس پہن کر وزارتِ خارجہ کے سیکرٹریٹ پہنچ گیا۔ جہاں سپرنٹنڈنٹ اسٹیبلشمنٹ برانچ سے اُسے اپنا اپائنٹمنٹ لیٹر مل گیا اور پھر اُس نے ریکارڈ روم آفس میں اپنی ڈیوٹی سنبھال لی۔ اس کی ٹیبل ریکارڈ روم کے انچارج وحید بیگ کے کمرے میں لگائی گئی تھی اور اس نے انہی کے

اسسٹنٹ کے فرائض ادا کرنے تھے۔ اس کے اپنے خیال کے مطابق ریکارڈ روم کا راستہ چونکہ اس آفس سے ہی جاتا تھا اور اُسے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ ریکارڈ روم میں زبردست سائنسی حفاظتی انتظامات موجود ہیں اور اس کے باوجود اس میں سوائے وحید بیگ کے اور کوئی نہیں جا سکتا۔ اس لیے زیادہ تر وحید بیگ کی نگرانی کرتا تھی کیونکہ اگر مجرم ریکارڈ روم سے کوئی فائل اڑانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے سب سے اچھا ٹارگٹ وحید بیگ ہی تھے۔ لیکن وحید بیگ کے پاس بیٹھے ہوئے اس نے بُری طرح یہ محسوس کیا کہ وحید بیگ ذہنی طور پر انتہائی پریشان اور اُلجھا ہوا ہے۔ اس کی حالت سے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی خاص اُلجھن میں پھنسا ہوا ہے اور کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا —— ظاہر ہے وحید بیگ کی یہ ذہنی کیفیت صفدر کے نزدیک انتہائی مشکوک تھی۔ لیکن وہ بغیر ایکسٹو سے بات کیے کچھ نہ کر سکتا تھا اور نہ صرف شک کی بنا پر وحید بیگ کے خلاف کوئی ایکشن لے سکتا تھا —— وحید بیگ میک اپ میں نہ تھا۔ اس بات کا وہ جائزہ پہلے ہی لے چکا تھا۔ ورنہ پہلے اُسے یہی خیال آیا تھا کہ وحید بیگ کی جگہ شاید مجرموں کا کوئی آدمی ہو لیکن پھر اس نے اپنا خیال ترک کر دیا کیونکہ ایک تو وحید بیگ اپنی اصل شکل میں تھا اور دوسری بات یہ کہ اگر وحید بیگ کی جگہ کوئی اور آدمی ہوتا تو وہ اس طرح پریشان اور اُلجھا ہوا نہ ہوتا۔ بلکہ وہ تو اپنے آپ کو شک سے بالاتر رکھنے کے لیے عام حالات سے بھی زیادہ اپنے آپ کو مطمئن ظاہر کرنے کی کوشش کرتا۔ اس نے وحید بیگ

کو بھی ٹٹولنے کی کوشش کی۔ لیکن وحید بیگ نے اُسے بُری طرح جھاڑ دیا۔ پھر ٹوائلٹ جانے کے بہانے اس نے ایکسٹو کو بھی اس امر کی رپورٹ دے دی لیکن ایکسٹو نے اُسے صرف نگرانی کی ہدایت کر دی اور اس امر کے بارے میں کوئی واضح ہدایت نہ کی۔ چنانچہ صفدر واپس اپنی سیٹ پر آ گیا اور پھر وحید بیگ اس کے سامنے ایک فائل لینے کے لیے ریکارڈ روم میں گیا اور اس کی عدم موجودگی میں صفدر نے اس کی میز کی درازوں کی مکمل تلاشی لے لی۔ لیکن درازوں میں عام سرکاری کاغذات کے علاوہ اور کچھ نہ تھا —— البتہ وحید بیگ کا ہینڈ بیگ موجود تھا۔ جو وہ اپنے ساتھ گھر سے لے آتا تھا اور لے جاتا تھا۔ اسی ہینڈ بیگ کی تلاشی بھی صفدر نے اچھی طرح لے ڈالی تھی۔ لیکن ہینڈ بیگ میں وحید بیگ کا شناختی کارڈ، کچھ گھریلو خطوط بجلی اور سوئی گیس کے بل اور کچھ خریداری کے کیش میمو اور گاڑی کی چابیوں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ اس لیے صفدر نے مطمئن ہو کر بیگ واپس دراز میں رکھ دیا۔

پھر جب وحید بیگ ریکارڈ روم سے باہر آیا تو صفدر نے جو اُسے غور سے دیکھ رہا تھا محسوس کیا کہ وحید بیگ تھوڑے لنگڑا کر چل رہا تھا۔ لیکن اس نے کچھ زیادہ خیال نہ کیا۔ اس کے بعد وہ سی۔ آئی۔ ڈی کا آدمی آیا تو صفدر نے محسوس کیا کہ وہ صرف اُسے غور سے دیکھتا رہا۔ اس کے جانے کے بعد وحید بیگ نے اُسے دوسرے شعبے سے فائل لانے کے لیے بھیج دیا اور صفدر نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر پبلک لاؤنج میں جا کر وہاں موجود پبلک فون بوتھ سے ایکسٹو کو

کال کر کے اب تک کی رپورٹ دے دی اور ایجنٹو نے اُسے خاص طور پر وجید بیگ کی نگرانی کا حکم دے دیا ۔۔۔ دفتر کے دوران بھی اور دفتر سے جانے کے بعد بھی ۔۔۔ اور صفدر دوسرے شعبے سے فائل لے کر واپس آ گیا ۔ اس بار صفدر نے وجید بیگ میں ایک واضح تبدیلی محسوس کی ۔ وجید بیگ اب مکمل طور پر مطمئن تھا ۔ یوں لگ رہا تھا ۔ جیسے کہ وہ جس اُلجھن کا شکار تھا وہ حل ہو چکی ہے ۔ یا اس نے ذہن سے اُسے جھٹک دیا ہے ۔ بہرحال اب وجید بیگ بڑے اطمینان سے بیٹھا سرکاری کاموں میں مصروف تھا ۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا رویہ بھی صفدر کے ساتھ زیادہ خوشگوار ہو گیا تھا ۔ اب وہ صفدر کو بڑے محبت بھرے انداز میں کام کے بارے میں سمجھا رہا تھا ۔

" دیکھو ظفر الحسن یہ کام انتہائی ذمہ داری کا ہے ۔ ریکارڈ روم میں ایسی فائلیں موجود ہیں ۔ جن پر ہماری سلامتی کا انحصار ہے ۔ اس لیے تمہیں یہاں بے حد محتاط انداز میں کام کرنا ہو گا ۔۔۔ " وجید بیگ نے صفدر کو سمجھاتے ہوئے کہا ۔

" میں سمجھتا ہوں جناب ۔۔۔ " صفدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ وجید بیگ کوئی بات کرتا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور پھر ریکارڈ روم سپرنٹنڈنٹ بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر داخل ہوا اور اس کے پیچھے پانچ چھ افراد بھی اندر آ گئے ۔۔۔ اور صفدر ۔۔۔ سر رحمان ، سوپر فیاض اور اس کے عملے کے تین چار مسلح افراد کو اندر آتے دیکھ کر حیرت سے اچھل پڑا ۔ سر رحمان کے ساتھ وہی آدمی تھا جو پہلے اختیاری لیٹر لے کر آیا تھا ۔

اس کے ہاتھ میں ایک بیگ تھا ۔ وجید بیگ حیرت سے آنکھیں پھاڑے ان سب افراد کو دیکھ رہا تھا ۔

" وجید بیگ صاحب یہ سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر رحمان ہیں ۔ یہ کسی مجرم کو گرفتار کرنے آئے ہیں ۔۔۔ " ریکارڈ سپرنٹنڈنٹ نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور وجید بیگ کا رنگ یکلخت زرد پڑ گیا ۔

" کک ۔ کک ۔ کون مجرم ۔۔۔ " وجید بیگ نے بُری طرح ہکلاتے ہوئے کہا ۔

" یہی ہے جناب ۔۔۔ " اسلم شاہ نے صفدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔ اور اس کے اشارہ کرتے ہی سر رحمان کے ساتھ کھڑے ہوئے سپاہیوں نے بڑی پھرتی سے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی مشین گنیں صفدر کی طرف سیدھی کر لیں ۔

" گرفتار کر لو اسے ۔ خبردار اگر کوئی غلط حرکت کی تو ۔۔۔ " سر رحمان نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا اور سوپر فیاض نے آگے بڑھ کر بڑی تیزی سے صفدر کی گردن کے ساتھ ریوالور کی نال لگا دی ۔ اور پھر اس سے پہلے کہ صفدر کوئی جواب دیتا ۔ ایک سپاہی نے بجلی کی تیزی سے صفدر کے دونوں بازو پیچھے موڑے اور پھر کلک کی آواز سے اس کے دونوں ہاتھ ہتھکڑی میں جکڑے گئے ۔ اور اس کے ساتھ ہی سوپر فیاض نے ریوالور کی نال اس کی گردن سے ہٹا لی ۔

" آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے جناب ۔۔۔ " صفدر نے اس بار بڑے مطمئن لہجے میں کہا ۔

"شٹ اپ ـــــ ابھی تمہارا اصل روپ سامنے آجائے گا"۔ سر رحمان نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ اور وحید بیگ اب حیرت بھرے انداز میں صفدر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے کا رنگ بحال ہو چکا تھا۔

"یہ تو نیا اسسٹنٹ ہے جناب۔ سرسلطان نے ذاتی طور پر ان کی تقرری کے احکامات جاری کئے ہیں ـــــ" وحید بیگ نے زبان کھولی۔

"آپ خاموش رہیں ـــــ" سر رحمان نے اسے بھی ڈانٹ دیا۔

"اسلم شاہ ـــــ" سر رحمان نے اس بار بیگ والے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب ـــــ" اسلم شاہ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اس کا میک اپ صاف کرو۔ فوراً ـــــ" سر رحمان نے بڑے تحکمانہ لہجے میں اسے حکم دیتے ہوئے کہا اور اسلم شاہ بیگ سنبھالے تیزی سے آگے بڑھا۔ اور اسی لمحے سپاہیوں نے صفدر کو دھکیل کر واپس کرسی پر بٹھا دیا اور اسلم شاہ نے بیگ کھول کر اس میں سے ایک لمبی سی بوتل اور ایک تولیہ نکال لیا۔ وہ سب لوگ صفدر کی کرسی کے گرد گھیرا ڈالے کھڑے تھے۔ اسلم شاہ نے بڑی پھرتی سے صفدر کے منہ پر بوتل سے سلوشن نکال کر ڈالا اور پھر تولیے سے رگڑنا شروع کر دیا۔ اب تک تو صفدر اس لیے بھی اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا کہ ایمونیا سے اس کا میک اپ صاف نہیں ہوگا لیکن اسے یہ معلوم نہ تھا کہ اسلم شاہ میک اپ کا خصوصی ماہر ہے۔ چنانچہ جب

تولیہ رگڑنے سے میک اپ کے چھلکے اترنے شروع ہو گئے تو صفدر قدرے پریشان ہو گیا۔ اب اس کے لیے سب سے بڑا مسئلہ یہ بن گیا تھا کہ وہ بطور سیکرٹ ایجنٹ اپنی شناخت نہ کرا سکتا تھا۔ کیونکہ اس بارے میں ایکسٹو کا حکم انتہائی واضح تھا۔ صفدر کا میک اپ صاف ہوتے ہی۔ صفدر کے اصل چہرے کی بجائے ایک دوسرا چہرہ سامنے آگیا۔ کیونکہ صفدر ڈبل میک اپ میں تھا۔ یہ بھی ان کی روٹین کا معمول تھا کہ وہ ہمیشہ ڈبل میک اپ کرتے تھے۔ تاکہ اگر کوئی ایسی سچویشن سامنے آجائے تب بھی ان کی اصل صورت سامنے نہ آئے۔ ایک لمحے کے لیے صفدر کو خیال آیا کہ وہ دوسرا میک اپ بھی صاف کرا دے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سوپر فیاض اسے عمران کے دوست کی حیثیت سے اچھی طرح جانتا ہے۔ اس طرح اس پر ہونے والا شک دور ہو جائے گا۔ لیکن پھر صفدر خاموش ہو گیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اب معاملہ صرف سوپر فیاض کا نہیں بلکہ سر رحمان بھی اس میں ملوث ہو چکے ہیں اور سر رحمان نے صرف اس لیے اس کی جان بخشی نہیں کر دینی کہ وہ عمران کا دوست ہے بلکہ وہ تو عمران کا نام سنتے ہی اور زیادہ بگڑ جائیں گے۔

"دیکھا آپ لوگوں نے ـــــ آپ نے ایک مجرم کو ساتھ بٹھا رکھا ہے ـــــ" سر رحمان نے بڑے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ یس سر۔ مجھے خود حیرت ہے ـــــ" ریکارڈ سپرنٹنڈنٹ اور وحید بیگ نے حیرت بھرے انداز میں ہکلاتے ہوئے کہا۔

"لے چلو اسے ہیڈ کوارٹر وہاں جا کر یہ خود بتلائے گا کہ اس کے

ساتھی کون ہیں ——" سر رحمان نے سوپر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا اور سوپر فیاض نے صفدر کو بازو سے پکڑ کر اٹھنے کا اشارہ کیا۔

"السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ——" اچانک دروازے سے عمران کی مخصوص آواز سنائی دی اور صفدر کے ساتھ ساتھ سب لوگ بری طرح چونک پڑے۔ دروازے میں عمران چہرے پر حماقتوں کا نقاب چڑھائے کھڑا تھا۔

"تم یہاں کیسے داخل ہوئے ——" سر رحمان نے عمران کو دیکھتے ہی غصے سے بھرے ہوئے لہجے میں کہا۔ البتہ صفدر کے چہرے پر اب اطمینان سا چھا گیا تھا۔

"اپنی ٹانگوں پر چل کر ڈیڈی۔ اور یہ آپ کے ساتھ سوپر فیاض کیوں اکڑا اکڑا ہے۔ لگتا ہے جیسے دلی کا لال قلعہ فتح کیے کھڑا ہو ——" عمران نے بڑے انکسارانہ سے لہجے میں کہا۔ وہ اب قدم بڑھا کر اندر آچکا تھا۔

"شٹ اپ —— میں پوچھتا ہوں تم یہاں کیوں آئے ہو۔ تمہیں سیکورٹی نے نہیں روکا ——" سر رحمان کا لہجہ اور زیادہ غصیلا ہو گیا۔

"میں نے آدھے حصے کا وعدہ کر لیا ہے سیکورٹی سے۔ اب یہ مجھ سے بھاگ کر کہاں جائے گا ——" عمران نے کہا۔

"کیا مطلب —— کون بھاگ کر کہاں جائے گا ——" سر رحمان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ سوپر فیاض —— میں نے ڈیڈی اس سے ایک ہزار روپیہ وصول کرنا ہے۔ غضب خدا کا ایک مہینہ ہو گیا ہے۔ اس نے مجھ سے ادھار لیا تھا اور ایک ہفتے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر اب دیتا ہی نہیں۔ پلیز ڈیڈی اس سے رقم دلوا دیجئے۔ آج کل غربت کا دور دورہ ہے" عمران نے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"بکواس مت کرو۔ یہ تمہارا پرائیویٹ معاملہ ہے۔ یہاں وہ ڈیوٹی پر ہے اور میں سیکورٹی کے خلاف رپورٹ کروں گا کہ غیر متعلقہ افراد کو یہاں کیوں آنے دیتے ہیں ——" سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ڈیوٹی پر۔ اور یہاں کیا اس کا ٹرانسفر ہو گیا ہے ——" عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"فیاض لے چلو مجرم کو ——" سر رحمان نے اس بار عمران کو جواب دینے کی بجائے فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اجی قبلہ والد گرامی صاحب۔ ذرا چھری تلے دم تو لینے دیجئے۔ کون مجرم —— کیسا مجرم ——" عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"اسے بھی گرفتار کر لو —— ہتھکڑیاں ڈال دو اس کے ہاتھوں میں۔ اس نے سرکاری فرائض میں مداخلت کی ہے ——" سر رحمان غصے کی شدت سے ابل پڑے۔ اور سپاہی تیزی سے عمران کی طرف بڑھے۔

"ارے ارے رک جاؤ۔ یہ باپ بیٹے کا معاملہ ہے ——" عمران نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روکنا چاہا مگر اس بار فیاض تیر کی طرح عمران کی طرف جھپٹا۔ اس نے جیب سے ہتھکڑیوں کا سیٹ نکال لیا تھا۔ اور پھر اس کے لیے اس سے بہتر موقع اور کون سا ہو سکتا تھا کہ وہ عمران کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالنے کی حسرت پوری کر لیتا۔

"ڈال دو اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں —— یہ میرا حکم ہے"

سر رحمان نے چیختے ہوئے کہا اور فیاض نے آگے بڑھ کر عمران کے ہاتھ پکڑنے چاہے۔ مگر وہ دوسرے لمحے چیختا ہوا بجلی کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ عمران نے ایک زوردار جھٹکا دیا تھا اور فیاض کے پاؤں زمین سے اکھڑ گئے تھے۔

"کیا احمق سپرنٹنڈنٹ پالے ہوئے ہیں آپ نے۔ اور آپ بھی سوچے سمجھے بغیر حکم دینا شروع کر دیتے ہیں۔ کم از کم اپنی نہیں تو میری عزت کا خیال کر لیجئے۔ آخر میں ڈائریکٹر جنرل کا بیٹا ہوں کسی موچی نائی کا تو نہیں ـــ" عمران نے قدرے طنزیہ لہجے میں سر رحمان سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے چہرے پر یکلخت سنجیدگی چھا گئی تھی۔

"تم۔ تم مجھے کہہ رہے ہو۔ تمہاری یہ جرأت میں تمہیں گولی مار دوں گا ـــ" سر رحمان کے تو ظاہر ہے پورے جسم میں آگ بھڑک اٹھی تھی۔

"انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل ہونے کا یہ مقصد ہے کہ آپ اپنے بیٹے کو جہاں جی چاہے گولی مار دیں۔ اب مجرم تو آپ کے سامنے گولیاں کھانے سے رہے۔ نشانہ بازی کی مشق کے لیے بیٹا ہی رہ گیا ہے اور آپ نے اس بیچارے کو کیوں ہتھکڑیاں لگا رکھی ہیں۔ اس کا قصور۔ یہ تو ظفر الحسن ہے۔ میرا دوست ہے ـــ" عمران کے لہجے میں چٹانوں کی سی سنجیدگی تھی۔ وہ اس وقت کوئی نیا ہی عمران لگ رہا تھا۔

"تم اس ایکسٹو کے بل پر ناچ رہے ہو۔ مجھ پر طنز کر رہے ہو۔ تمہاری یہ جرأت میں خود اپنے ہاتھوں سے تمہیں ہتھکڑیاں لگاؤں گا۔ میں دیکھتا ہوں تمہارا ایکسٹو تمہیں کس طرح بچاتا ہے۔ میں اسے بھی اپنے ہاتھوں سے گولی مار دوں گا ـــ" سر رحمان غصے کی شدت سے ناچنے لگے۔

"ڈیڈی ـــ شاید آپ پر بھی سوپر فیاض کی صحبت کا اثر ہو گیا ہے۔ بہرحال اس غریب کو چھوڑ دیں۔ یہ میرا دوست ہے۔ اور میرے دوست کو آپ اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے ورنہ۔۔۔" عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"ورنہ تم کیا کر لو گے ـــ" سر رحمان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ ان کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ چکا تھا۔ اور دوسرے لمحے انہوں نے بڑی پھرتی سے جیب سے ریوالور نکال لیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے یہاں ـــ" اچانک دروازے سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔ وہ حیرت سے اس سچویشن کو دیکھ رہے تھے۔

"ڈیڈی کو سمجھائیں جناب۔ یہ ظفر الحسن کو گرفتار کر کے لے جا رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ظفر الحسن میرا دوست ہے اور اس کی یہاں تقرری کی سفارش بھی میں نے کی تھی ـــ" عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اسے لے جاؤ سلطان۔ میری نظروں سے دور لے جاؤ۔ ورنہ میں اسے گولی مار دوں گا۔ تمہارے سامنے گولی مار دوں گا ـــ" سر رحمان نے بری طرح سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"رحمان صاحب پلیز۔ صورت حال کو تماشا نہ بنائیں۔ آخر یہ کیا ہو رہا ہے۔ کچھ پتہ بھی تو چلے ـــ" سر سلطان نے عمران اور سر رحمان کے درمیان آتے ہوئے کہا۔

" ہوتا کیا ہے تمہیں معلوم ہے۔ صدر مملکت نے کافرستان کی سپیشل سیکرٹ ایجنسی کا کیس ہمارے محکمے میں ٹرانسفر کیا ہے اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ یہاں ریکارڈ روم میں جو نیا اسسٹنٹ آیا ہے۔ وہ مجرموں کا آدمی ہے۔ چنانچہ میں نے یہاں ریڈ کیا اور اسے گرفتار کر لیا۔ یہ میک اپ میں تھا۔ میں نے اس کا میک اپ صاف کیا ہے اور اب اسے گرفتار کر کے ہیڈ کوارٹر لے جا رہا ہوں کہ یہ احمق۔ آ تو۔ یہاں ٹپک پڑا۔ اور مجھے سرکاری فرائض کی ادائیگی سے روک رہا ہے ۔۔۔" سر رحمان نے تیز لہجے میں کہا۔

" اوہ ۔۔۔ تو یہ ظفر الحسن کا مسئلہ ہے۔ رحمان صاحب آپ کم از کم مجھ سے تو صورت حال ڈسکس کر لیتے۔ اس کی تقرری میں نے کی ہے اور میں نے ہی اسے ہدایت کی تھی کہ یہ میک اپ میں رہ کر یہاں کام کرے۔ اور آپ نے بغیر مجھ سے بات کئے یہاں ریڈ بھی کر دیا اور اسے گرفتار بھی کر لیا ۔۔۔" سر سلطان نے تلخ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" تمہارا آدمی ۔۔۔ اور میک اپ میں ۔۔۔ کیا مطلب کیا یہ مجرم نہیں ہے ۔۔۔" سر رحمان کے لہجے میں حیرت کا عنصر ابھر آیا۔

" آپ اسے چھوڑیں۔ اپنے آدمیوں کو واپس بھیجیں اور میرے دفتر میں آ جائیں۔ میں آپ کو تمام صورت حال بتاتا ہوں ۔۔۔" سر سلطان نے نرم لہجے میں کہا۔

" سوری سلطان صاحب ۔۔۔ میں اس طرح اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ میرا مجرم ہے۔ میں اسے ہیڈ کوارٹر لے جاؤں گا۔ اور تفتیش کروں گا۔ اگر یہ تمہارا آدمی ثابت ہوا تب اسے چھوڑ دوں گا۔ ورنہ نہیں ۔۔۔" سر رحمان ضد میں آ گئے۔ شاید اب انہوں نے اسے اپنی عزت کا مسئلہ بنا لیا تھا۔

" پلیز رحمان صاحب۔ میری درخواست ہے کہ آپ اسے ضد کا مسئلہ نہ بنائیں۔ اس طرح مسئلہ الجھ جائے گا اور ہم آپس میں ہی الجھ کر رہ جائیں گے ۔۔۔" سر سلطان نے حتی الوسع اپنے آپ کو نرم رکھتے ہوئے کہا۔

" میرے راستے میں مت آئیے سلطان صاحب۔ آپ جانتے ہیں۔ جو میں کہہ دیتا ہوں وہ فائنل ہوتا ہے اور میرے اختیارات اتنے ہیں کہ میں جسے چاہوں گرفتار کر سکتا ہوں۔ حتیٰ کہ میں چاہوں تو آپ کو بھی ہیڈ کوارٹر لے جا سکتا ہوں ۔۔۔" سر رحمان کا چنگیزی خون شاید پوری طرح جوش میں آ گیا تھا۔

" پلیز رحمان صاحب پلیز۔ یہاں اختیارات کا مسئلہ نہیں ہے"۔ سر سلطان نے نجانے کس طرح اپنے آپ کو سنبھالے رکھا۔ ورنہ اپنے ہی ماتحتوں کے سامنے وہ شاید ایسی بات کبھی برداشت نہ کر سکتے۔

" میں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ آپ میرے فرائض کی ادائیگی میں رکاوٹ نہ ڈالیں اور اس نابکار کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔ میں اس مجرم کو ہر قیمت پر ساتھ لے جاؤں گا۔ ہر قیمت پر ۔۔۔" سر رحمان نے انتہائی ضدی لہجے میں کہا۔

" اگر صدر مملکت آپ کو اسے چھوڑنے کا کہہ دیں تب ۔۔۔"

سر سلطان نے دانت کاٹتے ہوئے کہا۔

"تب بھی اسے کم از کم یہاں نہیں چھوڑوں گا۔ ہیڈ کوارٹر جا کر شاید چھوڑ دوں ——" سر رحمان نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"تو لے جائیے اسے۔ اس کے بعد کیا ہوگا اس کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔ میں آپ سے یہاں جھگڑا نہیں کرنا چاہتا۔ ورنہ اگر میں چاہتا تو ....." سر سلطان نے دانت پیستے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے دروازے کی طرف مڑنے لگے۔

"ٹھہریئے سلطان صاحب۔ اگر ڈیڈی ضد میں آ سکتے ہیں تو ان کا بیٹا ان سے زیادہ ضدی ہو سکتا ہے۔ اچانک عمران کی آواز کمرے میں گونجی اور سر سلطان ٹھٹھک کر رک گئے۔

"نہیں عمران —— یہاں تم نے کچھ نہیں کہنا۔ آؤ میرے ساتھ" سر سلطان نے عمران کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں اگر آپ جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں ——" عمران نے کہا اور پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر اس نے ایک چھوٹا سا بیج نکالا۔ یہ بیج پیتل کا بنا ہوا تھا۔ اس کے درمیان ایک گول مہر سی کھدی ہوئی تھی۔ جس پر کچھ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

"آپ اسے پہچانتے ہیں ڈیڈی ——" عمران نے مہر سر رحمان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور سر رحمان یوں آنکھیں پھاڑے مہر کو دیکھنے لگے۔ جیسے ان کی نظریں —— دنیا کا نواں عجوبہ دیکھ رہی ہوں۔

"یہ سپریم کراس۔ یہ یہ تمہارے پاس ——" سر رحمان نے حیرت کی شدت سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"اچھی طرح چیک کر لیجئے۔ بلکہ بطور ثبوت اپنے پاس رکھ لیجئے میں اسے خود ہی واپس لے لوں گا۔ اور اب بھی آپ ظفر الحسن کی ہتھکڑیاں نہیں کھولیں گے ——" عمران کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

"فیاض اس کی ہتھکڑیاں کھول دو ——" سر رحمان نے شکست خوردہ لہجے میں فیاض سے مڑ کر کہا۔ انھوں نے عمران کے ہاتھ سے سپریم کراس لے کر اسے غور سے دیکھنے کے بعد ہی یہ حکم دیا تھا اور فیاض نے بڑے ڈھیلے انداز میں آگے بڑھ کر صفدر کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں کھول دیں۔ سر سلطان بھی حیرت بھرے انداز میں اس سپریم کراس کو دیکھ رہے تھے۔

"چلو ظفر میرے ساتھ ——" عمران نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا اور صفدر مسکراتا ہوا عمران کی طرف بڑھنے لگا۔

"اسے اپنے پاس ہی رکھیے ڈیڈی۔ شاید آپ کے بھی کبھی کام آ جائے ——" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر صفدر کا بازو پکڑ کر اسے کھینچتا ہوا انتہائی تیزی سے کمرے کے دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

"تو عمران سپریم کراس ہولڈر ہے۔ یہ نالائق۔ احمق، اُلّو سپریم کراس ہولڈر ہے ——" سر رحمان نے ان دونوں کے جانے کے بعد بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر اب عجیب سے تاثرات ابھر آئے تھے۔ اپنی شکست کے بھی اور ساتھ ہی اپنے بیٹے کے سپریم کراس ہولڈر ہونے کے فخر کے بھی۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ سپریم کراس ہولڈر کے کیا اختیارات ہوتے ہیں۔

سپریم کراس ہولڈر چاہے تو صدر مملکت کو بھی حکم دے سکتا ہے
اور صدر مملکت بھی اس کا حکم ماننے پر مجبور ہیں۔ لیکن یہ بات
ان کے تصور میں بھی نہ تھی کہ ان کا اپنا بیٹا عمران جسے وہ آج تک
احمق، آوارہ گرد اور نکما سمجھتے چلے آئے تھے سپریم کراس ہولڈر
ہو سکتا ہے۔

"تم نے مجھے آج تک بتایا ہی نہیں کہ یہ احمق سپریم کراس
ہولڈر ہے ۔۔۔" سر رحمان نے سر سلطان سے مخاطب ہو کر
کہا اور ان کے لہجے میں شکایت تھی۔

"میں بھی پہلی بار اس بات سے آگاہ ہوا ہوں۔ اور تمہاری
طرح میں بھی حیران ہوں۔ لیکن یہ کراس تمہارے پاس کیوں چھوڑ
گیا ہے۔ ذرا دکھانا مجھے ۔۔۔" سر سلطان نے کہا اور سر رحمان
نے بڑے فخریہ انداز میں ہاتھ میں پکڑا ہوا کراس سر سلطان کی طرف
بڑھا دیا ۔۔۔ سر سلطان خود بھی حیران تھے۔ ان کے اپنے تصور
میں بھی نہ تھا کہ عمران سپریم کراس ہولڈر ہو سکتا ہے۔ ان کے خیال
کے مطابق تو آج تک پاکیشیا میں کبھی کسی کو سپریم کراس ہولڈر
بنایا بھی نہ گیا تھا۔ انھوں نے غور سے اس کراس کو دیکھا اور
دوسرے لمحے وہ چونک پڑے۔ اور ایک بار پھر غور سے کراس
کو دیکھنے لگے۔ دوسرے لمحے ان کے چہرے پر بے اختیار
مسکراہٹ ابھر آئی۔

"وہ چوٹ دے گیا رحمان۔ ہم دونوں کو چوٹ دے گیا یہ سپریم
کراس نہیں ۔۔۔" سر سلطان نے کہا اور سر رحمان بے اختیار

...ائی۔ڈی کی
لے نٹرل انٹیلی جنس کے
وحید بیگ کے دفتر میں
ہوئے کہا۔
سے دفتر میں ۔۔۔" نواب

اچھل پڑے۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے خود دیکھا ہے
ک کے ہاتھ سے کراس چھینتے ہوئے کہا۔

"اس پر سپریم کراس نہیں بلکہ سپریمن کراس
نذر میں سپریم کراس ہی نظر آتا ہے اور نیچے گورنی
لی بجائے گرو مور فار پاکیشیا لکھا ہوا ہے ۔۔۔" سر سپرا اسی وزارت
ہوئے کہا۔ اور سر رحمان پہلے تو اُسے غور سے دیکھتے رہے یہ ہی سمجھا تھا
ہرہ سُرخ ہونے لگا۔

"فراڈ۔ دھوکہ۔ میرے ساتھ دھوکہ۔ میں اسے گولی مار دوں گا۔
تنا بڑا دھوکہ۔ اوہ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا ۔۔۔" سر رحمان
انتہی غصے کی شدت سے اچھل پڑے۔ وہ واقعی تصور بھی نہ کر سکتے
تے کہ عمران انھیں اس طرح سب کے سامنے بے وقوف بنانے
یں کامیاب ہو جائے گا۔

"غصہ مت کرو۔ میرے ساتھ آؤ ۔۔۔" سر سلطان نے بڑی
می سے ان کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ۔۔۔ اب میں کوئی سفارش نہیں سنوں گا۔ ہرگز نہیں"
رحمان نے بڑے غصیلے انداز میں ان کا ہاتھ جھٹکا اور پھر تیزی
سے دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ غصے اور ندامت نے ان
عجیب سی حالت کر دی تھی۔ وہ آج تک فیاض کو ہی احمق اور اُلو
تے آئے تھے لیکن آج ان کا اپنا بیٹا فیاض اور سپاہیوں کے سامنے
سے بے وقوف بنا کر چلا گیا تھا اور ظاہر ہے وہ کم از کم اسے

"میں کیسے حاضر ہو سکتا ہوں حضور ـــــ" دروازے میں کھڑے اعظم نے بڑے عاجزانہ لہجے میں پوچھا۔

"اوہ اعظم میاں آپ آگئے۔ آئیے ـــــ" نواب پیارے میاں نے سامنے رکھی ہوئی کتاب سے سر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"حضور ایک عجیب سی رپورٹ ہے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا عرض کروں ـــــ" اعظم میاں نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"عجیب سی رپورٹ۔ کیا مطلب۔ آخر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں کھل کر بات کیجئے ـــــ" نواب پیارے میاں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"حضور آپ کے حکم کے مطابق میں اور اکبر وحید بیگ کے دفتر کی نگرانی کر رہے تھے۔ آج وحید بیگ کے دفتر میں ایک نئے اسسٹنٹ تعینات ہوئے ہیں۔ ظفر الحسن۔ انھوں نے دو بار دفتر سے آکر پبلک فون بوتھ سے کسی کو کال کیا اور پھر حضور ملٹری انٹیلی جنس ڈی آئی جی کی دو جیپیں دفتر میں پہنچیں اور پھر حضور پتہ چلا کہ سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل اور سپرنٹنڈنٹ فیاض نے وحید بیگ کے دفتر میں ریڈ کیا ہے ـــــ" اعظم نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"سنٹرل انٹیلی جنس کا ریڈ اور وحید بیگ کے دفتر میں ـــــ" نواب پیارے میاں کے چہرے پر بوکھلاہٹ سی طاری ہو گئی۔

"حضور آپ کو علم ہے کہ میں اور اکبر نے بطور چپڑاسی وزارت خارجہ کے دفتر میں نوکری کر لی ہے۔ تو حضور پہلے تو میں بھی یہی سمجھا تھا کہ شاید ہماری بات کھل گئی ہے اور یہ ریڈ وحید بیگ صاحب پر کیا گیا ہے مگر صاحب وہاں تو عجیب ہی چکر چل گیا حضور ـــــ یہ ریڈ اسی نئے اسسٹنٹ ظفر الحسن کو گرفتار کرنے کا تھا۔ وہ حضور میک اپ میں تھا اور ایک اہم بات اور حضور ڈائریکٹر جنرل نے وہاں ہماری ایجنسی کا نام بھی سن لیا ہے ـــــ" اعظم نے کہا۔

"ہماری ایجنسی کا۔ کیا مطلب۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہماری ایجنسی کے متعلق یہاں والوں کو کیا معلوم ـــــ" نواب پیارے میاں بے اختیار اچھل پڑے۔

"میں درست عرض کر رہا ہوں حضور۔ انھوں نے کافرستان سپیشل سیکرٹ ایجنسی کے الفاظ کہے تھے حضور۔ میں نے خود اپنے کانوں سے سنے تھے حضور۔ تمام چپڑاسی کمرے سے باہر اکٹھے تھے حضور۔ میں بھی وہاں کھڑا تھا۔ انھوں نے ظفر الحسن کا میک اپ صاف کیا۔ وہ میک اپ میں تھا حضور۔ پھر انھوں نے اسے ہتھکڑیاں لگوا دیں۔ اسی لمحے

عمران میاں وہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے کہا کہ ظفر الحسن ان کا دوست ہے۔ وہ ڈائریکٹر جنرل کو ڈیڈی کہہ رہے تھے۔ مگر ڈائریکٹر جنرل نہ مانے۔ پھر وزارت خارجہ کے سیکرٹری سر سلطان وہاں پہنچ گئے حضور۔ انھوں نے ظفر الحسن کو چھوڑنے کے لیے کہا۔ مگر حضور ڈائریکٹر جنرل ضد میں آگئے وہ نہ مانے۔ تب حضور ایک عجیب واقعہ ہوا۔ عمران میاں نے جیب سے ایک کراس نکال کر ڈائریکٹر جنرل کو دیا۔ اسے وہ سپریم کراس کہہ رہے تھے ــــ اس کراس کو دیکھتے ہی انھوں نے اسی لمحے ظفر الحسن کو چھوڑ دیا اور عمران میاں اسی ظفر الحسن کو لے کر چلے گئے ــــ" اعظم نے تفصیل سے رپورٹ بتاتے ہوئے کہا۔

" اوہ ــــ اس کا مطلب ہے کہ عمران میاں ہمیں چیک کر رہے ہیں۔ انھیں معلوم ہے کہ ہم نے وحید بیگ کو استعمال کیا ہے۔ اسی لیے انھوں نے اپنا آدمی وہاں تعینات کر دیا تاکہ وہ ہمارے خلاف ثبوت حاصل کر سکیں اور انھیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارا تعلق سپیشل سیکرٹ ایجنسی سے ہے۔ یہ تو انتہائی خطرناک بات ہے ــــ" نواب پیارے میاں نے پریشان لہجے میں کہا۔

" کیا بات ہے نواب میاں۔ پریشان کیوں ہو رہے ہو ــــ" دروازے سے حکیم بڈھن کی آواز سنائی دی اور نواب پیارے میاں احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے۔

" قبلہ ہماری بساط ہی الٹ گئی۔ ہم بھی نظروں میں آگئے حضور ــــ" نواب پیارے میاں نے کہا۔

" وہ کیسے ہمیں بھی تو بتایئے۔ ہو سکتا ہے ہم آپ کو کوئی مفید

رائے دے سکیں ــــ" حکیم بڈھن نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور نواب پیارے میاں نے اعظم کی مکمل رپورٹ تفصیل سے انھیں سنا دی۔

" اوہ تم خواہ مخواہ گھبرا گئے پیارے میاں۔ اسی لیے تو ہم تمہارے ساتھ رہتے ہیں۔ اس ساری کہانی سے یہ بات اظہر من الشمس کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ ابھی انھیں وحید بیگ پر شک نہیں ہوا۔ انھوں نے شاید احتیاطاً یہ کارروائی کی تھی۔ ورنہ وہ وحید بیگ سے ضرور بات کرتے۔ البتہ اب ایسا ہو سکتا ہے کہ وحید بیگ اس ساری کارروائی سے خوفزدہ ہو کر انھیں از خود سب کچھ نہ بتا دیں ــــ" حکیم بڈھن نے سر ہلاتے ہوئے بڑے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

" نواب ہمیں کیا اقدام کرنا چاہیے۔ کیا وہ فائل حاصل کرنے کا کوئی نیا طریقہ سوچیں اور خود انڈر گراؤنڈ چلے جائیں ــــ" نواب پیارے میاں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

" ہاں سوچنا تو ایسا ہی پڑے گا۔ ہمارا پہلا اقدام تو بہر حال مشکوک ہو گیا ہے۔ اور اب ہمیں نئے روپ میں کام کرنا ہوگا لیکن میرا خیال ہے اگر ہم وحید بیگ سے رابطہ قائم کر کے دیکھ لیں ــــ" حکیم بڈھن نے کہا۔

" اعظم میاں ذرا وائرلیس فون یہاں لائیے ــــ" نواب پیارے میاں نے اعظم سے مخاطب ہو کر کہا۔

" بہتر حضور ــــ" اعظم نے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

" یہ عمران تو بہت ہی عیار ثابت ہوا ہے۔ ہمیں اس سے ایسی عیاری کی امید نہ تھی۔ ہمارے خیال میں اگر عمران کا خاتمہ پہلے کر دیا جائے تو ہم زیادہ

اطمینان سے کام کر سکیں گے ـــــ" اعظم کے باہر جاتے ہی نواب پیارے میاں نے کہا۔

"ہمیں اپنے اصول سے ہٹ کر کام نہیں کرنا چاہیے۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم نے بڑے بڑے معرکے مارے ہیں اور آج تک ہم نے ایک آدمی کا بھی خون نہیں بہایا اور نہ ہی کبھی اس کی ضرورت پڑی ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ اس بار بھی ہم کامیاب رہیں گے ـــــ" حکیم بدھن نے کہا۔

اور اس سے پہلے کہ نواب پیارے میاں کوئی جواب دیتے۔ اعظم اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک نئی ساخت کا ٹیلی فون سیٹ تھا جس کے ساتھ ایک اونچا سا ایریل لگا ہوا تھا۔ اس نے وہ سیٹ بڑے مؤدبانہ انداز میں نواب پیارے میاں کے سامنے میز پر رکھ دیا۔

"آپ کو وحید بیگ کا نمبر معلوم ہے ـــــ" حکیم بدھن نے پوچھا۔

"جی ہاں قبلہ ـــــ" نواب پیارے میاں نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ یہ وائرلیس سیٹ ایک بالکل جدید ایجاد تھی۔ اس میں سے کسی بھی فون کے نمبر گھما کر ایک بٹن دبانے سے فون کا تعلق اس فون سے جڑ جاتا تھا۔ اور پھر مطلوبہ نمبر لگانے کے بعد اس پر بات کی جا سکتی تھی۔ اب کال کو ٹریس نہ کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ تکنیکی طور پر یہ کال اسی جڑے ہوئے فون سے ہی سمجھی جا سکتی تھی۔ چنانچہ نواب پیارے میاں نے جو نمبر پہلے گھمائے وہ گلفشاں کالونی کے چوک پر موجود پبلک بوتھ کے تھے۔ نمبر گھمانے کے بعد انھوں نے سائیڈ میں لگا ہوا سفید بٹن دبایا تو رسیور میں ٹون ابھر آئی۔ اس کے بعد انھوں نے وحید بیگ کے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ اب اگر اس کال کو ٹریس بھی کیا جاتا تو یہی معلوم ہوتا کہ یہ کال پبلک فون بوتھ سے کی گئی ہے۔

"یس ریکارڈ روم انچارج وحید بیگ سپیکنگ ـــــ" رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے وحید بیگ کی آواز سنائی دی۔

"قبلہ وحید بیگ صاحب آپ کی عزت مآب زوجہ محترمہ اور آپ کے معصوم بچے ابھی بخیریت ہیں نا ـــــ" نواب پیارے میاں نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ آپ۔ آپ نے فون کیوں کیا ہے ـــــ" دوسری طرف سے وحید بیگ کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"گھبرائیے نہیں۔ ہمارا مقصد تو صرف آپ کی زوجہ محترمہ اور معصوم بچوں کی خیریت معلوم کرنا تھی۔ ہمیں معلوم ہے کہ آپ بڑے مصروف رہے ہیں۔ آپ کے دفتر میں ڈرامے ہوتے رہے ہیں اور بڑے بڑے اداکاروں نے اداکاری کے جوہر دکھائے ہیں۔ مگر قبلہ آپ ان باتوں کا خیال نہ کیجیے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ اور معصوم بچوں کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان بیچاروں کا مستقبل آپ کی راہ دیکھ رہا ہے ـــــ" نواب پیارے میاں نے جواب دیا۔

"اوہ ـــــ آپ بے فکر رہیں۔ آپ کا کام ہو چکا ہے۔ وہ میں نے پہلے ہی کر دیا تھا ـــــ" دوسری طرف سے وحید بیگ نے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔

"اوہ ـــــ آپ واقعی عظیم آدمی ہیں۔ آپ واقعی اپنی اہلیہ سے محبت

کرنے والے شوہر اور اپنے معصوم بچوں کے مستقبل کے محافظ ہیں۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ ابھی تھوڑی دیر بعد ایک شخص آپ کے دفتر میں آئے گا۔ وہ آپ سے صرف اتنا کہے گا کہ آپ کے والد صاحب کی صحت کیسی ہے اور آپ بے فکر ہو کر اسے دے دیں ——— اور مطمئن ہو کر اپنے بچوں کے پاس چلے جائیں۔ وہاں آپ کے لیے شاندار دعوت کا انتظام پہلے سے ہو چکا ہوگا ———" نواب پیارے میاں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر یہاں ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں داخلہ ممنوع ہے ———" وحید بیگ نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں قبلہ ——— محبت کرنے والوں کو کوئی روک نہیں سکتا ———" نواب پیارے میاں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ———" دوسری طرف سے وحید بیگ نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا اور نواب پیارے میاں نے تیزی سے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"کام ہو گیا قبلہ۔ ہمارا کام ہو گیا۔ اعظم تم فوراً واپس جاؤ۔ اور خود جا کر وحید بیگ سے وہ قلم لے آؤ۔ کوڈ تم نے سن لیا ہے ———" نواب پیارے میاں نے اعظم کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب میں ابھی جاتا ہوں۔ میں آسانی سے لے آؤں گا اور اکبر کو واپس لیتا آؤں ———" اعظم نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں اسے بھی واپس لے آؤ۔ اب وہاں تم دونوں کا ٹھہرنا فضول ہے اور سنو اعظم میاں اب سارا کام تم دونوں کی احتیاط کا ہے ———" نواب پیارے میاں نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں حضور۔ کوئی کوتاہی نہ ہوگی ———" اعظم میاں نے کہا اور پھر تیزی سے دروازے کی طرف مڑا۔

"ٹھہرو اعظم میاں۔ میری بات سنو ———" اچانک حکیم بڈھن بول پڑے۔

"جی حضور فرمائیے ———" اعظم نے مڑ کر مودبانہ لہجے میں کہا۔

"اس امر کی احتیاط لازمی ہے کہ آپ کی نگرانی نہ ہو رہی ہو۔ ہو سکتا ہے عمران نے وہاں نگرانی کا ڈول ڈال رکھا ہو ——— اور سنو یہ قلم یہاں مت لے آنا۔ اسے لے کر تم نے سیدھا زلار روڈ پر واقع کیفے نشاط جانا ہے اور وہاں عالیجاہ کا پوچھ لینا۔ وہ وہاں کاؤنٹر پر موجود ہوگا۔ اسے یہ قلم دے دینا اور کہہ دینا کہ حکیم بڈھن کی امانت ہے اور اس کے بعد تم نے وہیں سے ہمیں فون کر دینا ہے۔ مزید ہدایات ہم تمہیں بعد میں دیں گے ———" حکیم بڈھن نے اسے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر حضور ایسا ہی ہوگا۔ کیا اکبر اور میں اکٹھے وہاں جائیں ———" اعظم نے پوچھا۔ نواب پیارے میاں خاموش بیٹھے رہے۔

"نہیں وہ آپ کی نگرانی کرے گا ———" حکیم بڈھن نے کہا اور اعظم سر ہلاتا ہوا دروازے کی طرف مڑ گیا۔

"قبلہ ......" اعظم کے باہر جاتے ہی نواب پیارے میاں نے کچھ کہنا چاہا۔

"آپ کی حیرت بجا ہے نواب میاں۔ مگر آپ ہمارے ساتھ آئیے ہم آپ کو ایک چیز دکھانا چاہتے ہیں ———" حکیم بڈھن نے

اٹھتے ہوئے کہا۔

"کون سی چیز قبلہ۔ آپ پہیلی بجھوا رہے ہیں ـــــ" نواب پیارے میاں نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا لیکن وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ بس خاموش رہیے گا ـــــ" حکیم بڈھن نے کہا اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے راہداریوں اور کمروں سے گزر کر ایک بڑے کمرے میں پہنچے۔ یہ حکیم بڈھن کی آرام گاہ تھی۔ حکیم بڈھن کمرے میں داخل ہوتے ہی سیدھا ایک الماری کی طرف بڑھا اور پھر اس نے الماری کی پشت کی طرف اشارہ کیا اور نواب پیارے میاں نے آگے بڑھ کر جیسے ہی الماری کی پشت پر جھانکا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ حیرت کے آثار ابھر آئے۔ وہ چند لمحے اسے غور سے دیکھتا رہا اور پھر حکیم بڈھن کے اشارے پر کمرے سے باہر آگیا۔ وہ دونوں اسی طرح خاموشی سے چلتے ہوئے واپس پہلے والے کمرے میں آئے۔

"اب بتائیے نواب میاں۔ کیا ہماری ہدایات بے معنی تھیں ـــــ" حکیم بڈھن نے کہا۔

"اوہ قبلہ۔ ہم سخت حیرت زدہ ہیں۔ یہ تو وائرلیس ریکارڈر ہے۔ لیکن اس کی آپ کی آرام گاہ میں پر اسرار انداز میں موجودگی کے آخر کیا معنی ہیں ـــــ" نواب پیارے میاں کا لہجہ حیرت میں ڈوبا ہوا تھا۔

"جب ہم نے اسے پہلی بار دیکھا تھا تو ہم بھی اسی طرح حیرت زدہ ہوئے تھے۔ اس کی وہاں موجودگی سے صاف ظاہر ہے کہ کچھ لوگوں کے ہاتھ ہمارے گریبانوں تک پہنچ چکے ہیں۔ لیکن انھیں اب ثبوت چاہیے۔ صرف ثبوت۔ اس لیے میں نے اعظم میاں کو کہا تاکہ وہ ثبوت یہاں نہ لے آئے بلکہ اسے عالیجاہ کے حوالے کر دے۔ تاکہ اسے جلد از جلد یہاں بھجوایا جا سکے ـــــ" حکیم بڈھن نے کہا۔

"مگر قبلہ یہ کس کی حرکت ہے ـــــ" نواب پیارے میاں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اب تمام صورت حال سامنے آگئی ہے۔ اب بھی آپ پوچھ رہے ہیں۔ یہ کارستانی عمران کے سوا اور کس کی ہو سکتی ہے۔ وہ کسی پر اسرار انداز سے اندر پہنچا اور یہ ریکارڈر وائرلیس لگا کر واپس چلا گیا اور ہمیں علم تک نہ ہوا اور شاید اسے اسی ریکارڈر کی وجہ سے وحید بیگ کے متعلق علم ہوا ہوگا۔ لیکن وہ شاید اصل بات نہ سمجھ سکا ہو۔ ورنہ وہ یقیناً اب تک وحید بیگ پر ہاتھ ڈال چکا ہوتا اور آپ نے تو خود ملاحظہ کیا تھا کہ وحید بیگ کس قدر کمزور قوت ارادی کا مالک ہے۔ وہ فوراً ہی بتا دیتا۔ اور شاید اصل حقیقت کی تہہ تک پہنچنے کے لیے اس نے اپنا آدمی وحید بیگ کے ساتھ تعینات کیا ہوگا ـــــ" حکیم بڈھن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"مگر قبلہ آپ کو اس کا علم کب اور کیسے ہوا ـــــ" نواب پیارے میاں نے پوچھا۔

"آج صبح ہمیں اس کا علم ہوا۔ اور وہ بھی اتفاق سے ہم تخت پوش پر بیٹھے وظائف کی ادائیگی میں مصروف تھے۔ کہ ہماری تسبیح کا دھاگہ اتفاقاً ٹوٹ گیا اور تسبیح کے دانے فرش پر بکھر گئے۔ ہم نے انہیں جمع کیا تو معلوم ہوا کہ ایک دانہ کم ہے۔ اس کی تلاش کے لیے ہم نے جب الماری کے پیچھے جھانکا تو ہمیں یہ کھیل نظر آگیا۔ پہلے تو ہمیں

یہ خیال آیا کہ شاید اعظم اور اکبر میں سے کوئی ہمارے ساتھ غداری کا مرتکب ہو رہا ہے۔ لیکن پھر ہم نے یہ خیال جھٹک دیا۔ یہ دونوں ہمارے خاص آدمی ہیں۔ ان سے ایسی توقع بھی نہیں کی جا سکتی۔ اس کے بعد ہمارے ذہن میں عمران کی مشکوک لغزیں ابھریں اور ہم اس نتیجے پر پہنچ گئے۔ لیکن ہمیں یقین اب اعظم کی رپورٹ سے ہوا ہے ۔۔۔۔" حکیم بڈھن نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"مگر قبلہ ایک اور بات بھی مدنظر رہنی چاہیے کہ کیا واقعی وحید بیگ نے کام کر دیا ہے اور صحیح طریقے سے سرانجام دیا ہے ۔۔۔۔" نواب پیارے میاں نے کہا۔

"یہ بات ہمارے درمیان بھی ہے۔ اس لیے ہم نے اعظم کو مزید ہدایات دینے کی بات کی تھی۔ عالیجاہ ہمارا خاص آدمی ہے۔ ہم اس کے ذریعے اسے چیک کرا لیں گے اور جب ہم مطمئن ہو جائیں گے تو پھر ہم اسے اس کے ہاتھوں کافرستانی سفارت خانے میں پہنچوا دیں گے۔ اس کے بعد ہم بڑے مطمئن انداز میں یہاں سے جائیں گے۔ پہلے آپ، اعظم اور اکبر جائیں گے۔ بعد میں ہم بھی پہنچ جائیں گے۔ ہمارے کاغذات بالکل درست ہیں۔ اس لیے بغیر ثبوت کے ہم پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔" حکیم بڈھن نے جواب دیا۔

"آپ کی بات درست ہے قبلہ۔ انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا اور ہم باقاعدہ عمران سے الوداعی ملاقات کر کے یہاں سے جائیں گے لیکن ایک اور بات پر آپ نے غور نہیں فرمایا کہ ڈائریکٹر جنرل انٹیلی جنس نے وہاں باقاعدہ ہماری ایجنسی کا نام لیا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟" نواب پیارے میاں نے کہا۔

"ہاں ہمیں یاد ہے۔ یہی کہا جا سکتا ہے کہ کسی پراسرار ذریعے سے اس بارے میں انہیں علم ہو گیا ہو۔ لیکن وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ہمارا تعلق اس ایجنسی سے ہے۔ آپ تو جانتے ہیں کہ ہماری ایجنسی کے بارے میں سوائے معدودے چند افراد کے اور کسی کو علم نہیں ہے بہرحال جب ہم کامیاب ہو جائیں گے تو پھر یہ لوگ سوچتے رہیں جو ان کا جی چاہے ۔۔۔۔" حکیم بڈھن نے جواب دیا اور نواب پیارے میاں سر ہلا کر خاموش ہو گئے۔ ظاہر ہے حکیم بڈھن ہی ایجنسی کے اصل روح رواں تھے اور ان کی ذہانت کا سکہ ایک عالم مانتا تھا۔

پھر تقریباً آدھا گھنٹہ کمرے میں خاموشی سی چھائی رہی۔ وہ دونوں ہی اپنی اپنی سوچ میں غرق تھے۔ کہ میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ گھنٹی اس ٹیلیفون کی بجی تھی جس کا باقاعدہ نمبر تھا۔ کیونکہ باہر سے وائرلیس سیٹ پر رابطہ قائم نہ ہو سکتا تھا۔

"جی فرمائیے ۔۔۔۔ آپ نے کس سے ملاقات فرمانی ہے ۔۔۔۔" نواب پیارے میاں نے رسیور اٹھا کر بڑے نرم لہجے میں کہا۔

"میں اعظم بول رہا ہوں حضور۔ کیف نشاط سے عالیجاہ صاحب سے ملاقات ہو چکی ہے حضور ۔۔۔۔" دوسری طرف سے اعظم کی آواز سنائی دی۔

"حکیم صاحب سے بات کیجیے ۔۔۔۔" نواب پیارے میاں نے رسیور حکیم بڈھن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اعظم میاں۔ سب کام درست طور پر ہوا ہے ناں ۔۔۔۔" حکیم بڈھن

نے بڑے مطمئن انداز میں پوچھا۔

"جی حضور بالکل درست۔ طور پر ہم نے انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے ۔۔۔" اعظم نے جواب دیا۔

"خدا کا شکر ہے۔ اچھا آپ دونوں اب تشریف لے آئیے۔" حکیم بڈھن نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور رکھ دیا۔

"اب یہ کیسے چیک ہوگا کہ وحید بیگ نے درست کام کیا ہے۔" نواب پیارے میاں نے کہا۔

"سب ہو جائے گا۔ نواب پیارے میاں گھبرائیے مت۔ جب تک حکیم بڈھن زندہ ہے آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ عالیجاہ کو پہلے ہی ہدایات دی جا چکی ہیں۔ جیسے ہی مال اس کے پاس پہنچا ہوگا وہ ہدایات کے مطابق کام شروع کر دے گا اور ہمیں نتیجے کا علم ہو جائے گا۔" حکیم بڈھن نے بڑے بے نیازانہ اور مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"قبلہ آپ کی بات درست ہے۔ واقعی آپ کے ہوتے ہوئے ہمیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر سچ پوچھیے تو اس وائرلیس ریکارڈر کو دیکھنے کے بعد ہمارا ذہن بہت پراگندہ ہو گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے خلاف کام کافی آگے بڑھ چکا ہے۔ اگر آپ کے خیال کے مطابق یہ کام عمران کا ہے تو ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ عمران کو وحید بیگ پر شک ہوا اور وہ اس پر تشدد کر کے سب کچھ اگلوا لے۔ وحید بیگ ہم دونوں کا چہرہ شناس ہے اور جیسے ہی اس نے عمران کے سامنے ہمارے حلیے بیان کئے عمران فوراً ہی سمجھ جائے گا اور اس کے بعد ظاہر ہے وہ بھوت کی طرح ہم سے چمٹ جائے گا۔۔۔" نواب پیارے میاں نے گھبراہٹ میں پوری تقریر کر ڈالی۔

"حضرت! دھیرج دھیرج۔ آپ تو بہت جذباتی ہو جاتے ہیں۔ آپ کو علم ہے کہ ہم جہاں بھی کام کرتے ہیں، انتہائی سادگی سے کرتے ہیں۔ ہم نہ ہی حلیے بدلتے ہیں نہ ہی پستول اور مشین گنیں چلاتے ہیں۔ اور نہ ہی نقلی نام رکھتے ہیں۔ جیسے کہ عام اور گھٹیا درجے کے جاسوس کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم جہاں بھی گئے ہیں ہمیشہ کامیاب ہی رہے ہیں۔ اب ہم آپ کی باتوں کا جواب دیتے ہیں۔ بفرض محال عمران کو یہ پتہ لگ جاتا کہ وحید بیگ سے ہم نے مال حاصل کیا ہے تو کیا ہوگا وہ ہم پر چڑھ دوڑے گا لیکن ہمارے پاس سے مال وصول نہیں ہوگا۔ ہم پر وہ تشدد اس لیے نہیں کر سکتا کہ ہمارے سفارت خانے کی طرف سے ہمیں مکمل تحفظ ملا ہوا ہے۔ ہمارے کاغذات اصل ہیں۔ ہمارے حلیے اصل ہیں۔ ہمارے نام اصل ہیں۔ اور ہم کسی بھی غیر قانونی کام میں ملوث ثابت نہیں کیے جا سکتے۔ ایسی صورت میں عمران ہم سے کیا حاصل کر سکتا ہے۔۔۔" حکیم بڈھن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ کی رائے درست ہے حضور۔ لیکن اگر ہم انڈر گراؤنڈ چلے جائیں۔ مال ہمیں مل ہی گیا ہے۔ تو اس سارے عذاب سے بچ نہیں سکتے۔۔۔" نواب پیارے میاں نے جواب دیا۔

"نہیں نواب پیارے میاں۔ یہ راستہ ہمارے لیے نقصان دہ رہے گا۔ اس طرح ہم پر شک مکمل ہو جائے گا اور ہمیں گھیر لیا جائے گا۔ دوسری بات یہ کہ ابھی مال چیک ہونا ہے۔ چیک ہونے کے بعد اگر مال

اصل نکلا تو ہم یہیں رہ گئے اور مال سفارت خانے کے ذریعے خود بخود اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائے گا۔ اس کے بعد ہم اطمینان سے یہاں سے جا سکتے ہیں۔ آپ گھبرایئے مت اگر کوئی بات ایسی ہوئی بھی تو ہم خود ہی سنبھال لیں گے ——" حکیم بڈھن نے کہا اور نواب پیارے میاں نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیا۔ وہ ذہنی طور پر اب مطمئن ہو چکا تھا۔



"عمران صاحب آپ کے پاس سپریم کراس ہے۔ پھر تو آپ ایکسٹو سے بھی زیادہ اختیارات کے مالک ہیں ——" صفدر نے باہر نکلتے ہی اپنی ذہنی خلش ظاہر کر دی۔

"ارے چپ ہو جاؤ اور جلدی یہاں سے نکلو۔ اگر ڈیڈی نے اسے غور سے پڑھ لیا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت مجھے ان کی گولی سے نہیں بچا سکے گی۔ تم بے فکر رہو۔ ایسے کئی کراس ہر وقت میری جیبوں میں پڑے رہتے ہیں ——" عمران نے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔

اور صفدر ہنس پڑا۔ وہ سمجھ گیا کہ عمران نے کوئی نقلی کراس سر رحمان کے ہاتھوں میں پکڑا کر جان چھڑوائی ہے۔ وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے وزارت خارجہ کے دفتر سے باہر نکل آئے۔

"اب کیا پروگرام ہے ——" صفدر نے گیٹ سے باہر آتے ہی پوچھا۔

"اب تمہارے اس وحید بیگ کو ٹٹولنا ہے۔ وہ آدمی کچھ مشکوک لگتا ہے۔ تم ایسا کرو کہ فوری طور پر میک اپ بدل لو۔ اور پھر اس کی نگرانی کرو۔ جب وہ دفتر ٹائم ختم کر کے گھر جانے لگے تو اس کا تعاقب کرو۔ اور اسے راستے میں اغوا کر کے دانش منزل پہنچا دو۔ وہاں ایکسٹو اس کی چھان بین کرے گا۔ اور میں جا کر ایکسٹو کو اس سپریم کراس کی رپورٹ دیتا ہوں۔ کیونکہ جیسے ہی ڈیڈی کو علم ہوا۔ انہوں نے قیامت برپا کر دینی ہے۔ اور ہو سکتا ہے مسئلہ صدر مملکت تک پہنچے اس لیے انہیں تمہارے چوہے کو پہلے ذہنی طور پر اپنے حق میں ہموار کرنا پڑے گا ورنہ وہ خود مجھ پر چڑھ دوڑے گا ——" عمران نے صفدر کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپ تو یہ کہتے ہیں کہ آپ کو ایکسٹو کی پرواہ ہی نہیں ہے ——" صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے پرواہ تو مجھے ڈیڈی کی بھی کبھی نہیں رہی۔ وہ بیچارا بڑھ دلشین ڈیڈی کے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن یار سچی بات یہ ہے کہ مجھے اس سے ڈر صرف اس بات سے لگتا ہے کہ وہ غصے میں آ کر جولیا سے شادی نہ کر لے اور بے چارا تنویر ٹاپتا ہی رہ جائے۔ آخر تنویر ہمارا ساتھی ہے۔ اس کا بھی تو خیال رکھنا ہی پڑتا ہے ——"

عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور صفدر اس کی سنجیدگی پر ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"اچھا اچھا سمجھ گیا۔ واقعی آپ تنویر سے ہمدردی نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا ـــــ" صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اس دوران وہ دونوں چلتے ہوئے سیکرٹریٹ کی عمارت سے باہر ایک طرف کھڑی ہوئی عمران کی کار کے قریب پہنچ چکے تھے۔ عمران نے سیٹ کے نیچے موجود باکس سے صفدر کو میک اپ باکس نکال کر دیا تاکہ صفدر کسی علیحدہ جگہ پر میک اپ کر سکے اور پھر اس کے جانے کے بعد وہ کار چلاتا ہوا واپس دانش منزل کی طرف چل پڑا۔ وہ واقعی بلیک زیرو کو اس کال کے بارے میں بریف کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے اچھی طرح علم تھا کہ جیسے ہی سر رحمان کو اس کے نقلی ہونے کا پتہ چلا انہوں نے قیامت برپا کر دینی ہے۔ سر رحمان کی ضد سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔ اس لیے اس نے آخری چارہ کار کے طور پر اسی شعبدے کو استعمال کیا تھا۔ اور اسے یقین تھا کہ ذہنی تناؤ کی اس صورت حال میں یہی شعبدہ ہی کام کر سکے گا۔ اور نتیجہ اس کی توقع کے عین مطابق نکلا۔ وہ دراصل صفدر کو سی آئی ڈی ہیڈ کوارٹر نہ بھیجنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ سر رحمان اسے مجرم سمجھ کر اس پر تشدد کریں گے اور پھر صفدر ایسا ذہن کا آدمی ہے کہ وہ تشدد سہہ لے گا لیکن اس بات کا اقرار نہ کرے گا کہ وہ ایکسٹو کا آدمی ہے اور دوسری بات یہ کہ سر رحمان کون ہیں۔ اس لیے وہ ان کے خلاف کوئی جسمانی کارروائی بھی نہ کرے گا۔ یہی وجہ تھی کہ عمران اسے ہر قیمت پر وہاں سے نکالنے

کا فیصلہ کر چکا تھا۔

دانش منزل پہنچ کر اس نے جب بلیک زیرو کو سارا قصہ سنایا تو بلیک زیرو کے ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ وہ اس وقت کا تصور کر کے ہنس رہا تھا جب سر رحمان کو اس کی حقیقت کا علم ہوا ہوگا۔ عمران اٹھ کر لیبارٹری میں چلا گیا تاکہ وائرلیس ریکارڈر میں اگر کوئی گفتگو ٹیپ ہوئی ہو تو اسے سن سکے۔ لیکن جب اس نے ٹیپ سنا تو اس میں مثنوی مولانا روم پڑھے جانے کی ہی آواز سنائی دیتی رہی۔ اور یہ آواز حکیم بدھن کی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات ہی نہ تھی۔ عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے ٹیپ ایک طرف ڈالا اور آپریشن روم میں بلیک زیرو کے پاس پہنچ گیا۔

"وائرلیس ریکارڈر نے کچھ دیا ـــــ" بلیک زیرو نے پوچھا۔

"ہاں مثنوی مولانا روم سنوا دی ہے۔ بڑا عرصہ ہو گیا تھا۔ اسے پڑھے ہوئے۔ چلو اس بہانے دوبارہ پڑھ لی ـــــ" عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹیلیفون کو اپنی طرف کھسکایا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ رسیور اٹھاتا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور عمران نے بلیک زیرو کو آنکھ مارتے ہوئے رسیور اٹھا لیا۔ اس کا اندازہ تھا کہ سر سلطان کا فون ہوگا۔

"ایکسٹو ـــــ" عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"عمران کہاں ہے طاہر ـــــ" دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"سر عمران تو یہاں نہیں آیا ـــــ" عمران نے اس بار بلیک زیرو

کی آواز میں کہا اور بلیک زیرو مسکرا دیا۔

"تو سنو عمران جہاں کہیں بھی ہو اُسے تلاش کر کے کہہ دو کہ وہ فوری طور پر کہیں چھپ جائے۔ اس نے سر رحمان کو زبردست ڈاج دیا ہے اور صفدر کو وہاں سے لے گیا ہے اور اب سر رحمان غصے سے پاگل ہو رہے ہیں۔ انھوں نے صدر مملکت سے شکایت کی ہے جس پر صدر مملکت نے مجھے کہا ہے کہ میں ایکسٹو سے اس سلسلے میں بات کروں۔ صدر مملکت نے کافرستان سپیشل سیکرٹ ایجنسی کا کیس سر رحمان کو ٹرانسفر کر دیا ہوا ہے۔ اس لیے وہ زیادہ غصے میں ہیں کہ ان کے کام میں کیوں مداخلت کی جا رہی ہے ___" سر سلطان نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مجھے عمران صاحب نے فون پر تمام کہانی سنا دی تھی۔ ویسے سر آپ خود سوچیں اگر عمران صاحب عین موقع پر یہ داؤ نہ کھیلتے۔ تو سر رحمان کی ضد کی وجہ سے صورتِ حال کس قدر مضحکہ خیز ہو جاتی ___" عمران نے کہا۔

"ہاں مجھے اس کی ذہانت کا اعتراف ہے۔ اس نے صورتِ حال کو بڑے عجیب طریقے سے سنبھال لیا۔ لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ سر رحمان بضد ہیں کہ وحید بیگ کو ہٹا کر اس کی جگہ فیاض کو ریکارڈ روم کا انچارج بنا دیا جائے تاکہ اگر مجرم ریکارڈ روم سے کوئی چیز حاصل کرنا چاہیں تو وہ نہ کر سکیں۔ لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ریکارڈ روم میں انتہائی اہمیت کی فائلیں موجود ہیں اور فیاض قطعاً احمق ہے ___" سر سلطان نے کہا۔

"آپ ایسا کریں کہ فیاض کو وحید بیگ کا اسسٹنٹ بنوا دیں۔ اس

طرح سر رحمان بھی مطمئن ہو جائیں گے اور آپ کی پریشانی بھی دور ہو جائے گی۔ ویسے ایک بات ہے اگر وحید بیگ ہی در پردہ مجرموں سے مل گیا تو وہ آسانی سے سب کی نظروں میں دھول جھونک سکتا ہے ___" عمران نے کہا۔ وہ بلیک زیرو کے لہجے میں ہی بات کر رہا تھا۔

"نہیں ___ وحید بیگ بہت پرانا اور قابلِ اعتماد ملازم ہے وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ بہرحال جیسے ہی عمران سے رابطہ ہو اُسے کہہ دینا کہ وہ مجھ سے بات کر لے ___" سر سلطان نے کہا۔

"بہتر جناب میں کہہ دوں گا ___" عمران نے کہا اور پھر سر سلطان کے ریسیور رکھنے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا۔

"آپ نے خود اپنے لہجے میں بات کیوں نہیں کی۔ سر سلطان سے چھپنے کی کیا ضرورت تھی ___" بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"یار میرا لہجہ ذرا جلدی پٹڑی سے اُتر جاتا ہے۔ اس لیے میں نے سوچا اس لہجے میں بات کی جائے جو پٹڑی سے نہ اُترے۔ عمران نے کہا اور ساتھ ہی اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔ چند لمحوں بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"جولیا اسپیکنگ ___" دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو۔ کیپٹن شکیل اور تنویر کی طرف سے کوئی رپورٹ ___" عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

"سر ابھی تک کوئی رپورٹ موصول نہیں ہوئی ___" دوسری طرف سے جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے انھیں واپس بلا لو۔ نگرانی کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی۔"

عمران نے کہا۔

"بہتر سر ———" جولیا نے جواب دیا اور عمران نے رسیور رکھ دیا۔

"کیوں انہیں واپس کیوں بلا لیا آپ نے۔ کیا ان نواب اور حکیم بڈھوں پر شک ختم ہو گیا ———" بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ظاہر ہے جب ہم یہاں بیٹھے مثنوی مولانا روم سن رہے ہیں۔ تو وہاں کھڑے گلستان سعدی ہی سنیں گے اور انہیں فارسی آتی نہیں۔ اس لیے ان کا وہاں رہنا بے کار ہی ہے ———" عمران نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ بلیک زیرو کوئی جواب دیتا۔ اچانک ٹرانسمیٹر فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو ———" عمران نے کہا۔

"میں کیپٹن شکیل بول رہا ہوں سر۔ مس جولیا نے میری اور تنویر کی ڈیوٹی گلفشاں کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ کی نگرانی پر لگائی تھی۔ میں نے ابھی مس جولیا کو فون کیا تو ان کا فون انگیج تھا۔ اس لیے میں آپ کو کال کر رہا ہوں ———" کیپٹن شکیل کی سنجیدہ آواز سنائی دی۔

"جولیا کا فون انگیج تھا تو کچھ لمحے انتظار کر لیا ہوتا ———" عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔

"سوری سر ——— میں نے سوچا کہ مس جولیا نے بھی تو آپ کو ہی رپورٹ دینی ہے اس لیے کیوں نہ میں ڈائریکٹ رپورٹ دوں ———" کیپٹن شکیل نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیپٹن شکیل ضابطے کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ تم سمجھدار آدمی ہو اس لیے فی الحال اتنا ہی اشارہ کافی ہے۔ آئندہ محتاط رہنا ———" عمران نے سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ویری سوری سر۔ آپ کو آئندہ شکایت نہ ہو گی سر ———" کیپٹن شکیل نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"اب کال کر لیا ہے تو بتاؤ کیا رپورٹ ہے ———" عمران نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا۔ اس کے خیال کے مطابق کیپٹن شکیل جیسے آدمی کے لیے اتنی ہی ڈوز کافی ہے۔

"سر مس جولیا کے حکم کے مطابق ہم دونوں صبح ہی کوٹھی کی نگرانی کے لیے پہنچ گئے تھے۔ صبح وہاں دو نوجوان نکلے اور رکشا میں بیٹھ کر چلے گئے۔ میں نے تنویر کو ان کی نگرانی کے لیے بھیجا۔ تو تنویر نے رپورٹ دی کہ دونوں وزارت خارجہ کے سیکرٹریٹ میں گئے ہیں اور تنویر نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ وہ دونوں وہاں چپڑاسی ہیں۔ تنویر نے مجھے رپورٹ دی تو میں نے کہا کہ وہ بس ان کا خیال رکھے۔ اور میں خود کوٹھی کی نگرانی کرتا رہا۔ تھوڑی دیر پہلے ان میں سے ایک نوجوان واپس کوٹھی میں آیا ہے اور یہاں کچھ وقت گزارنے کے بعد وہ واپس وزارت خارجہ کے سیکرٹریٹ چلا گیا ہے۔ تنویر چونکہ ان کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس لیے سر اس نے مجھے ٹرانسمیٹر رپورٹ دی تھی۔ اس نے یہ بھی رپورٹ دی ہے کہ انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر رحمان اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کی مشترکہ ٹیم نے وہاں ریکارڈ روم میں ریڈ کیا۔ پھر عمران بھی وہاں پہنچا ہے۔ بعد ازاں ایک آدمی عمران کے ساتھ واپس باہر آیا تو تنویر اس آدمی کو پہچان گیا وہ صفدر تھا میک اپ کیے ہوئے۔ صفدر بھی اب وہاں نگرانی کر رہا ہے۔ البتہ تنویر نے ابھی ابھی ایک عجیب رپورٹ دی

ہے کہ آفس ڈیوٹی کے دوران وہ دونوں جیپز اسی یکلخت کام چھوڑ کر چل دیئے۔ جبکہ ان میں سے ایک جو کہ کوٹھی میں واپس آیا تھا۔ ریکارڈ روم کے انچارج کے پاس جاتا ہوا بھی دیکھا گیا اور پھر فوراً ہی وہ دونوں وہاں سے نکلے اور زلار روڈ کے ایک کیفے نشاط میں پہنچے۔ تنویر کی رپورٹ ہے کہ اس نوجوان نے جو کوٹھی سے واپس آیا تھا۔ اور جو ریکارڈ روم انچارج کے پاس بھی گیا تھا۔ اس نے ایک عجیب ساخت کا قلم کیفے نشاط کے کاؤنٹر پر موجود ایک نوجوان کو دیا اور ساتھ ہی اسے کہا کہ یہ حکیم بدھن کی امانت ہے۔ اس کے بعد اس نے وہیں سے فون کیا۔ اس نے کہا کہ وہ اعظم بول رہا ہے اور عالیجاہ سے ملاقات ہو چکی ہے اور یہ بھی کہا کہ سب کام درست طور پر ہوا ہے اور انتہائی احتیاط سے بھی۔ اس کے بعد وہ دونوں وہاں سے چل کر سیدھے واپس کوٹھی پہنچ گئے۔ ہیں اور اب اندر ہیں۔ تنویر نے جب وہاں سے مجھے رپورٹ دی تو میں نے اسے وہیں اس کاؤنٹرمین کی جس کا نام عالیجاہ ہے کی نگرانی کا کہہ دیا کیونکہ تنویر نے یہ بتایا تھا کہ ان دونوں نے کیفے نشاط سے رکشا پکڑا تو اسے کلفٹن کالونی کا کہا۔ اس لیے تنویر مجھے رپورٹ دینے کے لیے وہیں رک گیا۔ اب آپ جیسے حکم فرمائیں ——" کیپٹن شکیل نے تفصیل سے رپورٹ دیتے ہوئے کہا اور عمران کی آنکھیں رپورٹ کے ساتھ ساتھ پھیلتی چلی جا رہی تھیں۔

"تم نے بہت اچھا کیا کہ تنویر کو وہیں روک دیا۔ تم خود بھی کوٹھی کی نگرانی چھوڑ کر وہیں پہنچو اور اسی عالیجاہ کو اسی قلم سمیت وہاں سے اغوا کر کے رانا ہاؤس پہنچا دو۔ تمام کام انتہائی احتیاط سے ہونا چاہیے۔ اس قلم کو کسی صورت بھی گم یا ضائع نہیں..." عمران نے تیز لہجے میں جواب دیا۔

"بہتر سر ——" دوسری طرف سے کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی

"اور سنو —— اس عالیجاہ کو رانا ہاؤس پہنچانے کے بعد تم دونوں واپس اپنے فلیٹوں میں پہنچ جاؤ گے اور مزید احکامات کا انتظار کرو گے۔

"جولیا کی کال آئے تو اسے کہہ دینا کہ وہ مجھ سے بات کرے ——" عمران نے کہا۔

"بہتر سر ——" دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے رسیور رکھ دیا۔

"بلی تھیلی سے باہر آ ہی گئی ——" عمران نے رسیور رکھتے ہی کہا۔

"ہاں معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے ——" بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"دفتر کا وقت اب ختم ہونے والا ہے تم صفدر کو ٹرانسمیٹر کال کر کے کہہ دو کہ وہ وحید بیگ کو اب اغوا کر کے رانا ہاؤس پہنچا دے۔ اب وحید بیگ کا وہاں پہنچنا ضروری ہو گیا ہے اور سنو میں اس چکر کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ تم خود بھی رانا ہاؤس پہنچ جاؤ۔ میں وہیں تمہیں مزید ہدایات دوں گا ——" عمران نے کہا اور بلیک زیرو کا جواب سنے بغیر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھتا گیا۔

سر رحمان کا غصہ اپنے پورے عروج پر تھا۔ وہ سیکرٹریٹ سے نکل کر سیدھے اپنے دفتر پہنچے تھے اور فیاض سہما ہوا ان کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے سر رحمان کو اس سے پہلے کبھی اتنے غصے میں نہ دیکھا تھا۔ انھوں نے صدر مملکت کو فون کر کے تمام صورتِ حال بتائی اور صدر مملکت نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ ایکسٹو کو منع کروا دیں گے کہ وہ آئندہ اس کیس میں مداخلت نہ کرے۔ اور جہاں تک عمران کا تعلق تھا۔ صدر مملکت نے انھیں اجازت دے دی تھی کہ اگر وہ چاہیں تو سرکاری فرائض میں مداخلت کے جرم میں اس کے خلاف مقدمہ قائم کر کے اُسے گرفتار کر لیں۔

"تمھارا کیا خیال ہے۔ یہ ایکسٹو کا آدمی وحید بیگ کی نگرانی کیوں کر رہا تھا ـــــ" سر رحمان نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا وہ شاید اب اپنے آپ کو سنبھالنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

"ایکسٹو کا آدمی ـــــ" فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"احمق، اُلّو۔ گدھے۔ تمھاری حماقت کی وجہ سے ہی مجھے ہر جگہ شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ کیا تم نے سُنا نہیں تھا کہ سر سلطان کیا کہہ رہے تھے۔ کہ وہ ظفر الحسن ان کا آدمی ہے۔ ان کا آدمی ہونے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ سیکرٹ سروس کا آدمی تھا ایکسٹو کا ـــــ" سر رحمان فیاض پر چڑھ دوڑے۔

"جی۔ جی۔ میں سمجھ گیا۔ سر۔ وہ ایکسٹو کا آدمی تھا سر ـــــ" فیاض نے بُری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"میرا سر سمجھ گئے۔ میں پوچھ رہا ہوں کہ وہ وحید بیگ کی نگرانی کیوں کر رہا تھا۔ بولو کیوں کر رہا تھا ـــــ" سر رحمان نے غصے سے میز پر مکہ مارتے ہوئے پوچھا۔

"سر وحید بیگ مشکوک ہوگا۔ ویسے بھی سر جب ہم اندر داخل ہوئے تھے تو وحید بیگ کا رنگ یکلخت زرد پڑ گیا تھا ـــــ" فیاض نے جان چھڑانے کے لیے کہا۔

"اوہ ویری گڈ۔ واقعی ایسا ہوگا۔ اب مجھے بھی خیال آ رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وحید بیگ مجرموں سے مل چکا ہے۔ گڈ تم اب سمجھدار ہوتے جا رہے ہو ـــــ" سر رحمان یکلخت خوش ہو گئے۔ ان کا مزاج ایسا ہی تھا وہ ذرا سی بات پر مشتعل ہو جاتے تھے اور خوش بھی ذرا سی بات پر ہو جاتے تھے۔ اور انھیں خوش دیکھ کر فیاض کا سینہ پھول گیا۔

"اُسے گرفتار کر لوں سر ـــــ" فیاض نے فوراً ہی پوچھا۔

"گرفتار کیوں۔ کیا اس نے کوئی آدمی مار دیا ہے۔ احمق۔ اس کی نگرانی کرو۔ جو آدمی اس سے ملے اس کی نگرانی کرو۔ مگر غیر متعلق آدمی کی۔ کہیں تم پورے سیکرٹریٹ کی ہی نگرانی نہ شروع کر دینا۔ صرف مشکوک افراد کی۔ نگرانی انتہائی سخت ہونی چاہیے۔ اور مجھے رپورٹ دو ــــ" سر رحمان نے کہا۔

"بہتر سر ــــ" فیاض نے فوراً ہی تائید میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور سنو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ احمق ایکسٹو اپنی مداخلت سے باز نہیں آئے گا۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی آدمی نگرانی کر رہا ہو تم نے اس کی نگرانی سے بچنا ہو گا۔ سمجھے ــــ" سر رحمان نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب میں سمجھ گیا سر۔ آپ بے فکر رہیں سر ــــ" فیاض نے کہا۔

"تو جاؤ ــــ کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ جاؤ ــــ" سر رحمان نے کہا اور فیاض انہیں سیلوٹ کرتا ہوا تیزی سے مڑا اور پھر دفتر سے باہر نکل گیا۔ وہ دل ہی دل میں اتنی آسانی سے چھٹکارا مل جانے پر خوش ہو رہا تھا۔ اس نے اپنے دفتر میں جاتے ہی دو انسپکٹروں کو طلب کیا اور پھر انہیں ہدایات دیتے رہا کہ وہ سیکرٹریٹ جا کر وحید بیگ کی نگرانی کریں۔ جو غیر متعلق آدمی ان سے ملے اس کی بھی نگرانی کی جائے۔ اب ظاہر ہے نگرانی جیسا کام تو سپرنٹنڈنٹ کے شایان شان نہیں ہے۔ یہ سی۔ آئی۔ ڈی انسپکٹر آخر کس مرض کی دوا ہیں۔ اب مسئلہ اس کی سمجھ کے مطابق آسان ہو گیا تھا کہ صرف وحید بیگ کی نگرانی ہی کرنی

تھی۔ چنانچہ وہ ہوتی رہے گی۔ اور جو رپورٹ ملے گی وہ سر رحمان کو دے دیا کرے گا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس کے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

"یس ــــ" فیاض نے کرخت اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"سر۔ انسپکٹر منور آپ سے بات کرنا چاہتا ہے ــــ" دوسری طرف سے پی۔ اے کی آواز سنائی دی۔

"انسپکٹر منور ــــ اوہ فوراً بات کراؤ ــــ" فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔ کیونکہ جن دو انسپکٹروں کو اس نے نگرانی کے لیے بھیجا تھا۔ ان میں ایک انسپکٹر کا نام منور تھا۔ نیا بھرتی ہوا تھا اور خاصا چست اور ذہین تھا۔

"سر میں انسپکٹر منور بول رہا ہوں ــــ" چند لمحوں بعد انسپکٹر منور کی آواز سنائی دی۔

"یس ــــ کیا رپورٹ ہے ــــ؟" سپرنٹنڈنٹ فیاض نے کہا۔

"سر ایک دوسرے شعبے کا چپڑاسی بڑے آزادانہ طریقے سے وحید بیگ سے جا کر ملا تھا۔ جس سے ہمیں مشکوک ہو گیا۔ کیونکہ ایک چپڑاسی اس طرح ریکارڈ روم کے انچارج کے کمرے میں نہیں جا سکتا۔ جب وہ باہر نکلا تو اس نے ایک اور چپڑاسی کو اشارہ کیا اور پھر وہ دونوں ہی سیکرٹریٹ سے باہر آ گئے۔ اور سر ایک اور نوجوان بھی بڑے محتاط انداز میں ان دونوں کی نگرانی کر رہا تھا۔ سر ہم نے ان کا تعاقب کیا یہ دونوں زلزار روڈ پر واقع کیفے نشاط پہنچے اور وہ چپڑاسی جو وحید بیگ سے ملا تھا اس نے ایک عجیب ساخت کا قلم کاؤنٹر پر کھڑے

ایک نوجوان کو دیا اور پھر اس نے وہیں سے کسی کو فون کیا۔ اور پھر دونوں رکشے میں بیٹھ کر چلے گئے۔ ان کی نگرانی کرنے والا وہیں کیفے میں ہی رک گیا۔ اور سر وہ دونوں گلفشاں کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ میں چلے گئے۔ اور میں آپ کو قریبی پبلک فون بوتھ سے آپ کو رپورٹ دے رہا ہوں۔" انسپکٹر منور نے کہا۔

"یہ کیا رپورٹ ہے کہ چپڑاسیوں کا تعاقب کرتے پھر رہے ہو۔ احمق آدمی تمہیں میں نے کہا نہیں تھا کہ صرف غیر متعلق آدمی کی نگرانی کرو۔" فیاض نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"سر اس میں دو باتیں مشکوک ہیں سر ۔۔۔ ایک چپڑاسی کا افسر سے اس طرح برابر کی سطح پر ملنا۔ پھر ان کی نگرانی ہونا۔ پھر کیفے نشاط میں عجیب ساخت کا قلم دینا اور پھر چپڑاسی ہو کر گل فشاں کالونی کی عظیم الشان کوٹھی میں جانا ۔۔۔" انسپکٹر منور نے اپنی کارروائی کے حق میں دلائل دیتے ہوئے کہا۔

"تو کیا ہوا۔ اس میں کون سی عجیب بات ہو گئی۔ زیادہ سے زیادہ مسئلہ اس عجیب ساخت کے قلم کا ہے۔ تو ٹھیک ہے تم اس آدمی سے قلم حاصل کر کے مجھے پہنچا دو ۔۔۔" فیاض نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا قلم اس سے جبراً حاصل کرنا ہے سر ۔۔۔" انسپکٹر منور نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"نہیں ادھار مانگ کر لانا۔ احمق آدمی تمہیں کہہ تو دیا ہے کہ قلم حاصل کرو۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم کس طرح حاصل کرتے ہو ۔۔۔" فیاض نے تاؤ دکھانے والے لہجے میں کہا۔

"بہتر سر حکم کی تعمیل ہو گی سر ۔۔۔" انسپکٹر منور نے جواب دیا۔

"خاک ہو گی۔ تم احمق ہو۔ اچھا تم اپنا کام کرو۔ قلم میں اس سے خود حاصل کر لوں گا ۔۔۔" فیاض نے اچانک کسی خیال کے تحت کہا۔

"ٹھیک ہے سر ۔۔۔ اس آدمی کا نام عالیجاہ ہے سر جسے اس چپڑاسی نے قلم دیا ہے سر ۔۔۔" انسپکٹر منور نے کہا۔

"میں نے سن لیا ہے۔ ہونہہ عالیجاہ نام بھی کیسے احمقانہ رکھتے ہیں لوگ ۔۔۔" فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا اور پھر رسیور رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے سوچا تھا کہ خود بھی کارروائی میں حصہ لے لے تاکہ سر رحمان کو مطمئن کیا جا سکے۔ چنانچہ دفتر سے باہر آ کر اس نے سرکاری جیپ نکالی اور زلار روڈ کی طرف بڑھنے لگا تاکہ اس عالیجاہ سے وہ قلم حاصل کرے جسے وہ احمق انسپکٹر عجیب ساخت کا کہہ رہا تھا۔

کیفے نشاط کے کاؤنٹر پر کھڑا عالیجاہ کیفے میں آنے والے گاہکوں کو اور تیزی سے ان گاہکوں کو سامان خورد و نوش پہنچانے والے بیروں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ خود اس کیفے کا مالک تھا۔ اور اس نے یہ کیفے ایک ماہ پہلے کھولا تھا۔ اس کے کیفے کی شہرت جلد ہی پر لگا کر شہر بھر میں پھیل گئی۔ کیونکہ اس کے کیفے میں ہر قسم کے منشیات سستے داموں مہیا ہو جاتی تھیں۔ اس لیے کیفے کا ہال ہر وقت گاہکوں سے بھرا رہتا تھا۔ منشیات کی سپلائی کے لیے اس نے عجیب طریقہ استعمال کیا تھا۔ کیفے کے بلوں کے پیچھے اس نے منشیات کے کوڈ نام چھپوائے ہوئے تھے جو ہندسوں کی صورت میں تھے۔ اور بظاہر یوں لگتا تھا جیسے یہ ہندسے اس بلو کی تعداد اشاعت اور تاریخ اشاعت بتاتے ہوں۔ مگر منشیات خریدنے والے آہستہ آہستہ ان کوڈز سے واقف ہونے جا رہے تھے۔ اس لیے وہ بڑے اطمینان سے دوسرے سامان کے ساتھ ان میں سے کسی ہندسے پر بھی ٹک مارک لگا دیتے اور بیرہ بڑے ادب سے واپس چلا جاتا۔ اور پھر اس کے سامان کے ساتھ ہی چینی دان میں یا کسی اور چیز میں چھوٹی سی تھیلی انہیں مل جاتی جسے وہ بڑے اطمینان سے اپنی جیب میں منتقل کر لیتے اور پھر جب بل آتا تو وہ اس کی مقرر کردہ رقم بھی بل کے ساتھ ادا کر دیتے اور اطمینان سے اٹھ کر چلے جاتے۔ اس طرح عالیجاہ کا دھندا روز بروز عروج پر جا رہا تھا۔ اور اب تو منشیات خریدنے والوں کو بیرے اور عالیجاہ خود بھی پہچاننے لگ گیا تھا۔ اس کی تیز نظریں ہر بات کا جائزہ لیتی رہتی تھیں۔ آج بھی وہ کاؤنٹر پر کھڑا بڑے اطمینان سے اپنے کاروبار کو دیکھ رہا تھا کہ دو افراد اندر داخل ہوئے اور پھر وہ کسی میز کی طرف جانے کے بجائے سیدھے اس کی طرف بڑھتے آئے۔ ان دونوں نے چپڑاسیوں کی وردی پہنی ہوئی تھی۔ عالیجاہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"کیا آپ ہی کا اسم شریف عالیجاہ ہے ——" ان میں سے ایک نے کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر بڑے پر اسرار سے انداز میں کہا۔

"جی ہاں فرمائیے ——" عالیجاہ نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ اور اس نوجوان نے یونیفارم کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک عجیب سی ساخت کا قلم نکالا اور پھر آگے عالیجاہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "حکیم بڈھن کی امانت ہے"۔ حکیم بڈھن کا نام سنتے ہی عالیجاہ چونک پڑا۔ اور دوسرے لمحے اس نے قلم اس نوجوان کے ہاتھ سے لے کر تیزی سے اپنی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔ "اگر آپ اجازت دیں تو ہم ایک فون کر لیں ——" قلم دینے والے نوجوان نے کہا اور عالیجاہ

کے سر ہلانے پر اس نے کاؤنٹر پر رکھے ہوئے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا لیا۔ عالیجاہ کے چہرے پر اب بے چینی کے آثار نمایاں تھے۔ اسی لمحے اس کی نظریں کاؤنٹر کے بالکل قریب موجود میز پر بیٹھے ہوئے ایک لمبے تڑنگے نوجوان پر پڑیں جو بڑے مطمئن انداز میں بیٹھا کسی بیرے کا انتظار کر رہا تھا۔ یہ گاہک عالیجاہ کے لیے بالکل نیا تھا۔ لیکن اسی لمحے اس نوجوان نے فون پر بات شروع کر دی اور عالیجاہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ فون پر گفتگو کرنے کے بعد جب وہ دونوں نوجوان بیرونی دروازے کی طرف پلٹے تو عالیجاہ تیزی سے کاؤنٹر کا عقبی دروازہ کھول کر اندر گھس گیا۔ اس نے اس نوجوان کو بھی نہ دیکھا جو بغیر کچھ کھائے پیئے ان دونوں کے پیچھے چلتا ہوا کیفے سے باہر چلا گیا تھا۔

کاؤنٹر کے عقبی دروازے کا راستہ اس کے مخصوص دفتر میں کھلتا تھا جس کا دوسرا دروازہ بائیں طرف والی راہداری میں بھی تھا۔ عالیجاہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی بڑی پھرتی سے دیوار پر لگی ہوئی ایک بڑی سی تصویر کو دونوں ہاتھوں سے ایک طرف کھسکایا۔ تصویر کے پیچھے بھی دیوار خالی ہی تھی۔ عالیجاہ نے اس خالی جگہ پر ہتھیلی رکھ کر اسے زور سے دبا دیا تو لقبیہ دیوار درمیان میں سے پھٹ کر دونوں اطراف میں سمٹ گئی۔ اور اب جس جگہ دیوار تھی وہاں ایک بڑا اور مضبوط سا سیف کا دروازہ نظر آ رہا تھا جس پر کوئی ہینڈل وغیرہ نہ تھا۔ بس سپاٹ سے دروازے تھے۔ جن کے درمیان فولادی پٹی موجود تھی۔ عالیجاہ نے بڑے اطمینان سے اس پٹی پر اوپر سے نیچے تک ہاتھ پھیرا اور پھر اسی ہاتھ کو نیچے سے اوپر تک لے گیا۔ اس کے بعد اس نے ہتھیلی کا

رخ پلٹا اور ہتھیلی کی پشت اس پٹی پر رکھ کر اسے پہلے جیسے انداز میں اوپر سے نیچے لے آیا۔ جیسے ہی اس کا ہاتھ نیچے آیا۔ کھٹاک کی ہلکی سی آواز سنائی دی اور سیف کے دونوں پٹ خود بخود کھلتے چلے گئے۔ سیف کے خانوں میں مختلف فائلیں اور دھات کے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے کنٹینر رکھے ہوئے تھے۔ ان کنٹینروں میں شاید منشیات کا ذخیرہ تھا۔ عالیجاہ نے سیف کے نچلے خانے کے اندر ہاتھ ڈالا اور اس کے آخری حصے میں لگے ہوئے ایک چھوٹے سے بٹن کو پش کر دیا۔ بٹن کے پش ہوتے ہی خانہ تیزی سے پیچھے ہٹتا چلا گیا اور خالی جگہ کے نیچے ایک اور خانہ نظر آنے لگا۔ اس خانے میں صرف ایک فائل موجود تھی۔ عالیجاہ نے جیب سے وہی عجیب ساخت کا قلم نکالا اور اسے اس خانے میں فائل کے ساتھ رکھ کر پہلے خانے کو دوبارہ کھینچ کر واپس اپنی جگہ پر پہنچا دیا۔ اب نیچے والا خانہ غائب ہو چکا تھا۔ اس کے بعد عالیجاہ تیزی سے سیدھا ہوا۔ اس نے تیزی سے سیف کے دونوں پٹ بند کر کے اوپر ذرا سا دباؤ دیا تو کھٹاک کی آواز آئی اور سیف بند ہو گیا۔ عالیجاہ نے تصویر والی جگہ پر دوبارہ ہتھیلی کا دباؤ ڈالا تو دیوار سرر کی تیز آواز سے برابر ہو گئی۔ تصویر کو واپس اپنی جگہ پر رکھ کر واپس کاؤنٹر والے دروازے کی طرف مڑا۔ اب اس کے چہرے پر مکمل اطمینان تھا۔ لیکن دروازے کے قریب پہنچ کر وہ باہر جانے کی بجائے آگے بڑھتا چلا گیا۔ دروازے کی دوسری جانب شیلف سا بنا ہوا تھا جس میں ڈیکوریشن کے مختلف کھلونے پڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک حبشی عورت کا مجسمہ بھی تھا جس

کے کانوں میں سفید رنگ کے بڑے بڑے ہالے موجود تھے۔ اس عورت کا منہ کھلا ہوا تھا۔ اور اس کے دونوں بازو کہنیوں سے کٹے ہوئے تھے۔ اس جیسا ڈیکوریشن کھلونا دارالحکومت کی تقریباً تمام دکانوں پر ملتا تھا۔ کیونکہ یہ افریقہ کی بنگولا دیوی کا دیوتا تھا۔ جسے خوشحالی اور برکت کی دیوی کہا جاتا تھا۔ اس لیے لوگ اکثر اسے اپنے ڈرائنگ روموں میں رکھتے تھے۔ عالیجاہ نے اس مجسمے کے گلے میں پڑے ہوئے سفید رنگ کے ہاروں کے درمیانی ہار کو انگوٹھے سے مخصوص انداز میں دبایا تو مجسمے کے کانوں میں پڑے ہوئے ہالوں کا رنگ تیزی سے سرخ ہوتا چلا گیا اور مجسمے کے کھلے منہ سے سرسراہٹ کی ہلکی ہلکی آوازیں نکلنے لگیں۔ عالیجاہ کا انگوٹھا بدستور اس ہار پر جما ہوا تھا۔

"یس چیف ـــ ایس ایس۔ اے اوور ـــ" سرسراہٹ پر ایک ہلکی سی آواز غالب آگئی۔ لہجہ مردانہ اور خاصا کرخت تھا۔

"عالیجاہ بول رہا ہوں جناب۔ ابھی ابھی حکیم بڈھن نے ایک عجیب ساخت کا قلم بطور امانت بھیجا ہے اوور ـــ" عالیجاہ نے انگوٹھے سے ہار کو پش کرتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ سرگوشیانہ ہی تھا۔

"اوہ اسے سنبھال کر رکھنا۔ وہ یقیناً کوئی خاص چیز ہوگی اور پھر جیسے حکیم بڈھن حکم دے ویسے کرنا۔ وہ سپیشل سیکرٹ ایجنسی کا نمبر ون ہے اس لیے حکم کی تعمیل ہر قیمت پر ہونی چاہیے اوور ـــ" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یس سر ـــ تعمیل ہوگی سر اوور ـــ" عالیجاہ نے جواب دیا۔

"جو ہدایات وہ تمہیں دے اس کے متعلق مجھے رپورٹ ضرور دینا اوور" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"بہتر جناب اوور ـــ" عالیجاہ نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل ـــ" دوسری طرف سے کہا گیا اور عالیجاہ نے انگوٹھے کو آہستہ سے دبا کر ہاتھ مجسمے سے علیحدہ کر دیا اور اس کے ساتھ ہی مجسمے کے کانوں میں موجود ہالوں کا رنگ دوبارہ سفید ہو گیا۔ اب وہ ایک عام سا مجسمہ لگ رہا تھا۔ عالیجاہ بڑے اطمینان سے مڑا اور پھر دروازے سے نکل کر دوبارہ کاؤنٹر کے پیچھے پہنچ گیا۔ اس نے بڑے اطمینان سے ہال کا جائزہ لیا۔ اور پھر اس کی نظریں اسی نوجوان پر جم گئیں جو ابھی تک اسی میز پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے کوکا کولا کی ایک بوتل پڑی ہوئی تھی۔ اور وہ بڑے اطمینان سے اسے پی رہا تھا۔ عالیجاہ کے ذہن میں اس نوجوان کو دیکھتے ہی لاشعوری طور پر خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ نوجوان کے جسم کی بناوٹ، اس کا قد و قامت، اس کے چہرے کی سختی اور آنکھوں میں موجود چمک اسے بتا رہی تھی کہ یہ عام سا نوجوان نہیں۔ عالیجاہ کا تعلق چونکہ کافرستان کی سپیشل سیکرٹ ایجنسی سے تھا اور اس سے پہلے وہ کافرستان سیکرٹ سروس کا ایک سرگرم رکن رہا تھا۔ اس لیے وہ اس قبیل کے آدمیوں کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ پاکیشیا میں کیفے نشاط بھی اس نے ایس۔ ایس۔ اے یعنی سپیشل سیکرٹ ایجنسی کے چیف کے حکم پر کھولا تھا۔ چیف نے اسے پاکیشیا کا انچارج بنا کر بھیجا تھا۔ ان کا منصوبہ خاصا طویل المیعاد تھا۔ کیفے نشاط کی کامیابی کے بعد انہوں نے یہاں ایک بہترین ہوٹل بنانا تھا۔ تاکہ اعلیٰ سوسائٹی کے افراد سے مطلب کے راز نقول کر کے وہ انہیں کافرستان منتقل کر سکیں۔

لیکن وہ آہستہ آہستہ کام کر رہے تھے اور پھر اُسے چیف نے چار یا پانچ روز قبل اطلاع دی کہ ایس۔ ایس۔ اے کے کچھ ایجنٹ ایک خاص مشن پر پاکیشیا پہنچ گئے ہیں۔ اگر وہ تم سے رابطہ قائم کریں تو تم نے ان کی مکمل امداد کرنی ہے۔ اس کے لیے اُسے صرف ایک نام حکیم بڈھن بتایا گیا تھا۔ اس لیے آج حکیم بڈھن کا نام سنتے ہی وہ چونک پڑا تھا اور پھر فلم خفیہ سیف میں محفوظ رکھنے کے بعد اس نے مناسب سمجھا تھا کہ چیف سے اس سلسلے میں بات کرے اور جب چیف نے اُسے بتایا تھا کہ حکیم بڈھن ایس۔ ایس۔ اے کا نمبر ون ہے۔ تو اُس کے دل میں عقیدت کے جذبات خود بخود اُبھر آئے تھے۔ اس نے ایس۔ ایس۔ اے میں نمبر ون کے کارناموں کی بڑی دھوم سنی تھی۔ لیکن آج تک اس سے کبھی ملاقات نہ ہوئی تھی۔ اور وہ یہی سوچتا ہوا کاؤنٹر پر آیا تھا کہ شاید اُس کی خواہش پوری ہو جائے اور اُس کی ملاقات حکیم بڈھن سے ہو جائے لیکن کاؤنٹر پر پہنچتے ہی اس نوجوان کو دیکھتے ہی اس کے لاشعور میں خطرے کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور وہ حکیم بڈھن کو بھول کر اس نوجوان کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے لگا۔ اس کے لاشعور میں کھلبلی سی مچی ہوئی تھی۔ اُسے یہ نوجوان مانوس سا محسوس ہو رہا تھا لیکن اُسے یاد نہ آ رہا تھا کہ یہ کون ہے اور اس سے کہاں ملاقات ہوئی ہے۔ ابھی وہ کھڑا اس بات کو یاد کر رہا تھا کہ کیفے کے دروازے پر ایک اور شخص نظر آیا۔ اس نے سلیٹی رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ لیکن اس کے سر پر افسروں کی سی مخصوص کیپ تھی۔ وہ ایک لمحے کے لیے دروازے پر رک کر ہال کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کاؤنٹر کی طرف بڑھتا آیا۔ عالیجاہ خاموش کھڑا اُسے دیکھتا رہا۔ آنے والا کاؤنٹر کے سامنے آ کر رک گیا۔ اس کے چہرے پر سختی کے آثار اُبھر آئے تھے۔

"میں سنٹرل انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ فیاض ہوں ———" آنے والے نے چبا چبا کر اپنا تعارف کرایا۔

"اوہ سر۔ آپ۔ آپ۔ زہے نصیب آپ یہاں تشریف لائے۔ ہم تو آپ کے خادم ہیں۔ آپ نے مجھے اپنے دفتر میں طلب کر لینا تھا۔" عالیجاہ نے بڑے انکسارانہ لہجے میں جواب دیا۔ اور سوپر فیاض کا سینہ فخر سے پھولتا چلا گیا۔ اس کی آنکھوں میں چمک اُبھر آئی تھی۔

"اس کیفے کا مالک کون ہے اور تمہارا کیا نام ہے ———" سوپر فیاض نے سخت اور سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"سر میرا نام عالیجاہ ہے اور میں ہی اس کیفے کا مالک ہوں۔ آپ میرے دفتر میں تشریف لے چلیے۔ مجھے آپ جیسے معزز آفیسر کی خدمت کر کے بے حد خوشی ہو گی ———" عالیجاہ نے کاؤنٹر سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"کہاں ہے تمہارا دفتر ———" سوپر فیاض نے بڑے فاخرانہ انداز میں اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"آئیے اِدھر تشریف لائیے ———" عالیجاہ نے دائیں طرف والی راہداری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور فیاض بڑے فاخرانہ انداز میں چلتا ہوا اس طرف بڑھنے لگا۔ مگر اسی لمحے اس کی نظریں کاؤنٹر کے قریب بیٹھے ہوئے اسی نوجوان پر پڑیں جس کے متعلق فیاض کی آمد سے قبل عالیجاہ سوچ رہا تھا۔

"تم اور یہاں ــــ" فیاض نے ٹھٹھک کر رکتے ہوئے کہا۔

"کیوں اس جگہ آنا جرم ہے سپرنٹنڈنٹ صاحب ــــ" اس نوجوان نے کاٹ کھانے والے لہجے میں جواب دیا۔

"ارے نہیں ــــ میں تو بس ویسے ہی پوچھ رہا تھا ــــ" فیاض نے سنبھلتے ہوئے کہا۔ اسے خیال آگیا تھا کہ عمران کا یہ ساتھی تنویر خاصا مشتعل مزاج واقع ہوا ہے۔ اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ عالیجاہ کے سامنے کوئی ایسی بات کر دے جس سے اس کے رعب میں فرق آجائے۔ اس لیے اس نے بات بدلی اور پھر تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا عالیجاہ کے پیچھے چلتا ہوا اس دروازے میں داخل ہوگیا جس کے باہر آفس کی نام پلیٹ لگی ہوئی تھی۔

"تشریف رکھیے جناب۔ اور فرمائیے آپ کیا شوق فرمائیں گے ــــ" عالیجاہ نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"تم ان باتوں کو چھوڑو۔ مجھے یہاں کا کاروبار مشکوک معلوم ہو رہا ہے۔ اور میں یہاں منشیات کی بو بھی سونگھ رہا ہوں۔ تمہیں معلوم ہے منشیات کے سلسلے میں اس ملک کا قانون کس قدر سخت ہے ــــ" فیاض نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"جناب آپ کی بات درست ہے۔ مگر جناب ہم تو آپ کا حصّہ باقاعدگی سے پہنچا رہے ہیں جناب۔ کبھی کوتاہی نہیں کی ــــ" عالیجاہ نے جواب دیا۔ اور فیاض چونک پڑا۔

"وہ کیسے۔ میں تو پہلی بار اس کیفے میں آیا ہوں ــــ" فیاض کے چہرے پر حیرت تھی۔

"جناب انسپکٹر شاہد سے بات ہوئی تھی اور اس نے آپ کا اکاؤنٹ دیا تھا جے ڈی۔ اے سولہ تفریق سولہ۔ میں باقاعدہ ہر ماہ اس اکاؤنٹ میں دس ہزار روپیہ جمع کرا دیتا ہوں۔ انسپکٹر شاہد اس کی رسید مجھ سے لے جاتا ہے۔ ویسے اس کی فوٹو سٹیٹ بھی میرے پاس موجود ہیں۔ اگر آپ فرمائیں تو میں وہ رسیدیں پیش کر سکتا ہوں ــــ" عالیجاہ نے جواب دیا۔

"اوہ اچھا اچھا ٹھیک ہے میں سمجھ گیا ــــ" سوپر فیاض نے فوراً ہی سر ہلاتے ہوئے کہا۔ انسپکٹر شاہد کا نام درمیان میں آتے ہی وہ مطمئن ہوگیا تھا کیونکہ اس قسم کے سارے دھندوں کے لیے اس نے انسپکٹر شاہد کو ہی درمیان میں ڈالا ہوا تھا۔

"جی۔ ہم آپ کے خادم ہیں جناب ــــ" عالیجاہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا تم اس بات کو چھوڑو۔ میں تم سے وہ قلم لینے آیا ہوں جو وزارت خارجہ سیکرٹریٹ کے دو چپڑاسیوں نے تمہیں دیا ہے۔ عجیب ساخت کا قلم ــــ وہ قلم میرے حوالے کر دو ــــ" سپرنٹنڈنٹ فیاض نے فوراً ہی اصل بات پر آتے ہوئے کہا۔

"قلم کیسا قلم۔ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ مجھے کسی نے قلم لا کر دینا تھا" عالیجاہ نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ ویسے اس نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا تھا۔ کیونکہ یہ تو اس کے تصور میں بھی نہ تھا۔ کہ سوپر فیاض اس قسم کا مطالبہ بھی کر سکتا ہے۔ وہ تو یہی سمجھا تھا کہ وہ منشیات کے دھندے کے سلسلے میں آیا ہوگا۔

"سنو مسٹر۔ یہ مسئلہ منشیات کا نہیں بلکہ اس سے زیادہ سنگین ہے۔ اگر تم وہ قلم میرے حوالے کر دو تو سابقہ تعلقات کے سلسلے میں صرف اتنا لحاظ کر سکتا ہوں کہ تمہارا نام درمیان میں نہ آئے گا۔ ورنہ دوسری صورت میں تمہیں ہیڈ کوارٹر لے جانا پڑے گا اور پھر قلم تمہاری رگوں میں بھی ہوا تو بھی برآمد ہو جائے گا۔ بولو ۔۔۔۔" سپرنٹنڈنٹ فیاض نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"جناب میں آپ کا خدمت گزار ہوں۔ میں سچ کہہ رہا ہوں کہ نہ ہی مجھے کسی نے قلم دیا ہے اور نہ کسی عجیب ساخت کا قلم میرے پاس ہے۔ میں تو سیدھا سادہ کام کرتا ہوں اور جو کام کرتا ہوں، وہ آپ کے سامنے ہے۔ آپ کو کسی نے میرے خلاف غلط رپورٹ دی ہے آپ میری بات کا یقین کریں۔ اس کے باوجود میری کھلی آفر ہے کہ آپ چاہیں تو میری۔ میرے دفتر کی۔ پورے کیفے کی، یہاں کے ہر آدمی کی جس طرح تسلی ہو تلاشی لے لیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا ۔۔۔۔" عالیجاہ نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"میری رپورٹ غلط نہیں ہو سکتی۔ تمہیں ابھی کچھ دیر پہلے عجیب ساخت کا قلم دیا گیا ہے اور مجھے وہ قلم چاہیے۔ ہر قیمت پر اور ہر حالت میں ۔۔۔۔" فیاض نے لہجے کو اور بھی زیادہ سخت بناتے ہوئے کہا۔ ویسے دل ہی دل میں وہ عالیجاہ کے اطمینان اور اس کی اس طرح کی کھلی آفر کی وجہ سے کچھ تذبذب ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ بھی تھا کہ اُسے خود بھی علم نہ تھا کہ وہ عجیب ساخت کا قلم کیا ہے۔

"آپ کو رپورٹ کس نے دی ہے جناب ہو سکتا ہے وہ میرا دشمن ہو۔ آخر اس جیسے کاروبار میں سینکڑوں دشمن ہوتے ہیں ۔۔۔۔" عالیجاہ نے دوسرے پہلو پر بات کرتے ہوئے کہا۔

"وہ تمہارا دشمن نہیں ہو سکتا۔ وہ سرکاری آدمی ہے ۔۔۔۔" سپرنٹنڈنٹ فیاض نے جواب دیا۔

"جناب یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ تو بڑے افسر ہیں۔ آپ چھوٹے افسروں کی فطرت کا اندازہ نہیں ہے۔ یہ لوگ خواہ مخواہ ہمیں تنگ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بڑے افسروں کو تم حصہ دیتے ہو اور ہمیں کیوں نہیں دیتے اور آپ خود سوچیں آپ جیسے بااختیار اور بڑے افسر کے سامنے ان لوگوں کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے ۔۔۔۔" عالیجاہ نے بڑی ذہانت سے جال ڈالا۔

"انسپکٹر منور ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ صحیح آدمی ہے" سپرنٹنڈنٹ فیاض اس کے جال میں پھنس ہی گیا اور اس نے خود انسپکٹر کا نام لے لیا۔

"ارے وہ جن کی آنکھیں بڑی بڑی اور سر پر گھنگریالے بال ہیں وہی ہیں نا انسپکٹر منور ۔۔۔۔" عالیجاہ نے چونکتے ہوئے کہا۔ اُسے اچانک یاد آگیا تھا کہ اس نام کا انسپکٹر ایک بار انسپکٹر شاہد کے ساتھ آیا تھا۔

"ہاں ہاں وہی ہے ۔۔۔۔" سوپر فیاض نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"وہ تو جناب کل ہی مجھ سے لڑا ہے۔ وہ کل رات میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم سپرنٹنڈنٹ صاحب کو حصہ دیتے ہو۔ مجھے بھی دو۔ ورنہ میں تمہیں کسی چکر میں پھنسوا دوں گا۔ اور جب میں نے اُسے کہا کہ میں تمہاری شکایت سپرنٹنڈنٹ سے کروں گا تو اس نے مجھے دھمکیاں

دیتے ہوئے کہا کہ سپرنٹنڈنٹ صاحب میرے سامنے کیسے بول سکتے ہیں۔ میں ان کی شکایت ڈائریکٹر جنرل صاحب سے کر دوں تو آج ہی ان کی چھٹی ہو جائے۔ میں نے اُسے بہت سمجھایا کہ تم سپرنٹنڈنٹ صاحب کے منہ نہ آؤ۔ وہ بڑے آدمی ہیں تمہیں ایک لمحے میں رگڑ دیں گے۔ لیکن وہ مجھے دھمکی دے کر چلا گیا۔ تو حضور وہ تو انتہائی خطرناک آدمی ہے۔ آپ اس کی بات پر اعتبار نہ کریں جناب۔ یہ اس نے خواہ مخواہ چکر چلا دیا ہے۔ ورنہ میں تو آپ کا خادم ہوں جناب آپ جیسے بڑے افسر کے سامنے میری جرأت ہے کہ میں جھوٹ بول سکوں ــــ" عالیجاہ نے فوراً ہی انسپکٹر منور کے خلاف ایک کہانی گھڑ دی۔

"اوہ اس کی یہ جرأت کہ میری شکایت لگائے میں اس کی ہڈیاں توڑ دوں گا۔ تم نے اچھا کیا کہ مجھے بتا دیا ــــ" سپرنٹنڈنٹ فیاض غصے سے لال پیلا ہوتا ہوا ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"حضور میں چھوٹا سا آدمی ہوں۔ آپ بڑے افسر ہیں اور وہ آپ کا ماتحت ہے آپ جیسے چاہیں اس کے ساتھ سلوک کریں مگر حضور میرا نام درمیان میں نہ آئے میں آپ کا حصہ بڑھا دوں گا ــــ" عالیجاہ نے فوراً ہی ہاتھ جوڑتے ہوئے بڑے انکسارانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے نہیں آئے گا ــــ" سوپر فیاض نے اس کے عجز اور حصہ بڑھانے کی بات سنتے ہی بڑے شاہانہ انداز میں جواب دیا۔ اور پھر وہ ایک جھٹکے سے مڑا اور دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا اس کے چہرے پر شدید غصے کے تاثرات ابھی تک موجود تھے۔ اُسے یقین آگیا کہ انسپکٹر منور نے غلط رپورٹ دی ہے۔ تاکہ اس آدمی پر اپنی اہمیت کا اظہار کر کے اس سے حصہ وصول کر سکے۔ اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس انسپکٹر منور کو ایسا سبق سکھائے گا کہ اس کی آباؤ اجداد قبروں میں بلبلا اٹھیں گے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کیفے سے نکلا اور پھر جیپ پر بیٹھ کر واپس ہیڈ کوارٹر کی طرف چلا گیا۔

سوپر فیاض کے جاتے ہی عالیجاہ نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔ اس نے بڑی ذہانت سے سپرنٹنڈنٹ کو احمق بنا کر واپس بھیج دیا تھا۔ لیکن اب اس کے لیے یہ مسئلہ بن گیا تھا کہ اس قلم کے متعلق سی۔آئی۔ڈی کو نہ صرف علم ہو گیا بلکہ وہ اسے لینے کے لیے پہنچ گئے تو چنانچہ وہ تیزی سے اس مجسمے کی طرف بڑھا۔ تاکہ چیف کو اس بارے میں رپورٹ دے کر ہدایات حاصل کر سکے۔ اب وہ جلد از جلد اس قلم سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ کہیں سپرنٹنڈنٹ یا اس کا کوئی اعلیٰ افسر واقعی تلاشی لینے نہ پہنچ جائیں۔ اس نے ٹرانسمیٹر آن کیا۔

"یس چیف ایس۔ایس۔اے سپیکنگ اوور ــــ" رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"عالیجاہ فرام پاکیشیا سر۔ ایک اہم رپورٹ ہے سر اوور۔ اس کے ساتھ ہی اس نے پوری تفصیل سے تمام واقعات سنا دیئے۔

"اوہ یہ تو انتہائی خطرناک مسئلہ ہے۔ میری ابھی ابھی نمبرون سے بات ہوئی ہے۔ اس قلم میں مکمل مشن موجود ہے۔ اس نے تمہیں فون کرنے کی کوشش کی لیکن تم مصروف تھے۔ جواب نہ ملنے پر اس نے مجھے کال کی تھی۔ تم ایسا کرو فوری طور پر وہ قلم کافرستان سفارت خانے کے سیکنڈ سیکرٹری مسٹر بھگت کو پہنچا دو۔ تم ایس۔ایس کے حوالے سے اُن سے

مل سکتے ہو لیکن یہ کام فوری ہونا چاہیے اور مجھے بعد میں رپورٹ دینا ۔ اوور اینڈ آل ۔۔۔۔" چیف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی عالیجاہ نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ ٹرانسمیٹر آف کر کے وہ مڑا اور کاؤنٹر والے دروازے کی طرف بڑھنے لگا تاکہ اپنے اسسٹنٹ کو یہاں کے متعلق سمجھا کر پھر وہ سفارت خانے جائے کہ اچانک ایک دھماکے سے اس کے دفتر کا وہ دروازہ کھلا جو راہداری میں تھا ۔ اور جس سے وہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کو اپنے ہمراہ لایا تھا ۔ سپرنٹنڈنٹ کے جانے کے بعد اس نے دروازے کی طرف توجہ نہ کی تھی ۔ دروازہ کھلتے ہی وہ آدمی نظر آیا جس کے بارے میں عالیجاہ کا ذہن مشکوک تھا ۔ اس کے ہاتھ میں سائلنسر لگا ریوالور تھا ۔ جبکہ اس کے پیچھے ایک اور لمبا تڑنگا نوجوان تھا جس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا ۔ جیسے اس نے میک اپ کر رکھا ہو ۔

"خبردار اگر حرکت کی تو گولیوں سے بھون دوں گا ۔۔۔۔" ریوالور بردار نوجوان نے اندر قدم بڑھاتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور عالیجاہ نے خاموشی سے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے ۔ دوسرا آدمی تیزی سے بڑھا اور اس نے کاؤنٹر والے دروازے کی چٹخنی چڑھا دی ۔

"کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو ۔۔۔۔" عالیجاہ نے ہاتھ اٹھانے کے باوجود مطمئن لہجے میں پوچھا ۔

"وہ قلم کہاں ہے جو ابھی تمہیں دیا گیا ہے ۔۔۔۔" ریوالور بردار نے دو قدم اور آگے بڑھتے ہوئے پوچھا ۔

"قلم کیسا قلم ۔۔۔۔" عالیجاہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا ۔

"سنو میں صرف تین تک گنوں گا ۔ اس کے بعد موت تمہارا مقدر ہو جائے گی ۔ قلم تو ہم تلاش کر ہی لیں گے ۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم بتا دو کہ قلم کہاں ہے ۔۔۔۔" ریوالور بردار نے سخت لہجے میں کہا ۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ مجھے کسی قلم کا علم نہیں ہے ۔۔۔۔" عالیجاہ نے بھی جواب میں سخت لہجہ کرتے ہوئے کہا ۔

"ایک ۔۔۔۔۔" ریوالور بردار نے بڑے خشک لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے ریوالور کا کلپ ہٹا دیا ۔

"دو ۔۔۔۔۔" ریوالور بردار نے ہاتھ اونچا کرتے ہوئے کہا ۔ اس کا چہرہ انتہائی سخت تھا ۔ آنکھوں میں وحشت تھی اور عالیجاہ کے چہرے پر یک لخت خوف و ہراس کے تاثرات چھا گئے ۔

"تین ۔۔۔۔" ریوالور بردار نے کہا اور ساتھ ہی اس کی انگلی نے ٹریگر پر حرکت کی ۔

"رک جاؤ ۔ خدا کے لیے رک جاؤ ۔ میں بتاتا ہوں ۔۔۔۔" عالیجاہ نے بری طرح گڑگڑاتے ہوئے کہا ۔

"بتاؤ ۔۔۔۔" ریوالور بردار نے سپاٹ لہجے میں پوچھا ۔

"وہ قلم ابھی ابھی سی۔ آئی۔ ڈی کے سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب لے گئے ہیں ۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں قلم انہیں دے دوں تو وہ میرا نام درمیان میں نہ آنے دیں گے اور میں نے انہیں قلم دے دیا ہے ۔۔۔۔" عالیجاہ نے خوفزدہ سا لہجہ بناتے ہوئے کہا ۔

"بکواس مت کرو ۔ تم ہمیں چکر دینا چاہتے ہو ۔ سوپر فیاض کا اس قلم سے کیا تعلق ۔ اور پھر وہ یہاں سے انتہائی غصے کے عالم میں گیا ہے ۔ اگر وہ قلم لے جاتا تو مطمئن ہوتا ۔۔۔۔" اس بار دوسرے

آدمی نے جو دروازے کے پاس کھڑا تھا۔ بات کرتے ہوئے کہا۔

"یقین کرو میں سچ کہہ رہا ہوں ــــــ" عالیجاہ نے کہنا چاہا مگر اس سے پہلے کہ وہ فقرہ مکمل کرتا اچانک ریوالور بردار کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور عالیجاہ کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے گال میں کسی نے انگارے بھر دیئے ہوں۔ وہ تھپڑ کھا کر پشت کے بل زمین پر گرا تھا۔ مگر زمین پر گرتے ہی وہ ایک جھٹکے سے اچھلا اور دوسرے لمحے اس کے دونوں پیر پوری قوت سے ریوالور بردار کے سینے پر پڑے اور ریوالور بردار ضرب کھا کر اچھلا اور دروازے کے پاس کھڑے اپنے ساتھی سے جا ٹکرایا۔ عالیجاہ نے ضرب لگاتے ہی قلابازی کھائی اور بجلی کی سی تیزی سے سیدھا ہو گیا۔ اور پھر ریوالور بردار بھی اپنے ساتھی سمیت مڑ کر اتنی ہی تیزی سے اٹھا تھا۔ اور دوسرے لمحے وہ دونوں ہی جنگلی بھینسوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے نیچے گرتے ہی عالیجاہ نے اچھل کر کھڑا ہونا چاہا لیکن ریوالور بردار اس سے زیادہ تیز نکلا۔ اس نے نیچے گرتے ہی قلابازی کھائی اور اس کی دونوں لاتیں اٹھتے ہوئے عالیجاہ کی پسلیوں پر پوری قوت سے پڑیں اور عالیجاہ کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ مگر عالیجاہ نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اس کی زندگی اس طرح کی لڑائیاں لڑتے ہوئے گزر گئی تھی۔ اس لیے وہ اپنے اوسان بحال رکھنے کا عادی ہو چکا تھا۔ پسلیوں پر ضرب کھاتے ہی وہ تیزی سے مڑا اور اس نے بڑی پھرتی سے ریوالور بردار کی گردن کے گرد آرم لاک لگا کر اسے فرش پر پٹخ دیا۔ مگر ریوالور بردار اس کے تصور سے کہیں زیادہ سخت جان

نکلا۔ اس نے نیچے گرتے ہی انتہائی پھرتی سے دونوں ہتھیلیاں بیک وقت اس کے دونوں پہلوؤں میں ماریں۔ یہ ضرب اتنی شدید تھی کہ عالیجاہ کے بازو ریوالور بردار کی گردن کے گرد سے خود بخود کھلتے چلے گئے۔ اس نے گردن جھٹک کر اپنی کھوپڑی میں طلوع ہونے والے سورج کو غروب کرنا چاہا مگر دوسرے لمحے اس کے سینے پر زبردست ضرب لگی اور عالیجاہ کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا دم گھٹ گیا ہو۔ اس نے بازو اٹھا کر سانس باہر نکالنے کی کوشش کی لیکن اس کی ناف والی جگہ پر ایک اور دھماکہ ہوا اور اسی لمحے اس کی کھوپڑی میں طلوع ہونے والا سورج یکلخت غروب ہو گیا۔ اور اس کے ذہن پر تاریک پردہ پھیلتا چلا گیا۔ جیسے جھٹکا اب اس کے اپنے بس میں نہ رہا تھا۔

عمران نے بڑے اطمینان سے کال بیل بجائی اور پھر پھاٹک کے کھلنے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ اس وقت اپنے عام لباس میں تھا۔ حکیم بڈھن کی امانت کے الفاظ نے ساری حقیقت اس کے سامنے روشن کر دی تھی۔ چنانچہ عالیجاہ اور وحید بیگ کو رانا ہاؤس پہنچانے کا کہہ کر وہ خود سیدھا نواب پیارے میاں کی کوٹھی گلفشاں کا لونی پہنچ گیا تھا۔ اب وہ اس قصے کو نمٹانا چاہتا تھا۔ چند لمحوں بعد پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی اور وہی نوجوان باہر نکلا جس سے اپنی پہلی آمد کے وقت وہ بات چیت کر چکا تھا۔

”نواب صاحب سے فرما دیں کہ عمران ایک درخواست لے کر حاضر ہوا ہے ——“ عمران نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔

”وہ تو اس وقت آرام فرما رہے ہیں جناب ——“ نوجوان نے جواب دیا۔

”قبلہ حکیم بڈھن تو بے آرام ہی ہوں گے۔ ان سے عرض کر دیجئے۔“ عمران نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

”وہ قیلولا فرما رہے ہیں اور قیلولا کے درمیان انہیں جگایا نہیں جا سکتا ——“ نوجوان نے جواب دیا۔

”کوئی بات نہیں میں ان کے جاگنے کا انتظار کر لوں گا ——“ عمران نے دو قدم آگے بڑھائے اور پھر اس سے پہلے کہ وہ نوجوان اسے روکتا، عمران اسے دھکیلتا ہوا اندر لے گیا۔

”اب پھاٹک کھول دو اور میری کار پورچ میں لے آؤ۔ گاڑی چلانا تو تمہیں آتی ہی ہوگی ——“ عمران نے اندر آتے ہی اس سے مخاطب ہو کر کہا اور خود بڑے اطمینان سے چلتا ہوا پورچ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے ایک لمحے کے لیے بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ نوجوان کچھ دیر خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ جیسے فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ عمران کی اس حرکت سے اس کا کیا رد عمل ہو۔ پھر کندھے جھٹکتا ہوا وہ آگے بڑھا۔ اس نے پھاٹک کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے کار سٹارٹ کی اور اسے پھاٹک کے اندر لے آیا۔ اندر لا کر اس نے کار روکی اور باہر نکل کر پہلے پھاٹک بند کیا اور پھر دوبارہ کار میں بیٹھ کر وہ سیدھا پورچ کی طرف بڑھتا چلا آیا۔ عمران اس سے پہلے ہی پورچ میں پہنچ کر بڑے مطمئن انداز میں کھڑا تھا۔

پورچ میں کار روک کر نوجوان نیچے اترا۔

”آئیے پھر تشریف رکھیے۔ میں نواب صاحب کو اطلاع کرتا ہوں۔ اب آپ تشریف لے ہی آئے ہیں تو ......“ نوجوان نے برا سا منہ

بناتے ہوئے کہا اور عمران مسکرا کر اس کے پیچھے چلتا ہوا اسی نشست گاہ میں پہنچ گیا جہاں قالین اور گاؤ تکیے موجود تھے۔

"فرمائیے آپ کیا پینا پسند کریں گے ـــــ" نوجوان نے کہا۔ گو اس کے الفاظ میں تو تکلف موجود تھا لیکن لہجہ مؤدبانہ ہونے کی بجائے قدرے ناخوشگوار سا تھا۔

"شاید آپ نے میرے یہاں اس طرح آنے کا برا منایا ہے۔ میں اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ دراصل نواب پیارے میاں اور قبلہ حکیم بڈھن سے مجھے اس قدر محبت ہو گئی ہے کہ میں مجبور ہو کر چلا آتا ہوں۔ ویسے آپ پریشان نہ ہوں۔ میں یہاں بیٹھ کر ان کا انتظار کر سکتا ہوں۔ چاہے شام ہی کیوں نہ ہو جائے۔ کم از کم مجھے اتنا تو اطمینان ہو گا کہ میں ان کے قریب موجود ہوں ـــــ" عمران نے بڑے پُرخلوص لہجے میں کہا اور نوجوان کے چہرے پر شرمندگی کے آثار پھیل گئے۔

"میں اپنے لہجے کے لیے معافی کا خواستگار ہوں۔ آپ تشریف رکھیے میں انہیں اطلاع دیتا ہوں ـــــ" نوجوان نے شرمندہ سے لہجے میں کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔ عمران کے چہرے پر مسکراہٹ رینگنے لگی۔ وہ ایسے تکلف زدہ لوگوں کی نفسیات کو اچھی طرح سمجھتا تھا اور چونکہ وہ فی الحال کوئی ایسی حرکت نہ کرنا چاہتا تھا جس سے نواب اور حکیم مشکوک ہو جائیں اس لیے اس نے اسی انداز میں بات کی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ہی دروازہ کھلا اور نواب پیارے میاں کی شکل نظر آئی۔ اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔

"آداب عرض ہے۔ آپ کے آرام میں خلل ڈالنے کے لیے تہہ دل سے معافی کا خواستگار ہوں ـــــ" عمران نے اس کے اندر داخل ہوتے ہی جھک کر آداب بجالاتے ہوئے کہا۔

"آداب عرض ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ کی آمد تو ہمارے لیے باعثِ آرام ہے۔ دوستوں سے ملاقات تو اصل آرام ہوتا ہے" نواب پیارے میاں نے جھک کر آداب عرض کرتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔ یہ آپ کا ہی اخلاق تو ہماری جان لے لیتا ہے۔ آپ کے بغیر ہمیں ایک پل چین نہیں پڑتا۔ میں اس لیے حاضر ہوا تھا کہ میں نے آپ کی دعوت کا انتظام کیا ہے۔ ہے تو دعوتِ شیراز لیکن آپ کی شمولیت میرے لیے باعثِ افتخار ہو گی ـــــ" عمران نے بڑے مؤدب لہجے میں کہا۔

"ارے آپ ہمیں شرمندہ کر رہے ہیں۔ آپ کی ملاقات ہی ہمارے لیے دعوت ہے ـــــ" نواب پیارے میاں نے جواب دیا۔

"نہیں جناب۔ آپ ہمارے مہمان ہیں۔ ہم شرمندہ ہیں کہ آپ کی میزبانی کا حق ادا نہیں کر سکے۔ بہرحال اب آپ انکار نہیں فرمائیں گے اور قبلہ حکیم بڈھن صاحب کو بھی آپ ہی راضی فرمائیں گے۔ میری تو ان سے بات کرنے کی بھی جرأت نہیں پڑتی ـــــ" عمران نے جواب دیا۔

"لیکن اس وقت تو قبلہ آرام فرما رہے ہیں اور ہم نے ظہرانہ کھا لیا ہے۔ پھر کبھی سہی ـــــ" نواب پیارے میاں نے جان چھڑانے کے سے انداز میں کہا۔

"اجی حضرت میری یہ مجال کہاں کہ میں آپ جیسے معزز افراد کو ظہرانہ

کھلا سکوں۔ میں تو غریب سا آدمی ہوں۔ میں تو صرف مشروب ہی پیش کر سکتا ہوں۔ بس صرف آپ کی تشریف آوری ہی میرے لیے باعث افتخار ہوگی۔ بہرحال یہ دعوت تو آپ کو قبول کرنی ہوگی ورنہ میں خودکشی کر لوں گا۔ میں اپنے آپ کو جلا کر راکھ کر دوں گا۔ بس صرف اپنے قیمتی لمحات میں سے چند لمحات مجھے عنایت فرما دیجئے۔ میں آپ سے صرف چند لمحوں کی بھیک مانگ رہا ہوں۔ خدا کے لیے ان لمحات کو میری جھولی میں ڈال دیجئے" ۔۔۔۔۔ عمران کا لہجہ عاجزی میں ڈوبا ہوا تھا اور نواب پیارے میاں کے چہرے پر تذبذب کے شدید آثار ابھر آئے جیسے وہ فیصلہ نہ کر پا رہا ہو۔

"اچھا آپ تشریف رکھئے۔ میں قبلہ حکیم بڈھن سے بات کرتا ہوں۔ اگر وہ چلنے کے لیے تیار ہو گئے تو ٹھیک ہے ورنہ مجبوری ہے" ۔۔۔۔۔ نواب پیارے میاں نے آخرکار کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

"آپ کی نوازش میرے لیے سرمایہ افتخار ہوگی" ۔۔۔۔۔ عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور نواب پیارے میاں تیزی سے مڑ کر دروازے سے باہر چلے گئے۔ عمران مسکرا دیا۔ وہ انہیں فوراً دانش منزل لے جانا چاہتا تھا کہ ایک تو حیدر بیگ اور عالیجاہ کے سامنے ہی ان کا پول کھول دے اور دوسری بات یہ کہ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ حکیم بڈھن کو عالیجاہ کے اغوا کی خبر مل سکے اس طرح عمران کو خطرہ تھا کہ یہ دونوں کہیں فرار نہ ہو جائیں اور یہ فیصلہ کر کے آیا تھا کہ اگر وہ دونوں خود اپنی مرضی سے اس کے ساتھ نہ گئے تو پھر وہ انہیں اغوا کر کے ہی لے جائے گا۔ جب نواب پیارے میاں کو گئے ہوئے کچھ دیر ہو گئی اور وہ

واپس نہ لوٹا تو عمران کو فکر ہوئی کہ کہیں وہ مشکوک ہو کر کسی عقبی راستے سے فرار نہ ہو جائیں اور وہ یہاں بیٹھا ان کا انتظار ہی کرتا رہ جائے۔ چنانچہ اس نے آگے بڑھ کر باہر جھانکا۔ برآمدہ خالی پڑا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے باہر نکلا اور پھر برآمدے کے وسط میں موجود راہداری میں سے ہوتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ ابھی اس نے آدھی راہداری ہی پار کی تھی کہ اسے راہداری کے آخری دروازے سے باتوں کی آواز سنائی دی اور وہ تیز مگر محتاط انداز سے آگے بڑھنے لگا۔ دروازے کے پاس پہنچتے ہی آوازیں صاف سنائی دینے لگیں اور وہ وہیں رک گیا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں عمران کو مشکوک نہیں کرنا چاہیے۔ وہ صرف ہمیں چند لمحوں کے لیے یہاں سے ہٹانا چاہتا ہے تاکہ وائرلیس ریکارڈ اتار سکے اور بظاہر خطرے کی بات ہی نہیں" ۔۔۔۔۔ حکیم بڈھن کی آواز سنائی دی۔

"مگر حضور اس طرح دشمن کے ہمراہ چلے جانا دانشمندی بھی تو نہیں ہے۔ نجانے وہ ہمیں کہاں لے جائے" ۔۔۔۔۔ نواب پیارے میاں کی آواز سنائی دی۔

"آپ بے فکر رہیں۔ اب ہم اتنے بچے بھی نہیں کہ اپنی حفاظت نہ کر سکیں۔ اس لیے تو میں نے اکبر اور اعظم کو بلایا ہے۔ یہ ہماری نگرانی کریں گے اور کسی قسم کے خطرے کو محسوس کرتے ہی ہماری مدد کریں گے۔ سمجھے اعظم تم نے سمجھ لیا" ۔۔۔۔۔ حکیم بڈھن نے کہا۔

"درست ہے حضور" ۔۔۔۔۔ کسی نوجوان کی آواز سنائی دی جس نے پھاٹک کھولا تھا۔

"اور سنو اگر ضرورت محسوس کرو تو فوراً کافرستان سفارت خانے کو فون کر دینا۔ ایس۔ ایس۔ اے کا حوالہ کافی ہوگا۔ پھر سفارت خانہ خود ہی حرکت میں آجائے گا ــــــ" حکیم بدھن نے اُسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"مگر حضور آخر ہمارا اس طرح جانا کیا ضروری ہے۔ ہم اس سے معذرت کر لیتے ہیں۔ وہ کوئی ہم سے زبردستی کر سکتا ہے ــــــ" نواب پیارے میاں شاید ذہنی طور پر جانے کے لیے تیار ہی نہ تھا۔

"سنو پیارے میاں۔ جو کام سیدھا ہو رہا ہو اُسے ٹیڑھا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب ہم صاف ہیں تو پھر ہمیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خواہ مخواہ مشکوک ہونے سے بہتر ہے کہ حالات کا براہِ راست مقابلہ کیا جائے ــــــ" حکیم بدھن نے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے حضور۔ بہرحال آپ سمجھدار ہیں۔ پھر ہم جا کر عمران سے کہہ دیں کہ ہم نے اس کی دعوت قبول کر لی ہے ــــــ" نواب پیارے میاں نے کہا۔

"ہاں تم اُسے کہو اور اُسے مشکوک مت ہونے دینا۔ اس دوران اعظم اور اکبر بھی گاڑی نکال کر باہر پہنچ جائیں گے۔ پھر ہم چل پڑیں گے۔" حکیم بدھن نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی کرسی کھسکانے کی آواز سنائی دی اور عمران یہ آواز سن کر تیزی سے واپس پلٹا اور پنجوں کے بل دوڑتا ہوا راہداری کراس کر کے واپس ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ تقریباً فوراً ہی بعد نواب پیارے میاں ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔

"ہمیں قبلہ حکیم صاحب کو راضی کرنے میں کچھ دیر ہو گئی ہے۔ آپ کو انتظار کی کوفت اٹھانی پڑی۔ ہم معذرت خواہ ہیں ــــــ" نواب پیارے میاں نے اندر داخل ہوتے ہی کہا۔

"اوہ شکریہ۔ شکریہ تسلیمات۔ آپ نے مجھ پر احسان فرمایا ہے کہ قبلہ صاحب کو بھی تیار کر لیا ہے۔ اوہ آپ نے ہم پر احسان فرمایا ہے۔" عمران نے بے اختیاری دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ جیسے اُسے سمجھ نہ آرہی ہو کہ وہ کس طرح شکریہ ادا کرے۔ اس کے چہرے پر انتہائی ممنونیت کے آثار نمایاں تھے۔

"آپ شربت نوش فرمائیے اور مجھے چند لمحوں کی مہلت عنایت فرمائیے تاکہ میں تیار ہو سکوں ــــــ" نواب پیارے میاں نے کہا۔

"اجی حضرت آپ کا دیدار ہو گیا یہی میرے لیے شربت سے کم نہیں ــــــ" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"شکریہ شکریہ ہم ابھی حاضر ہوتے ہیں ــــــ" نواب پیارے میاں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا اور پھر مڑ کر واپس چلا گیا۔

اور عمران سمجھ گیا کہ چونکہ وہ ذہنی طور پر مشکوک ہے۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ وہ ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لیے کوئی خاص تیاری کرنا چاہتا ہو۔ بہرحال اُسے بھی چند لمحوں کی مہلت چاہیے تھی۔ اس لیے اس نے بھی زیادہ اصرار نہ کیا اور نواب پیارے میاں کے جاتے ہی اس نے گھڑی کا ناب زور سے دبایا اور پھر اُسے چٹکی سے پکڑ کر باہر کی طرف کھینچ لیا۔ دوسرے لمحے گھڑی پر بارہ کا ہندسہ تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

"طاہر بول رہا ہوں ــــــ" چند لمحوں بعد گھڑی میں سے باریک

سی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں۔ میں نواب پیارے میاں اور حکیم بڈھن کو لے کر رانا ہاؤس آرہا ہوں۔ تم ان کی دعوت کا انتظام کرلو۔ مشرقی انداز کی دعوت کا اوور ——" عمران نے کہا۔

"مجرموں کی دعوت۔ یہ کیا بات ہوئی ——" بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جب مجرم خود اندر گھس آتے ہیں تو تمہیں اعتراض نہیں ہوتا اب میں انہیں خود دعوت پر لے آرہا ہوں تو تمہیں اعتراض ہوگیا ہے۔ فکر نہ کرو۔ بس سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم بس دعوت کا انتظام کرلو۔ خالصتاً مشرقی انداز ہو اوور ——" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"جیسے آپ کی مرضی اوور ——" بلیک زیرو نے کہا۔

"سنو جولیا کو کہہ دو کہ وہ صدیقی اور نعمانی کو فوری طور پر گلفشاں کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ پر بھیج دے۔ ہمارا تعاقب ایک کار میں کیا جائے گا جس میں دو مقامی نوجوان ہوں گے۔ ان دونوں نوجوانوں کو اغوا کر کے رانا ہاؤس میں پہنچانا ہے اور ان دونوں کو علیحدہ کمرے میں رکھنا۔ بعد میں جب ضرورت ہوگی۔ ان کی ملاقات کرادی جائے گی اوور ——" عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں سمجھ گیا اوور ——" دوسری طرف سے بلیک زیرو نے جواب دیا اور عمران نے اوور اینڈ آل کہہ کر ونڈ بٹن دبا دیا۔ اب وہ مطمئن ہوگیا تھا۔

چند لمحوں بعد ہی باہر سے کسی کے کھانسنے کی آواز سنائی دی اور عمران سنبھل کر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے حکیم بڈھن لاٹھی ٹیکتے ہوئے دروازے سے نمودار ہوئے۔ ان کے پیچھے نواب پیارے میاں تھے۔

"آداب عرض ہے حضور نامناسب وقت میں تکلیف دینے کے لیے شرمندہ ہوں اور معافی کا خواستگار ہوں ——" عمران نے ان کے اندر آتے ہی جھک کر بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ عمران میاں ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ جیسے فرمانبردار اور نستعلیق نوجوان تو ہمیں پسند ہیں ——" حکیم بڈھن نے بڑے شفقت بھرے انداز میں عمران کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور عمران کے ہاتھ اور زیادہ تیزی سے اپنے کان سے مکھیاں اڑانے میں مصروف ہوگئے۔

"آپ کی ذرہ نوازی ہے حضور۔ ورنہ من آنم کہ من دانم ——" عمران نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ ہمیں دل و جان سے عزیز ہیں ——" حکیم بڈھن نے جواب دیا۔ اور پھر وہ گاؤ تکیے سے پشت لگا کر بیٹھ گئے۔ نواب پیارے میاں اس کے ساتھ اور عمران سامنے بڑے مؤدب انداز میں بیٹھ گیا۔

"ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ ہماری دعوت کرنا چاہتے ہیں ——" حکیم بڈھن نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"دعوت شیراز کی جرات کی ہے حضور۔ آپ کی شرکت میرے لیے اعزاز بے پایاں ہوگی ——" عمران نے آنکھیں جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ یہ دعوت کل تک ملتوی فرمادیں۔ ہمیں

آج ضروری وظائف کرتے ہیں۔ اس طرح ہمارا حرج بھی نہیں ہوگا اور آپ کی خوشی بھی پوری ہوجائے گی ـــــ" حکیم بڈھن نے جواب دیا۔

"حضور صرف چند لمحے عنایت فرمادیں۔ صرف چند لمحے۔ ہم غریبوں کا مان بڑھ جائے گا ـــــ" عمران کا لہجہ اور زیادہ عاجزانہ ہوتا گیا۔

"آپ نے یہ انتظام کہاں کیا ہے۔ کیا اپنے دولت خانے پر یا کسی ہوٹل میں ـــــ" نواب پیارے میاں نے اس بار سوال کرتے ہوئے کہا۔

"حضور میرا غریب خانہ تو ایک فلیٹ میں ہے۔ وہاں تو جگہ بیحد تنگ ہے۔ میرے ایک دوست رانا تہور علی فاروقی، ان کی حویلی میں بندوبست کیا ہے۔ وہ خود بھی آپ سے ملاقات کے بے حد متمنی ہیں ـــــ" عمران نے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے پھر آپ شام کا وقت رکھ لیجئے۔ اس وقت تو تو سورج نصف النہار پر ہے۔ اس وقت تو گھر سے نکلنا کچھ زیب نہیں دیتا ـــــ" حکیم بڈھن نے کہا۔

"حضور یہ تو آپ پر منحصر ہے۔ اگر آپ شام کو تشریف فرما ہونا چاہتے ہیں تو میں یہیں بیٹھ کر انتظار کرلوں گا اور اگر آپ اب تشریف لے چلیں تو میری یہ خستہ سی ٹم ٹم برآمدے کے سامنے موجود ہے۔ جیسے حضور کی خوشی۔ مجھے تو صرف آپ کی شرکت کا اعزاز چاہیے" عمران نے جواب دیا اور حکیم بڈھن نے معنی خیز نظروں سے نواب پیارے میاں کو دیکھا۔

"کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ نواب پیارے میاں کو اپنے ہمراہ

لے جائیں اور ہماری معذرت قبول فرمالیں۔ دراصل ہم گوشہ نشین قسم کے آدمی ہیں۔ ہمارا دعوتوں میں شرکت کرنا کچھ اچھا نہیں لگتا ـــــ" حکیم بڈھن نے کہا۔

"حضور آپ جیسے بزرگوں کی شرکت تو قابل فخر ہوتی ہے۔ ویسے حضور آپ کے سوالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ مجھ جیسے غریب کی دعوت قبول فرمانے میں الجھن محسوس کررہے ہیں۔ اگر ایسی بات ہے حضور تو آپ پر کوئی گلہ نہیں ہے۔ آپ بیشک کھل کر انکار فرمادیں میں اسے اپنے بخت کی کم نصیبی سمجھ کر خاموش ہوجاؤں گا ـــــ" عمران نے چہرہ بدلتے ہوئے کہا۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں عمران میاں۔ دراصل آپ کی اس اچانک اور ناوقت دعوت نے ہمیں الجھن میں ڈال دیا ہے۔ آپ اگر ناراض نہ ہوں تو ہم یہ عرض کریں گے کہ ہم پردیس میں ہیں اور پردیس میں رہتے ہوئے انسان کو لامحالہ محتاط ہونا پڑتا ہے ـــــ" حکیم بڈھن نے کہا۔

"اوہ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تو صرف خدمت گزاری کا موقعہ تلاش کررہا تھا۔ ویسے آپ اگر اچانک اور ناوقت دعوت کی وجہ سے الجھن محسوس کررہے ہیں تو میں معذرت خواہ ہوں مجھے دراصل اس بات کا خیال ہی نہیں رہا۔ میں تو بس محبت میں اٹھا چلا آیا۔ لیکن آپ کا فرمان بھی اپنی جگہ درست ہے۔ آپ الجھن محسوس نہ کریں۔ اور کوئی تاریخ اور وقت عنایت فرمادیں۔ میں اسی روز انتظام کرلوں گا۔ زیادہ سے زیادہ مجھے کالے میاں سے معذرت کرنی پڑے گی۔"

عمران نے بڑے پر خلوص لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور اس بار

عمران نے نواب پیارے میاں کے ستے ہوئے چہرے پر اطمینان کے آثار واضح طور پر ابھرتے ہوئے دیکھے۔

"اب آپ نے دعوت کا کہہ ہی دیا ہے عمران میاں تو دعوت کو روکنا سنت کے خلاف ہے ہم آپ کی دعوت کو قبول کرتے ہیں۔ چشم ماروشن دل ماشاد ۔۔۔" حکیم بڈھن نے بڑے مطمئن انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا

"آپ کی اعلیٰ ظرفی دوست قلبی سے مجھے یہی امید تھی تسلیمات تسلیمات ۔۔۔" عمران نے خوش ہو کر باقاعدہ سلام کرتے ہوئے کہا

"ایسی کوئی بات نہیں عمران میاں۔ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے اب ہم آپ کی دعوت کے خود شائق ہیں ۔۔۔" حکیم بڈھن نے جواب دیا۔

عمران دیکھ رہا تھا کہ پہلے کی نسبت اب ان دونوں کے چہروں پر زیادہ اطمینان کی جھلکیاں نمایاں تھیں اور عمران اس کی وجہ اچھی طرح جانتا تھا۔ اس نے نفسیاتی داؤ کھیلا تھا اور فوری اصرار چھوڑ کر ان کی مرضی پر بات چھوڑ دی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ دونوں مطمئن ہو گئے تھے کہ اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو عمران یقیناً اپنی بات پر مصر رہتا۔

"تو بسم اللہ کیجیے۔ میری کُم کُم حاضر ہے ۔۔۔" عمران نے کہا اور وہ دونوں مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ عمران بھی اٹھا اور پھر وہ سب ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے کمرے سے باہر نکل کر عمران کی کار تک بڑھنے لگے۔ مراتب کے لحاظ سے سب سے آگے حکیم بڈھن اور اس کے پیچھے نواب پیارے میاں اور آخر میں عمران تھا جب وہ سب کار کے قریب پہنچے تو عمران نے آگے بڑھ کر بڑے مؤدبانہ انداز میں کار کا عقبی دروازہ کھول دیا اور حکیم بڈھن اور نواب پیارے میاں بڑے پرتکلف انداز میں اندر بیٹھ گئے۔ عمران نے دروازہ بند کیا اور پھر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے کار اسٹارٹ کی اور چند لمحوں بعد اس کی کار کوٹھی سے نکل کر رانا ہاؤس کی طرف بڑھنے لگی۔



سپرنٹنڈنٹ فیاض جلتا بھنتا تاؤ کھاتا سیدھا اپنے ہیڈ کوارٹر واپس آیا۔ غصے کی شدت سے اس کا چہرہ سیاہ ہو رہا تھا۔ اسے یہ یقین آگیا تھا کہ انسپکٹر منور اس کے خلاف کام کر رہا ہے اور کسی بھی وقت وہ اسے رسوا کر سکتا ہے۔ اس لیے اس نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ انسپکٹر منور کو ہر صورت میں محکمے سے نکالے گا۔ چنانچہ وہ دفتر میں بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔ پھر تیزی سے اٹھا اور سر رحمان کے دفتر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے پروگرام بنایا تھا کہ سر رحمان کے کان

انسپکٹر منور کے خلاف بھر دیئے جائیں۔ تاکہ انسپکٹر منور کے نکلنے کی راہ ہموار ہوسکے۔

"کیا میں حاضر ہوسکتا ہوں" فیاض نے دروازے میں رک کر بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"یس کم ان" سر رحمان نے سر اٹھا کر سوپر فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ان کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نمایاں تھے۔ اور فیاض تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھا اور پھر سلام کر کے کھڑا ہوگیا۔

"بیٹھو آج تم ناوقت آئے ہو" سر رحمان نے نرم لہجے میں کہا اور فیاض تیزی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میں رپورٹ دینے آیا ہوں جناب" فیاض نے کہا۔

"اچھا گڈ۔ کیا رپورٹ ہے" سر رحمان نے خلاف توقع مسکراتے ہوئے کہا۔ انھیں خوشی اس بات پر ہو رہی تھی کہ اب فیاض بھی باقاعدگی سے کام کر رہا ہے۔ ورنہ اتنی جلدی وہ رپورٹ دینے نہ آتا۔

"سر میں نے وحید بیگ کی نگرانی کے لیے انسپکٹر منور اور انسپکٹر اخلاق کو متعین کیا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے انسپکٹر منور نے مجھے اطلاع دی کہ سیکرٹریٹ کا ایک چپراسی بڑے دلیرانہ انداز میں وحید بیگ سے ملا ہے اور اس کے بعد ایک اور چپراسی کے ہمراہ ڈیوٹی چھوڑ کر سیکرٹریٹ سے نکلا اور وہ دونوں وہاں سے سیدھے زلزار روڈ پر واقع ایک کیفے نشاط میں پہنچے۔ ان دونوں کی نگرانی ایک شخص کر رہا تھا۔ انھوں نے ایک عجیب ساخت کا قلم کیفے نشاط کے مالک کو دیا اور پھر وہ دونوں وہاں سے نکل کر سیدھے گل فشاں کالونی کی عظیم الشان کوٹھی نمبر بارہ میں گئے اور اب تک وہیں موجود ہیں۔ انسپکٹر منور کوٹھی کی نگرانی کر رہا ہے" فیاض نے رپورٹ کا پہلا حصہ مکمل کرتے ہوئے کہا۔

"گڈ۔ ٹاک لو۔ وہ قلم یقیناً وحید بیگ سے لے لیا گیا ہوگا۔ اس کا مطلب ہے اس قلم میں وحید بیگ نے کچھ بند کر کے دیا ہوگا۔ پھر تم نے کیا کیا" سر رحمان نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر زبردست جوش کے آثار نمایاں ہوگئے

"سر میں اس قلم کو حاصل کرنے کے لیے خود کیفے نشاط گیا اس کے مالک سے ملاقات ہوئی۔ لیکن وہ بیچارہ تو قسمیں کھا رہا ہے کہ اسے کسی قلم کا پتہ نہیں۔ اور پھر زیادہ تفتیش کرنے پر پتہ چلا کہ انسپکٹر منور نے دراصل ہمیں ڈاج دینے کی کوشش کی ہے۔ کل رات انسپکٹر منور نے اس سے جا کر رشوت مانگی۔ اس کے انکار پر اسے کسی چکر میں پھنسا دینے کی دھمکی دی۔ چنانچہ آج اس نے اس دھمکی کو عملی جامہ پہنا دیا اور خواہ مخواہ کی ایک کہانی گھڑ کر ہمیں سنا دی۔ سر ایسے غیر ذمہ دار انسپکٹر کو ہرگز سی آئی ڈی میں نہیں رہنا چاہیے" سوپر فیاض نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ تو یہ رپورٹ لے کر آئے ہو۔ تم نے انسپکٹر منور سے دوبارہ بات کی ہے وہ کیا کہتا ہے" سر رحمان نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر کھنچاؤ کے آثار نمایاں ہوگئے تھے۔

"جناب ابھی کیفے نشاط سے واپس آیا ہوں۔ اور پھر رپورٹ

کیا یعنی انسپکٹر کی چکر بازی واضح ہے جناب۔ وہ ڈبل گیم کھیل رہا ہے" فیاض نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"تو تمہارا مطلب ہے میں اس سے بات کیے بغیر ابھی اس کے نوکری سے نکالنے کے آرڈرز جاری کر دوں۔ صرف اس لیے کہ ایک کنیفے کے مالک نے تم سے یہ بات کہی ہے ـــــ" سر رحمان نے جھلا کر میز پر مکہ مارتے ہوئے کہا۔

"س س۔ سر میرا مطلب یہ نہ تھا سر۔ میں تو صرف آپ کو رپورٹ دے رہا تھا ـــــ" فیاض نے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"وہ نوجوان کون تھا جو ان جیٹ اسپیوں کا پہلے ہی تعاقب کر رہا تھا۔ اس کا کچھ پتہ چلا کہیں وہ ایکسٹو کا آدمی تو نہ تھا ـــــ" سر رحمان نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا اور ان کی بات سنتے ہی فیاض بری طرح چونک پڑا۔ اس کے ذہن میں فوراً تنویر کی شکل گھوم گئی۔ جو کاؤنٹر کے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔

"تم چونکے کیوں ـــــ" سر رحمان نے جو اسے غور سے دیکھ رہے تھے سخت لہجے میں پوچھا۔

"جناب جب میں وہاں گیا تو وہاں میں نے عمران کے ایک دوست کو وہاں بیٹھے دیکھا تھا۔ اس کا نام تنویر ہے جناب ـــــ" فیاض نے بوکھلاہٹ میں اصل بات اگل دی۔

"عمران کا دوست۔ اوہ پھر وہ یقیناً ایکسٹو کا آدمی ہوگا۔ اس کا مطلب ہے۔ انسپکٹر منور کی رپورٹ درست ہے۔ اسے عالیجاہ نے تمہیں احمق بنایا ہے۔ اور تم گدھے کی طرح کان دبائے میرے پاس انسپکٹر منور کی شکایت کرنے آ گئے ہو۔ احمق! اُلّو۔ نانسنس ـــــ" سر رحمان بری طرح پھٹ پڑے اور فیاض کا رنگ زرد پڑ گیا۔ وہ آیا تو انسپکٹر منور کی شکایت کرنے اور الٹی آفتیں گلے پڑ گئیں۔

سر رحمان نے تیزی سے سامنے پڑے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر ایک بٹن دبا دیا۔

"سر سٹور انچارج بول رہا ہوں ـــــ" دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ سی آواز سنائی دی۔

"انسپکٹروں کے پاس کون سی رینج کے ٹرانسمیٹر ہیں ـــــ" سر رحمان نے پوچھا۔

"سر بی نائیو الیون کے ـــــ" دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"اس کا ایک سیٹ میرے پاس لے آؤ جلدی فوراً ـــــ" سر رحمان نے تیز لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"تم نے زبردست حماقت کی ہے فیاض اور مجھے یقین ہے کہ وہ تمام اس عالیجاہ سے ایکسٹو لے اڑا ہوگا اور ہم صرف لکیر ہی پیٹتے رہ جائیں گے۔ اب مجھے سوچنا پڑے گا کہ تمہاری بجائے کسی ذہین آدمی کو سپرنٹنڈنٹ بنایا جائے۔ ہونا تو یہ چاہیئے کہ تمہاری چھٹی کروا دی جائے۔ مگر تمہاری حماقت میں تمہارے بچوں کا کوئی قصور نہیں۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ تمہیں ہیڈ کوارٹر کی لیٹرین کا انچارج بنایا جا سکتا ہے۔ سمجھے تم ـــــ" سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور فیاض کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ اس کے چہرے پر موت کی زردی پھیلتی چلی گئی۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض اور لیٹرینوں کا انچارج۔ یہ تو مر جانے والی بات تھی اور

فیاض اچھی طرح جانتا تھا کہ سر رحمان ضدی آدمی ہیں۔ اگر وہ ضد پر اڑ گئے تو پھر وہ اپنی کر کے ہی دکھائیں گے۔

"س۔ س۔ سر۔ مم۔ مم میں معافی چاہتا ہوں سر ——" فیاض نے رو دینے والے انداز میں کہا۔ اس کی آنکھیں اپنے مستقبل کا تصور کرتے ہی آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔ پھر اس سے پہلے کہ سر رحمان کوئی جواب دیتے۔ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر شخص ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر اٹھائے اندر داخل ہوا۔ یہ ٹرانسمیٹر کلکیٹر کی شکل میں تھا۔ یہ سٹور انچارج تھا۔ اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں وہ ٹرانسمیٹر سر رحمان کے آگے رکھ دیا۔

"انسپکٹر منور کی مخصوص فریکونسی کیا ہے ——" سر رحمان نے فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سر تھری ٹو سکس، ایٹ، نائنٹی الیون، سر ——" فیاض نے جلدی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم جا سکتے ہو ——" سر رحمان نے اسٹور انچارج سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ سلام کرتا ہوا تیزی سے مڑ کر دروازے سے باہر چلا گیا۔ سر رحمان نے جلدی سے فریکونسی سیٹ کی اور پھر بٹن آن کر دیا۔

"یس انسپکٹر منور آن دی لائن اوور ——" چند لمحوں بعد ہی انسپکٹر منور کی آواز ٹرانسمیٹر سے ابھری۔

"رحمان سپیکنگ اوور ——" سر رحمان نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ یس سر۔ اوور ——" دوسری طرف سے انسپکٹر منور کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ شاید اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ ڈائریکٹر جنرل خود اس سے بات کر رہے ہوں گے۔

"تم نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو رپورٹ دی تھی کہ چیڑاسیوں نے فلم کیفے نشاط کے مالک کو دیا تھا۔ اور پھر وہ دونوں چیڑاسی گلفشاں کالونی چلے گئے تھے۔ اوور ——" سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یس سر اوور ——" انسپکٹر منور نے اس بار سنبھلے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ شاید وہ اپنی فوری بوکھلاہٹ پر قابو پا لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"مگر سپرنٹنڈنٹ فیاض نے کیفے نشاط کے مالک کو خود جا کر چیک کیا ہے اور تمہاری رپورٹ غلط ثابت ہوئی ہے۔ بلکہ یہ پتہ چلا ہے کہ تم نے کل رات کیفے کے مالک سے رشوت وصول کی تھی اور اس کے انکار پر اسے کسی چکر میں پھنسا دینے کی دھمکی دی تھی۔ اوور ——" سر رحمان کا لہجہ بے حد تلخ ہو گیا۔

"سر یہ بات غلط ہے۔ سر میں تو کل رات سر دارالحکومت میں بھی نہ تھا بلکہ نزدیکی شہر ہلور گیا ہوا تھا۔ اور آپ نے کل خود مجھے وہاں بھیجا تھا سمگلنگ ریڈ پر سر۔ اور میں نے رات کو آپ کو فون پر کامیابی کی بھی رپورٹ دی تھی سر اوور ——" دوسری طرف سے انسپکٹر منور نے جواب دیا۔

"اوہ ٹھیک ہے۔ واقعی تم تو یہاں موجود ہی نہ تھے۔ بہرحال اب مزید کیا حالات ہیں اوور ——" سر رحمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اسی لیے تو انہوں نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو احمق اور الو کے خطاب سے فوراً نواز دیا تھا۔ لیکن وہ یہ بات

فیاض کو سنوانا چاہتے تھے۔ تاکہ اس پر اپنی حماقت ثابت ہو جائے۔ ادھر فیاض نے جب یہ سنا کہ انسپکٹر منور تو سرے سے کل یہاں موجود ہی نہ تھا تو اس کا دل واقعی بیٹھ گیا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ عالیجاہ نے اسے چکمہ دیا ہے اور اس نے سادہ لوحی میں آ کر اس کی بات مان لی ہے۔

"سر حالات بے حد پیچیدہ ہو گئے ہیں جناب میں اس وقت برگنز روڈ سے بول رہا ہوں۔ میں ابھی چند لمحے پہلے یہاں پہنچا ہوں۔ گلفشاں کالونی میں عمران کار میں پہنچے اور کال بیل دے کر اندر چلے گئے ان کی کار وہی چپڑاسی باہر سے اندر لے گیا جس نے عالیجاہ کو قلم دیا تھا۔ پھر جناب کچھ دیر بعد وہ دونوں چپڑاسی ایک سیاہ رنگ کی کار میں بیٹھ کر کوٹھی سے باہر نکلے اور کچھ فاصلے پر جا کر ایک سائیڈ پر رک گئے۔ ان کے باہر جانے کے تقریباً دس منٹ بعد عمران صاحب اپنی کار میں باہر نکلے تو دو لکھنوی طرز کا لباس پہنے ہوئے آدمی ان کی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے جن میں سے ایک سفید داڑھی والا بوڑھا اور دوسرا ایک نوجوان ہے۔ میں نے ان کا تعاقب کیا ہے۔ جناب۔ عمران انہیں لے کر برگنز روڈ کی ایک بڑی سی عمارت راناہاؤس میں داخل ہوا ہے اور سر انسپکٹر اخلاق بھی یہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ وزارت خارجہ کے سیکرٹری کے دفتر کے اوقات کے بعد ریکارڈ روم انچارج وحید بیگ صاحب کو بھی اغوا کر کے یہاں لایا گیا ہے۔ اور سر ایک اور اہم بات کا بھی پتہ چلا ہے جس نے کیفے نشاط پر سب انسپکٹر وحید کی ڈیوٹی لگائی تھی تاکہ وہ اس کیفے کے مالک کی جسے قلم دیا گیا ہے۔ نگرانی کر سکے۔ اس نے ابھی ابھی رپورٹ دی ہے کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب اس کیفے کے مالک عالیجاہ سے اس کے دفتر میں ملے تھے۔ ان کے جانے کے بعد دو نوجوان عالیجاہ کے دفتر میں گئے اور پھر وہ ایک عقبی راستے سے باہر نکلے۔ ان کے کاندھوں پر بے ہوش عالیجاہ لدا ہوا تھا۔ اور سر وہ دونوں آدمی عالیجاہ کو اس عمارت میں لے آئے ہیں اور سر یہاں پہنچا کر وہ واپس چلے گئے ہیں۔ اسی طرح وحید بیگ کو پہنچانے والا بھی اسے یہاں چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ البتہ عمران صاحب ان دونوں لکھنوی افراد کے ہمراہ اسی عمارت میں موجود ہیں سر۔۔۔۔" انسپکٹر منور نے تفصیل سے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ۔ تم نے اپنی اہلیت اور قابلیت ثابت کر دی ہے۔ تمہیں یقیناً ترقی ملے گی۔ تم اس قابل ہو کہ تمہیں اعلیٰ عہدہ دیا جائے۔ تم وہیں رکو۔ ہم خود اس عمارت کو چیک کرنے آ رہے ہیں۔ اوور اینڈ آل۔۔۔۔" سر رحمان نے کہا اور ساتھ ہی انھوں نے تیزی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"دیکھو اسے کہتے ہیں کارکردگی۔ تمہاری طرح بوڈی کلون کی شیشی لباس پر ڈال کر دفتر آنے کو کارکردگی نہیں کہتے۔۔۔۔" سر رحمان نے انتہائی تلخ اور طنزیہ لہجے میں کہا اور فیاض نے سر جھکا لیا۔ ظاہر ہے اب وہ کیا جواب دے سکتا تھا۔ سر رحمان نے میز پر پڑا ہوا فون تیزی سے اپنی طرف کھسکایا اور اس کا رسیور اٹھا لیا۔

"یس سر۔۔۔۔" رسیور اٹھتے ہی دوسری طرف سے پی۔ اے کی آواز سنائی دی۔

"سیکرٹری وزارت خارجہ کے سر سلطان سے بات کراؤ فوراً۔۔۔۔"

سر رحمان نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"جہاں تک میری معلومات ہیں یہ عمارت دانش منزل کہلاتی ہے۔ اور ایکسٹو کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ایکسٹو تیزی سے کام کر رہا ہے اور اس نے تمام مجرم وہاں اکٹھے کر لیے ہیں۔ لیکن یہ کیس ہمارا ہے۔ میں ایکسٹو کے منہ سے اپنا شکار چھیننے کی ہمت رکھتا ہوں۔" سر رحمان نے تیز لہجے میں کہا۔ پھر جیسے ہی ان کا فقرہ ختم ہوا میز پر پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر سے تیز سیٹی کی آواز نکلی اور سر رحمان نے چونک کر اس کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو رحمان سپیکنگ اوور ـــــ" سر رحمان نے تیز لہجے میں کہا۔

"انسپکٹر منور بول رہا ہوں۔ ابھی ان دونوں چپڑاسیوں کو بھی بیہوش کر کے اس عمارت میں پہنچایا گیا ہے سر۔ میں نے سوچا آپ کو اطلاع کر دوں۔ اوور ـــــ" انسپکٹر منور نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا

"ہونہہ ٹھیک ہے۔ تم انسپکٹر اخلاق اور سب انسپکٹر وحید اس عمارت کی نگرانی کرو۔ اوور اینڈ آل ـــــ" سر رحمان نے کہا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔ اسی لمحے میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی اور سر رحمان نے ریسیور جھپٹ لیا۔ "سر سلطان سے بات کیجئے سر۔ وہ لائن پر ہیں ـــــ" دوسری طرف سے پی اے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"بات کراؤ ـــــ" سر رحمان نے خشک لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے ایک ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی۔

"سلطان بول رہا ہوں ـــــ" کلک کی آواز ابھرتے ہی سر سلطان کی آواز ریسیور پر ابھری۔

"میں رحمان بول رہا ہوں۔ سر سلطان آپ اس وقت کہاں ہیں۔" سر رحمان نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"اوہ۔ میں آفس میں ہی ہوں۔ کیوں کیا بات ہے ـــــ" سر سلطان کا لہجہ چونکا ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے میں وہیں آ رہا ہوں۔ ایک ضروری اور اہم مسئلہ ہے۔ اور اس میں تمہاری موجودگی ضروری ہے۔ تم میرا انتظار کرنا ـــــ" سر رحمان نے کہا۔

"اچھا کیا مسئلہ ہے ـــــ" سر سلطان نے چونک کر پوچھا

"وہیں آکر بتاؤں گا۔ فی الحال اتنا وقت نہیں ہے۔ خدا حافظ ـــــ" سر رحمان نے ٹالتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے کریڈل دبا کر رابطہ ختم کر دیا اور پھر پی۔ اے سے سیکرٹری وزارت داخلہ سر ارشد حسین صاحب سے بات کرانے کا کہہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"سنو فیاض ـــــ اگر تم اس عہدے پر برقرار رہنا چاہتے ہو تو فوراً حرکت میں آجاؤ۔ سی۔ آئی۔ ڈی کی پوری فورس کو اکٹھا کر کے اس رانا ہاؤس کو گھیر لو۔ یہ فورس مکمل طور پر مسلح ہونی چاہیے سمجھے۔ میں وہیں پہنچ رہا ہوں۔ اور سنو کوئی حماقت نہ کرنا۔ ورنہ میں اپنے ہاتھوں سے تمہیں گولی مار دوں گا۔ جاؤ ـــــ" سر رحمان نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا اور فیاض تیزی سے اٹھا اور پھر بڑی پھرتی سے اس نے سر رحمان کو سیلوٹ مارا اور دفتر سے باہر نکل گیا۔ اسی لمحے گھنٹی کی آواز سنائی دی اور سر رحمان نے ریسیور اٹھا لیا۔

"سیکرٹری وزارت داخلہ سے بات کریں جناب ـــــ" پی اے کی آواز سنائی دی۔

"بات کراؤ ـــــ" سر رحمان نے باوقار لہجے میں کہا۔ لیکن اس بار جیسے ہی کلک کی آواز ابھری۔ سر رحمان نے فوراً بول پڑا۔

"میں رحمان بول رہا ہوں۔ ایک ایمرجنسی ہے سر۔ اس لیے آپ سے بات کرنی ضروری ہے ـــــ" سر رحمان نے کہا۔

"کیسی ایمرجنسی سر رحمان۔ کیا بات ہوگئی ہے ـــــ" سیکرٹری وزارت داخلہ نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"میں نے کافرستانی سپیشل سیکرٹ ایجنسی کا کھوج لگا لیا ہے۔ یہ لوگ گلفشاں کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ میں موجود تھے۔ ان کے دو آدمی وزارت خارجہ کے سیکرٹریٹ میں چپڑاسی کے روپ میں موجود تھے۔ اور انھوں نے ریکارڈ روم کے انچارج وحید بیگ کو آلہ کار کے طور پر استعمال کرتے ہوئے ریڈ فائل حاصل کر لی ہے۔ وحید بیگ نے ایک عجیب ساخت کے قلم کے ذریعے اس فائل کا مسودہ ان لوگوں تک پہنچایا۔ اور یہ قلم زلار روڈ کے کیفے نشاط کے مالک عالیجاہ تک پہنچایا گیا۔ میں ابھی ان لوگوں کے سرغنہ کو پکڑنے اور وہ قلم حاصل کرنے کے لیے کارروائی کر ہی رہا تھا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ میرا بیٹا عمران مجرموں کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور وہ مجرموں کو پناہ دینے کیلئے برگز روڈ پر موجود ایک عمارت رانا ہاؤس میں لے گیا ہے۔ عمران کو سر سلطان نے سر چڑھا رکھا ہے، اور وہ ہر بار اس کے آڑے آجاتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عمران نے سر سلطان کے سر پر یہ

کام کیا ہو۔ تاکہ اس کریڈٹ کو ایکسٹو کے کھاتے میں ڈالا جا سکے۔ میں چاہتا ہوں اس عمارت پر ریڈ کر کے مجرموں کو اپنی تحویل میں لے لوں ـــــ" سر رحمان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ پہلے سر سلطان سے بات کر لیں ـــــ" سر ارشد حسین نے جواب دیا۔

"میں انھیں ساتھ لے جا کر ہی ریڈ کروں گا۔ میں صرف آپ کے کانوں سے بات نکالنا چاہتا تھا۔ تاکہ بعد میں اگر سر سلطان کوئی کارروائی کریں تو آپ سنبھال لیں ـــــ" سر رحمان نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں سنبھال لوں گا۔ یہ ہمارے محکمے کا کیس ہے ـــــ" سر ارشد حسین نے جواب دیا۔

"شکریہ سر۔ بس مجھے یہی کہنا تھا ـــــ" سر رحمان نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابھی انھوں نے دروازے کی طرف قدم بڑھانے کا فیصلہ کیا ہی تھا کہ اچانک میز پر پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز سنائی دی اور سر رحمان نے چونک کر اس کا بٹن آن کر دیا۔

"انسپکٹر منور بول رہا ہوں سر۔ اوور ـــــ" رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے انسپکٹر منور کی آواز سنائی دی۔

"رحمان سپیکنگ۔ کیا رپورٹ ہے۔ اوور ـــــ" سر رحمان نے سخت لہجے میں کہا۔

"سر۔ اس عمارت سے عمران صاحب کار میں نکلے ہیں۔ میں ان کا تعاقب کر رہا ہوں سر۔ ان کا رخ زلار روڈ کی طرف ہے۔ شاید وہ کیفے نشاط کی طرف جا رہے ہیں۔ میں نے سوچا آپ کو رپورٹ دے دوں۔

اوور ـــــ" انسپکٹر منور نے کہا اور سر رحمان کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ اور وہ سمجھ گئے کہ عمران کیفے نشاط میں وہ قلم ڈھونڈنے جا رہا ہوگا۔ ورنہ دوبارہ کیفے نشاط کی طرف جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

"گڈ رپورٹ۔ تم اپنے آدمیوں کو دے کر کیفے نشاط کو گھیرے میں لے لو۔ لیکن صرف نگرانی میں خود وہاں پہنچ رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل ـــــ" سر رحمان نے تیز لہجے میں کہا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کرتے ہی وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھے۔ دروازے سے باہر نکلتے ہی فیاض ان سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ وہ شاید دفتر میں داخل ہونے کے لیے بڑھ رہا تھا۔

"سر میں نے فورس کو بھیج دیا ہے اس عمارت کی نگرانی کے لیے سر ـــــ" فیاض نے فوراً ہی کہا۔

"لعنت بھیجو عمارت پر۔ میرے ساتھ آؤ ـــــ" سر رحمان نے کرخت لہجے میں کہا اور پھر وہ تیزی سے دفتر کے باہر موجود اپنی کار میں بیٹھ گئے۔ فیاض بھی بوکھلائے انداز میں اگلی نشست پر بیٹھ گیا۔

"زلار روڈ پر کیفے نشاط لے چلو ـــــ" سر رحمان نے چیختے ہوئے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا جو شاید دفتر کے قریب ہی کہیں موجود تھا۔ اور سر رحمان کو کار میں بیٹھتے دیکھ کر بھاگ کر ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھا تھا۔ اور سر رحمان کے منہ سے حکم سنتے ہی اس نے کار آگے بڑھا دی۔

عمران نے کار رانا ہاؤس کے گیٹ پر روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے پھاٹک خود بخود کھلتا چلا گیا اور عمران واپس آ کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"بہت بڑی حویلی ہے قبلہ رانا ہاؤس کی ـــــ" حکیم بدطن نے کہا۔

"اجی قبلہ رانا صاحب پونڑوں کے رئیس ہیں۔ مجھ پر بڑے مہربان ہیں ـــــ" عمران نے جواب دیا اور پھر کار کو کھلے پھاٹک میں سے اندر لیتا چلا گیا۔ پورچ میں جب اس نے جا کر کار روکی تو وہاں جوزف بڑے عجیب انداز میں کھڑا دکھائی دیا۔ اس کے چہرے پر شدید الجھن کے آثار نمایاں تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سخت تکلیف میں مبتلا ہو۔ اس نے چوڑی دار پاجامہ، سفید انگرکھا اور سر پر دوپلی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ اس کے پیروں میں سلیم شاہی جوتی تھی عمران نے جوزف کو اس حلیے میں دیکھ کر بڑی مشکل سے اپنا قہقہہ روکا۔

اس کے ذہن میں بھی نہ تھا کہ جوزف کو بھی اس حلیے میں دیکھے گا۔ یہ شاید بلیک زیرو کی ذہنی اختراع تھی۔ بہرحال خوب تھی۔

کار رکتے ہی عمران نیچے اترا اور پھر اس نے تیزی سے پچھلا دروازہ کھول دیا۔ نواب پیارے میاں اور حکیم بڈھن باہر آ گئے۔ اسی لمحے جوزف تیزی سے آگے بڑھا۔

"حضور فیض گنجور موتی چور کیا مصیبت ہے آگے کیا تھا۔ نجانے کیا جور مور تھا۔ بہرحال باس آپ کی یہاں آمد پر۔ خوش خوش، ویلکم۔ موسٹ ویلکم" — جوزف نے ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر بیک وقت بے بسی اور بیزاری کے تاثرات نمایاں تھے۔ شاید بلیک زیرو نے اسے استقبالیہ فقرے رٹا کر بھیجا تھا مگر جوزف بھول گیا۔ اور اس کا قصور بھی نہ تھا۔ اتنی گاڑھی اردو اس نے شاید زندگی میں پہلے کبھی سنی ہی نہ تھی۔ بولنا تو ایک طرف رہا۔

"آداب عرض ہے۔ آپ کا اسم مبارک شاید رانا تہور علی صندوقی ہے" — حکیم بڈھن نے کہا۔

"اجی قبلہ یہ رانا صاحب کے ملازم خاص یوسف ثانی ہیں۔ آپ کے استقبال کے لیے حاضر ہوئے ہیں" — عمران نے فوراً ہی لقمہ دیتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جوزف ابھی دوسرے لمحے سارا کھیل بگاڑ دے گا۔ اس سے کہاں یہ سارے تکلفات پورے ہوں گے۔

"اوہ بہت خوب۔ رانا صاحب بڑے خوش ذوق واقع ہوئے ہیں۔ اسم بامسمیٰ ہیں یہ یوسف ثانی" — حکیم بڈھن نے مسکراتے ہوئے جوزف کے نام پر پھبتی کسی۔

"آئیے تشریف لائیے" — عمران نے ایک اور دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور نواب پیارے میاں اور حکیم بڈھن غور سے عمارت کا جائزہ لیتے ہوئے اس دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ جوزف نے تیزی سے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ اور حکیم بڈھن غور سے جوزف کو دیکھتے ہوئے لاٹھی کے سہارے کمرے کے اندر داخل ہوئے۔ یہ کمرہ خاصا بڑا تھا اور کمرے کے درمیان بچھے ہوئے قالین پر سفید چاندنی بچھی ہوئی تھی۔ درمیان میں دسترخوان تھا۔ جبکہ سائیڈوں میں گاؤ تکیے تھے اور ہر گاؤ تکیے کے ساتھ ایک پیک دان بھی موجود تھا۔ دسترخوان کے درمیان میں اگر دان بھی رکھا ہوا تھا جس میں اگر بتیاں جل رہی تھیں اور اگر بتیوں کی مخصوص خوشبو سے پورا کمرہ مہکا ہوا تھا۔

"تشریف رکھئے حضور" — عمران نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور حکیم بڈھن اور نواب پیارے میاں دونوں گاؤ تکیے سے پشت لگا کر بیٹھ گئے۔ حکیم بڈھن نے اپنی سونے کے دستے کی چھڑی گاؤ تکیے کے ساتھ رکھ لی اور پھر دوسرے ہاتھ میں تھامی ہوئی زرنگار تھیلی کا منہ کھولنے لگے۔ تاکہ اس میں سے سامان پان نکال سکیں۔ نواب پیارے میاں نظریں گھما گھما کر کمرے کا جائزہ لے رہے تھے۔

"اجی یوسف ثانی" — عمران نے دروازے کے پاس کھڑے ہوئے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس۔ اوہ جی باس" — جوزف نے گڑبڑا کر کہا۔

"آپ مہمانانِ گرامی کے پاس ٹھہریئے۔ میں رانا صاحب کو مہمانان کی آمد کی اطلاع بھی دے دوں اور باحضر لگانے کے لیے بھی کہہ دوں" عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اجی قبلہ تکلف مت کیجیے اور جو دال ساگ ہو وہ ہمارے لیے نعمت غیر مترقبہ ہے" نواب پیارے میاں نے کہا۔

"حضرت ہم ہی کس قابل ــــ وال ساگ ہی ہو سکتا ہے" عمران نے جواب دیا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ ساتھ والے کمرے میں بلیک زیرو موجود تھا۔ اس نے بھی لکھنوی لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ کیونکہ عمران نے دانش منزل کے ڈریسنگ روم میں ہر سائز اور ہر ٹائپ کے لباسوں سے الماریاں بھر رکھی تھیں۔ تاکہ کسی بھی وقت کسی بھی ممکنہ صورتِ حال سے فوری طور پر نمٹا جا سکے۔ بلیک زیرو اسی ڈریسنگ روم سے ہی جوزف کا اور اپنا لباس لے آیا ہو گا۔

"عمران صاحب۔ یہ آپ نے کس مصیبت میں پھنسا دیا۔ باقاعدہ کشتی لڑ کر تو میں نے یہ چوڑی دار پاجامہ پہنا ہے اور جوزف نے تو بڑا اودھم مچایا لیکن میں نے آپ کا حکم سنا کر اسے مجبور کر دیا" بلیک زیرو نے عمران کو دیکھتے ہی گلہ کر دیا۔

"تو آپ کو کس نے کہا تھا کہ آپ خود بھی یہ لباس پہنیں اور جوزف کو بھی پہنا دیں" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے کمال ہے۔ آپ نے خود تو کہا تھا مشرقی انداز کی دعوت ہو گی" بلیک زیرو نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"اچھا چھوڑو اس بات کو یہ بتاؤ وحید بیگ اور عالیجاہ کے متعلق کیا رپورٹ ہے" عمران نے پوچھا۔

"وہ دونوں پہنچ چکے ہیں۔ دونوں علیحدہ علیحدہ کمروں میں بند ہیں" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اور وہ قلم کہاں ہے" عمران نے کہا۔

"وہ عالیجاہ کے پاس سے نہیں ملا کیپٹن شکیل اور تنویر کے مطابق انھوں نے عالیجاہ کے دفتر کی مکمل تلاشی لی تھی۔ لیکن وہ قلم نہیں مل سکا اور عالیجاہ نے انھیں یہ بتایا تھا کہ قلم سپرنٹنڈنٹ فیاض اس سے لے گیا ہے" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض وہاں کیسے ٹپک پڑا" عمران نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"اب یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ بہرحال تنویر کی رپورٹ بھی یہی ہے کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض عالیجاہ کے ساتھ دفتر میں رہا ہے" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"کم از کم یہ بات میں نہیں مان سکتا کہ اس پائے کے بانکے مجرم اس طرح آسانی سے سوپر فیاض کو اصل مال دے دیں۔ یہ تو گھپلا ہو گیا۔ اس ساری محفل کا اصل دولہا تو وہی قلم تھا۔ کس کمرے میں ہے وہ عالیجاہ" عمران نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"بلیو روم میں بے ہوش پڑا ہے۔ میں نے اسے وہاں اس لیے پہنچا دیا ہے کہ شاید آپ اس سے پوچھ گچھ کریں" بلیک زیرو نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" اچھا تم ان دونوں کے پاس پہنچو۔ تم رانا تہور علی صندوقی ہو۔ اور جوزف تمہارا ملازم یوسف ثانی ہے۔ اور سنو یہ دونوں انتہائی عیار اور چالاک مجرم ہیں۔ بظاہر بڑے سادہ مگر میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ ان کا کاٹا پانی بھی نہ مانگتا ہوگا۔ اس لیے ہوشیار بھی رہنا اور ساتھ ہی انہیں کسی بھی طرح مشکوک نہ ہونے دینا۔ میں ذرا عالیجاہ سے دو دو باتیں کر لوں ـــــ" عمران نے کہا اور پھر بلیک زیرو کے سر ہلاتے ہی وہ تیزی سے اس کمرے سے نکلا اور بائیں طرف راہداری میں بڑھتا چلا گیا جہاں بلیو روم میں عالیجاہ موجود تھا۔ عمران نے مخصوص انداز میں لاک کھولا اور پھر ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ کمرے کے وسط میں ایک نوجوان بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ عمران نے دروازہ بند کر کے اسے لاک کیا اور پھر تیزی سے دائیں طرف کی دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے دیوار کے ایک مخصوص حصے پر ہاتھ پھیرا تو دیوار درمیان سے ہٹتی چلی گئی۔ اور دیوار کے ہٹنے سے بننے والے خلاء کی دوسری طرف ایک اور کمرہ نظر آرہا تھا۔ جس کے درمیان میں ایک مشین زمین میں نصب تھی۔ اس مشین کے ساتھ ایک بیڈ پڑا ہوا تھا۔ عمران تیزی سے پلٹا اور اس نے بے ہوش پڑے ہوئے عالیجاہ کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور تیزی سے اس چھوٹے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے عالیجاہ کو اسی بیڈ پر لٹایا۔ بیڈ کے ساتھ لٹکے ہوئے چمڑے کے تسموں کو اس کے جسم کے گرد باندھنے کے بعد اس نے مشین کے ساتھ لگے ہوئے ہک سے لٹکا ہوا ایک کنٹوپ نکال کر اسے عالیجاہ کے سر پر چڑھا کر اس کے تسمے

کس دیئے۔ اس کے بعد وہ تیزی سے مشین کی طرف بڑھا یہ لاشعور چیک کرنے کی جدید ترین مشین تھی اور چونکہ عمران کے پاس وقت کی شدید کمی تھی۔ اس لیے اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ بجائے عالیجاہ کو ہوش میں لا کر اس سے پوچھ گچھ میں وقت ضائع کرنے کے اس مشین کے ذریعے ہی اس کے لاشعور کو ٹٹول کر اصل بات معلوم کرے۔ اس نے مشین کا بٹن آن کیا تو مشین میں زندگی کی لہر دوڑنے لگی۔ مختلف بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگے اور مشین پر موجود کئی ڈائلوں پر سوئیاں تھرتھرانے لگیں۔ عمران نے ایک ناب کو گھمایا اور پھر درمیان میں موجود ایک بڑے سے ڈائل پر موجود سوئی کو ایک مخصوص ہندسے پر پہنچا پر اس نے ناب سے ہاتھ ہٹا لیا۔ اس کے بعد اس نے اس ڈائل کے نیچے لگا ہوا ایک بڑا سا سرخ بٹن پش کیا اور پھر مشین کی دوسری طرف ہک میں لٹکا ہوا مائیک ہاتھ میں لے لیا۔ عالیجاہ کے سر پر چڑھائے ہوئے کنٹوپ کو چیک کیا۔ کنٹوپ کے سرے پر روشنی کی لکیریں چمکتی ہوئی نظر آرہی تھی۔

" تمہارا نام کیا ہے ـــــ" عمران نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں پہلا سوال کیا۔

" عالیجاہ ـــــ" مشین کے نچلے حصے میں موجود جالیوں میں سے ایک کھڑکھڑاتی ہوئی آواز نکلی۔

" تمہارا تعلق کس تنظیم سے ہے ـــــ؟" عمران نے دوسرا سوال کیا۔

" سپیشل سیکرٹ ایجنسی سے ـــــ" عالیجاہ نے جواب دیا۔ اس

کے ہونٹ اُسے کنٹوپ کے اندر ہلتے ہوئے صاف نظر آرہے تھے۔

"حکیم بڈھن اور نواب پیارے میاں کو جانتے ہو" ——— عمران نے پوچھا۔

"حکیم بڈھن کو جانتا ہوں۔ نواب پیارے میاں کو نہیں جانتا" ——— عالیجاہ نے جواب دیا۔

"حکیم بڈھن کا تعلق کس تنظیم سے ہے" ——— عمران نے پوچھا۔

"وہ سپیشل سیکرٹ ایجنسی کا نمبر ون ہے۔ مجھے چیف نے آج ہی بتایا ہے" ——— عالیجاہ نے جواب دیا۔

"چیف کون ہے" ——— عمران نے پوچھا۔

"میں اُسے ذاتی طور پر نہیں جانتا۔ وہ سپیشل سیکرٹ ایجنسی کا باس ہے" ——— عالیجاہ نے جواب دیا۔

"اچھا وہ قلم کہاں ہے جو تمہیں حکیم بڈھن کی امانت کے طور پر ملا تھا" ——— عمران نے براہ راست سوال کرتے ہوئے پوچھا۔

"وہ میرے دفتر میں ہے۔ سیف میں" ——— عالیجاہ نے جواب دیا۔

"سیف کہاں ہے" ——— عمران نے پوچھا اور جواب میں عالیجاہ نے سیف کی تفصیل بتا دی۔

"سیف کو کیسے کھولا جاتا ہے" ——— عمران نے پوچھا اور جواب میں عالیجاہ نے پوری تفصیل بتا دی۔

"اس قلم میں کیا ہے" ——— عمران نے اور سوال کیا۔

"مجھے معلوم نہیں۔ مجھے تو یہی حکم ملا تھا کہ اس قلم کو کافرستانی سفارت خانے کے سیکنڈ سیکرٹری کے پاس پہنچا دوں۔ مگر سی

آئی۔ ڈی کا سپرنٹنڈنٹ فیاض آگیا اور پھر دوا جنبی" ——— عالیجاہ نے جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران نے مائیک تیزی سے واپس ہک میں لٹکایا اور مشین کے بٹن آف کرنے شروع کر دیئے۔ وہ مزید وقت ضائع نہ کرنا چاہتا تھا۔ بلکہ سب سے پہلے اس قلم پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ مشین کے بٹن آف کرنے کے بعد اس نے عالیجاہ کے چہرے سے کنٹوپ ہٹا کر اُسے بھی مشین کے ساتھ لٹکا دیا اور پھر عالیجاہ کو اٹھا کر واپس اس بڑے کمرے میں پہنچا دیا۔ دیوار برابر کر کے وہ تالا کھول کر بلیو روم سے باہر نکلا اور پھر اُسے لاک کر کے وہ تیزی سے ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ پہلے حکیم بڈھن کے پاس جا کر اور ان سے اجازت لے کر جائے گا لیکن راستے میں بڑے کمرے میں بلیک زیرو کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"عمران صاحب آپ وقت پر آگئے۔ ورنہ میں آپ کو وہیں بلیو روم میں اطلاع دینے آرہا تھا۔ آپ کے مہمانوں کا تعاقب کرنے والوں کو صدیقی اور نعمانی پہنچا گئے ہیں" ——— بلیک زیرو نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ تم ان بانکوں کو سنبھالو۔ میں ذرا اس قلم پر قبضہ کر لوں۔ اس کے بعد ان سے بھی دو دو باتیں ہوں گی" ——— عمران نے کہا۔

"آپ بھی خواہ مخواہ تکلف کے چکر میں پڑ گئے ہیں" ——— بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یار منہ کا ذائقہ بدل جائے تو کوئی ہرج تو نہیں ہے" ——— عمران نے کہا اور تیزی سے باہر نکل کر وہ اپنی کار کی طرف بڑھا اور اس کی کا

راناہاؤس کے گیٹ سے نکل کر سیدھی زلار روڈ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔



"سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر رحمان تشریف لائے ہیں سر" ۔ پی۔ اے کی آواز رسیور پر سنائی دی۔

"ٹھیک ہے انہیں بھجواؤ ـــــ" سر سلطان نے انٹرکام کا رسیور رکھنے سے پہلے کہا۔ ان کے چہرے پر الجھاؤ کے آثار نمایاں تھے جب سے سر رحمان نے انہیں فون کیا تھا کہ وہ ایک اہم مسئلے پر ان سے بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت سے وہ یہی سوچ رہے تھے کہ آخر ایسا کون سا مسئلہ ہو سکتا ہے جس کے لیے اتنی رازداری برتی جا رہی ہے۔ لیکن کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔

"آئیے سر رحمان تشریف لائیے ـــــ" سر رحمان کے اندر داخل ہوتے ہی سر سلطان نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ سر سلطان۔ آپ کچھ وقت مجھے دیجئے۔ میں آپ کو ایک عمارت میں لے جانا چاہتا ہوں ـــــ" سر رحمان نے خشک لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تشریف تو رکھئے اور مجھے تفصیل بتائیے کہ آخر مسئلہ کیا ہے" سر سلطان نے کہا۔

"بیٹھنے کا وقت نہیں ہے۔ آپ میرے ساتھ آئیے۔ راستے میں وضاحت ہو جائے گی ـــــ" سر رحمان نے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے چلیئے ـــــ" سر سلطان نے مجبوراً اٹھتے ہوئے کہا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سر رحمان عمران کے باپ ہیں جب تک وہ خود نہیں چاہیں گے۔ ان سے کچھ پوچھنا بیکار ہی ہے۔

سیکرٹریٹ سے نکل کر وہ جب پارکنگ میں پہنچے تو وہاں سر رحمان کی کار موجود تھی۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض ڈرائیور کے ساتھ کھڑا تھا۔ فیاض نے سر سلطان کو دیکھتے ہی بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا اور سر سلطان نے سر ہلا کر جواب دیا اور پھر سر سلطان سر رحمان کے ساتھ کار کی پچھلی نشست پر بیٹھ گئے۔ فیاض آگے ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

"برگر روڈ پر لے چلو ـــــ" سر رحمان نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا اور ڈرائیور نے سر ہلا کر گاڑی آگے بڑھا دی۔

"برگر روڈ، یہ کون سی سڑک ہے ـــــ" سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔ وہ شاید اس طرف کبھی نہ گئے تھے۔

"ہے ایک سڑک۔ آج تمہارا بھتیجا میرے ہاتھوں سے بال بال بچا ہے۔ ورنہ آج میں اسے یقیناً گولی مار دیتا ـــــ" سر رحمان

نے خشک لہجے میں کہا۔

"میرا چھینا۔ کس کی بات کر رہے ہو ــــ" سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اسی احمق، نا ہنجار اور نالائق عمران کی بات کر رہا ہوں میرے منہ سے شکار چھین لینا چاہتا ہے۔ ہونہہ۔ اس نے آج تک فیاض کو ہی بے وقوف بنایا ہے۔ اب میں اسے بتاؤں گا کہ رحمان کیا حیثیت رکھتا ہے ــــ" سر رحمان نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"آخر ہوا کیا۔ یار تم خواہ مخواہ غصے میں آجاتے ہو۔ مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے اور اب کیا تم عمران پر اپنا غصہ اتارنے جا رہے ہو ــــ" سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ یہی سمجھے تھے کہ سر رحمان کو برگر روڈ پر کہیں عمران کا پتہ چلا ہوگا اور اب وہ اس پر رعب جھاڑنے جا رہے ہوں گے۔

"دیکھو سلطان تم میری فطرت کو اچھی طرح جانتے ہو۔ فرائض کی ادائیگی کے سامنے میں کسی رشتے کا خیال نہیں کرتا۔ سپیشل سیکرٹ ایجنسی کا کیس میرے پاس ہے۔ میرے آدمیوں نے مجرموں کا کھوج لگا لیا۔ لیکن اس احمق عمران نے مداخلت کر دی۔ اور پھر مجھے پتہ چلا کہ وہ ایک ضروری چیز حاصل کرنے کے لیے ایک کیفے میں گیا ہے۔ میں نے کوشش تو کی تھی کہ اسے وہیں پکڑ لوں۔ لیکن ایک ٹریفک بلاک کی وجہ سے مجھے دیر ہو گئی اور جب میں وہاں پہنچا تو وہ پہلے ہی وہاں سے نکل چکا تھا۔ بہرحال اب وہ میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکتا۔

اور میں تمہیں اس لیے ساتھ لے جا رہا ہوں کہ تم اس کے سب سے بڑے حمایتی ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے سامنے ساری کارروائی ہو تاکہ تم بعد میں گلہ نہ کرو ــــ" سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اس میں آخر اتنے غصے میں آنے کی کیا بات ہے۔ عمران کو گھر بلا کر دو چار جوتیاں مار لینی تھیں۔ اس کے لیے اتنا کافی تھا ــــ" سر سلطان نے مسکرا کر سر رحمان کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کہا۔

"وہاں اس کی ماں اس کی سب سے بڑی حمایتی ہے۔ وہ گلے پڑ جاتی ہے ــــ" سر رحمان نے بے بس سے لہجے میں جواب دیا۔ اور سر سلطان قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

"اس کا مطلب ہے گھر میں رعب نہیں چلتا۔ بہرحال دیکھو رحمان عمران بڑا فرمانبردار بچہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ فرمانبرداری چھوڑ کر تمہارے منہ لگ جائے۔ اس لیے سمجھداری اسی میں ہے کہ تم براہ راست اس سے کوئی بات نہ کرو۔ میں اسے خود سمجھا لوں گا ــــ" سر سلطان نے سر رحمان کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"میرے منہ آکر تو دیکھے اگر پورا ریوالور اس کے جسم پر خالی نہ کر دوں تو مجھے رحمان نہ کہنا ــــ" سر رحمان نے پھنکارتے ہوئے کہا۔ اور سر سلطان خاموش ہو گئے۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ سر رحمان کو چکمہ دینا یا انہیں بیوقوف بنانا عمران کا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اور انہیں سر رحمان سے کبھی ہمدردی تھی کہ انہیں پتہ ہی نہ تھا کہ جس بیٹے کو وہ احمق، نالائق اور نا ہنجار کہتے ہیں۔ وہ درحقیقت کیا ہے۔

"سر برگر روڈ آگیا ہے ــــ" اچانک ڈرائیور کی مؤدبانہ آواز

ائی دی۔

"یہاں ایک عمارت ہے رانا ہاؤس۔ اس کے قریب روک دو"۔ سر رحمان نے کہا اور ڈرائیور نے سر ہلا دیا۔ فیاض خاموش بیٹھا تھا۔ وہ اس لیے بات نہ کر رہا تھا کہ اس کے بولتے ہی سر رحمان اس پر چڑھ دوڑیں گے اور وہ کم از کم سر سلطان کے سامنے اپنی بے عزتی نہ کرانا چاہتا تھا۔ ڈرائیور نے تھوڑی ہی دور آگے جا کر کار ایک طرف روک دی۔ اور وہ سب تیزی سے باہر نکل آئے۔ ان کے باہر آتے ہی ایک نوجوان ایک گلی سے نکلا اور اس نے سر رحمان کو سلام کیا۔

"کیا رپورٹ ہے انسپکٹر منور۔۔۔" سر رحمان نے اس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"سر فورس نے مکمل طور پر عمارت کو گھیر رکھا ہے۔ عمران اور دوسرے لوگ سب اندر ہیں۔ عمران ابھی تھوڑی دیر ہوئے واپس آیا ہے۔" انسپکٹر منور نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"گڈ۔۔۔ آؤ سلطان اب میں دیکھتا ہوں کہ عمران مجھ سے بچ کر کیسے جاتا ہے۔۔۔" سر رحمان نے بڑے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور عمارت کے پھاٹک کی طرف بڑھنے لگے۔ سر سلطان، فیاض اور انسپکٹر منور ان کے پیچھے تھے۔

"یہ دوسرے لوگ کون ہیں۔۔۔" سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔ اب ان کے چہرے پر الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔ کیونکہ اب تک تو وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ سر رحمان کو عمران کی [illegible] کا علم ہو گیا ہے اور وہ اسے سر سلطان کے سامنے ڈانٹ [illegible]

کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہاں پوری فورس کا گھیراؤ اور دوسرے لوگوں کی باتیں سن کر وہ ذہنی طور پر الجھ گئے تھے۔ وہ اب عمارت ان کے نامانوس تھی۔ اس سے پہلے وہ کبھی اس عمارت میں نہ گئے تھے۔ عمارت کے بڑے سے گیٹ پر رانا تہور علی صندوقی کی نیم پلیٹ موجود تھی اور پھاٹک بند تھا۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔۔۔" سر رحمان نے خشک لہجے میں کہا اور پھر۔۔۔ پھاٹک کے قریب پہنچ کر وہ پیچھے آتے انسپکٹر منور کی طرف مڑے۔

"انسپکٹر۔ ہوشیار رہنا اور جیسے ہی میں اشارہ کروں پوری فورس عمارت کے اندر داخل ہونی چاہیے۔ اور اگر کوئی رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کرے تو بے شک گولی مار دینا۔۔۔" سر رحمان نے سخت لہجے میں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر۔۔۔" انسپکٹر منور نے جواب دیا اور سر رحمان نے ہاتھ اٹھا کر کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ دور کہیں گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور تھوڑی دیر کے بعد پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی اور پھر اس میں سے جوزف باہر نکل آیا۔ جوزف کو دیکھتے ہی سر سلطان اور سر رحمان دونوں چونک پڑے۔ جوزف عجیب و غریب حلیے میں تھا۔ اس نے نائلون کا [illegible] لباس پہن رکھا تھا اور سر پر دو پلی ٹوپی اور پیروں میں سلیم شاہی جوتی بھی تھی۔

"ارے یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے جوزف۔۔۔" سر سلطان سے رہا نہ گیا تو وہ بول پڑے۔

"بب باس کا حکم ہے حضور ــــ" جوزف نے گڑبڑاتے ہوئے لہجے میں کہا اور اس نے سپاہیانہ انداز میں سیلوٹ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن انگرکھے کی تنگی نے اس کا پورا بازو پوری طرح نہ اٹھنے دیا۔

سر رحمان اُس سے بات کیے بغیر اُسے ایک طرف دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہو گئے اور مجبوراً سر سلطان کو بھی اندر جانا پڑا۔ سوپر فیاض اور انسپکٹر متوران کے پیچھے تھے اور جوزف حیرت سے انہیں اس طرح اندر جاتا دیکھتا رہا۔ پھر وہ بھی سر ہلاتا ہوا اندر چلا گیا۔

عمران جب کمرے میں داخل ہوا تو اس نے بلیک زیرو کو ایک گاؤ تکیے سے پشت لگائے بڑے مہذبانہ انداز میں بیٹھے ہوئے دیکھا کئی رقاصیں حکیم بڈھن اور نواب پیارے میاں کے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں اور جوزف ہاتھ میں گلاس اور جگ اٹھائے دروازے کے قریب کھڑا ہوا تھا۔

"السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ بندہ معافی کا خواستگار ہے کہ چند لمحے غائب رہا ــــ" عمران نے اندر داخل ہوتے ہی بڑے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نمایاں تھے۔

"ہم آپ ہی کے منتظر تھے عمران میاں۔ رانا صاحب نے فرمایا تھا کہ آپ کسی خاص چیز کا بندوبست کرنے تشریف لے گئے تھے ــــ" حکیم بڈھن نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"حضور عین وقت پر رانا صاحب کے باورچی نے ہمیں بتایا کہ وہی

کمٹا ہوگیا ہے۔ چنانچہ ہم حضور میٹھا دہی ڈھونڈنے نکلے۔ اور قبلہ یقین کیجئے پورا شہر چھان مارا ہے۔ تب جاکر میٹھا دہی ملا ہے۔ حضور معافی کا خواست گار ہوں ـــــ" عمران نے اور زیادہ شرمندہ لہجے میں کہا۔

" آپ نے تکلف فرمایا ہے عمران میاں۔ ہم بھلا اس قدر کھانا کھا سکتے ہیں۔ ہمیں تو ویسے بھی قبلہ حکیم بابا سنیاسی نے پرہیزی کھانا کھانے کا حکم دیا ہے ـــــ" حکیم بڈھن نے جواب دیا۔

" یہ تو دعوت شیراز ہے حضور اور پھر صرف میری طرف سے ہے۔ قبلہ رانا صاحب تو بڑے آدمی ہیں وہ تو پورے شہر کی دعوت کر رہے تھے آپ کے اعزاز میں۔ مگر میں نے عرض کیا کہ قبلہ حکیم بڈھن اور نواب پیارے میاں گوشہ نشین ہیں۔ وہ بُرا مانیں گے ـــــ" عمران نے جواب دیا اور پھر وہ بڑے مؤدبانہ انداز میں ایک گاؤ تکیے سے پشت لگا کر بیٹھ گیا۔

" ہم نے پہلے ہی عرض کی ہے کہ عمران میاں کے مہمان ہمارے مہمان ہیں۔ اور ہم اس قدر کم مقدار کی دعوت پر ہمیشہ شرمندہ رہیں گے۔ مگر عمران میاں ملتے ہی نہیں ـــــ" بلیک زیرو نے بڑے پُر تکلف لہجے میں کہا۔

" قبلہ بسم اللہ کیجئے۔ اور اس غریب کی دال ساگ کو قبول فرمایئے" عمران نے کہا اور حکیم بڈھن اور نواب پیارے میاں نے قابوں پر موجود سرپوش ہٹائے۔ قابوں میں واقعی مختلف اقسام کا کھانا موجود تھا۔ کھانے کو دیکھتے ہی نواب پیارے میاں اور حکیم بڈھن کے چہروں پر اطمینان کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اگر ان کے ذہن میں کوئی شبہ تھا تو کھانے کو دیکھ کر وہ دُور ہوگیا تھا۔ اسی لمحے دور گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔

" حضرت یوسف ثانی صاحب ذرا دیکھئے۔ اس وقت کون صاحب تشریف لائے ہیں۔ اور ناپسندیدہ افراد سے معذرت فرما دیجئے" عمران نے جوزف سے مخاطب ہوکر کہا اور جوزف نے جھک اور سلام ایک طرف رکھے اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

" قبلہ بسم اللہ کیجئے ـــــ" عمران نے ایک بار پھر کہا۔

" آپ لیجئے۔ ہم تو بس چکھیں گے ـــــ" حکیم بڈھن نے کہا اور ساتھ ہی اس نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ان کے ہاتھ بڑھاتے ہی نواب پیارے میاں نے بھی ہاتھ بڑھایا اور عمران جھک کر تسلیمات بجالانے میں مصروف ہوگیا کہ حکیم بڈھن اور نواب پیارے میاں نے ازراہ عنایت اس کی دعوت قبول کر لی ہے۔

اسی لمحے باہر سے تیز تیز قدموں کی آواز ابھری۔ دوسرے لمحے عمران اور بلیک زیرو دروازے پر نمودار ہونے والے سر رحمان اور سر سلطان کو دیکھ کر بُری طرح چونک پڑے۔

" خبردار اگر کسی نے حرکت کی۔ سب اپنے ہاتھ اوپر کر لو ـــــ" سر رحمان نے اندر داخل ہوتے ہی گرجدار آواز میں کہا۔ ان کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا۔ سر سلطان حیرت سے اس دعوت کو دیکھ رہے تھے اور خاص طور پر انہیں بلیک زیرو کے لکھنوی لباس پر حیرت تھی۔

" ارے قبلہ آپ رحمان صاحب اور قبلہ سلطان صاحب۔ ارے

"آپ تشریف لے آئے ہیں۔ خوش آمدید، خوش آمدید ——" عمران نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"خبردار اپنے ہاتھ اونچے کر لو۔ ورنہ میں گولی مارنے سے دریغ نہیں کروں گا ——" سر رحمان نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"رحمان تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ آخر تم دیکھ نہیں رہے کہ دعوت ہو رہی ہے اور شریف لوگ یہاں موجود ہیں۔ تمہیں یہ مجرم نظر آتے ہیں ——" سر سلطان نے اس بار ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"یہ حکیم بڈھن ہیں۔ اور یہ نواب پیارے میاں ہیں۔ ہمارے مہمان اور یہ رانا تہور علی صندوقی ہیں۔ یہاں کے رئیس اعظم ——" عمران نے فوراً ہی مہمانوں اور بلیک زیرو کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اور قبلہ حکیم صاحب۔ یہ رانا صاحب کے بڑے بے تکلف دوست ہیں۔ سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر رحمان اور ان کے ساتھ وزارت خارجہ کے سیکرٹری سر سلطان ہیں۔ قبلہ رحمان صاحب چونکہ ہر وقت مجرموں میں گھرے رہتے ہیں۔ اس لیے ان کی عادت ہے کہ جہاں بھی داخل ہوتے ہیں ریوالور بھی نکال لیتے ہیں اور ہاتھ بھی اونچے کرا لیتے ہیں ——" عمران نے فوراً بات بدلتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ۔ بکواس مت کرو۔ وہ قلم کہاں ہے جو تم کیفے نشاط سے لے آئے ہو۔ وہ مجھے دے دو ——" سر رحمان نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا اور قلم کا سنتے ہی عمران کے ساتھ ساتھ حکیم بڈھن اور نواب پیارے میاں دونوں بے اختیار چونک پڑے۔ حکیم بڈھن کا ہاتھ پاس رکھی ہوئی اپنی چھڑی پر جم گیا۔

"قلم کیسا قلم حضور۔ کیفے نشاط میں تو نشاط آور چیزیں ہی مل سکتی ہوں گی اور قلم کا وہاں کیا کام۔ قلم تو سٹیشنری کی دکانوں پر ملتا ہے ——" عمران نے جواب دیا۔

"انسپکٹر ——" سر رحمان نے بغیر مڑے پیچھے کھڑے انسپکٹر منور سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ایکشن اور پوری عمارت کی تلاشی لو۔ جو ملے اُسے یہیں لے آؤ" سر رحمان نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"یس سر ——" انسپکٹر منور نے کہا اور تیزی سے مڑ گیا۔

"یہ آخر ہو کیا رہا ہے رحمان۔ کچھ مجھے تو بتاؤ ——" سر سلطان نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ابھی پتہ لگ جائے گا تو یہی ہے وہ حکیم بڈھن جو اس سارے ڈرامے کا ہیرو ہے ——" سر رحمان نے تیز نظروں سے حکیم بڈھن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اب اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ قبلہ ہم تو شرافت سے تعلق رکھتے ہیں اور عمران صاحب ہمیں دعوت کے لیے لے آئے تھے۔ ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ ہماری اس طرح بے عزتی کی جائے گی ——" حکیم بڈھن نے پہلی بار زبان کھولتے ہوئے کہا۔

"ابھی تمہاری شرافت کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔ عمران تم وہ قلم شرافت سے مجھے دے دو۔ ورنہ یاد رکھنا میں بالکل لحاظ نہیں کروں گا ——" سر رحمان نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"میں کچھ عرض کر سکتا ہوں۔ میں اس عمارت کا مالک ہوں اور آپ

بغیر اجازت یہاں داخل ہو کر میرے مہمانوں کو دھمکا رہے ہیں کیا میں صدرِ مملکت سے بات کروں ۔۔۔" اچانک بلیک زیرو بول پڑا۔ اس کا لہجہ رکھ رکھاؤ والا ہونے کے ساتھ انتہائی تلخ تھا۔

"تم خاموش رہو۔ مجھے معلوم ہے تم جتنے بڑے رئیس ہو۔ یہ ملکی سلامتی کا کیس ہے ۔۔۔" سر رحمان اس پر چڑھ دوڑے۔ اسی لمحے پوری عمارت میں تیز تیز قدموں کی آوازیں ابھریں۔ اور پھر پانچ گن بر(دار) تیزی سے اس کمرے میں داخل ہوئے۔ انھوں نے اپنی گنوں کا رخ ان سب کی طرف کر دیا۔

"فیاض ۔۔۔" سر رحمان نے چیخ کر اپنے پیچھے کھڑے سوپر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس سر ۔۔۔" فیاض نے اٹینشن ہوتے ہوئے کہا۔

"ان سب کو ہتھکڑیاں لگا دو اور جو مزاحمت کرے اسے گولی مار دو ۔۔۔" سر رحمان نے تیز لہجے میں کہا۔

"میری بات تو سنیں قبلہ آپ تو خواہ مخواہ آتش زیر پا ہو رہے ہیں ہم نے کیا جرم کیا ہے! اگر آپ کو بھوک لگی ہے تو تشریف رکھیے۔ را(نا) صاحب کا دسترخوان بے حد وسیع ہے ۔۔۔" عمران نے جلدی جل(دی کہا)۔

"میں کہتا ہوں خاموش رہو ۔۔۔" سر رحمان نے غصے سے پاؤں (پٹختے) ہوئے کہا۔

"سر یہ سب لوگ مختلف کمروں سے مل گئے ہیں ۔۔۔" اچانک عقب سے انسپکٹر منور کی آواز سنائی دی اور پھر دوسرے لمحے سپا(ہیوں) نے عالیجاہ، اعظم، اکبر اور وحید بیگ کو اندر دھکیل دیا۔ ان سب (کے)

ہاتھوں میں ہتھکڑیاں موجود تھیں۔

"وحید بیگ تم اور یہاں ۔۔۔" سر سلطان وحید بیگ کو دیکھ کر بُری طرح اچھلے۔

"ادھر فیاض ہاتھ میں ریوالور سنبھالے تیزی سے عمران کی طرف بڑھنے لگا۔

"ارے ارے رک جاؤ۔ مجھے ان آتشی کھلونوں سے ڈر لگتا ہے ۔۔۔" عمران نے بڑے خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹتے ہوئے کہا اور اسی لمحے اچانک حکیم بڈھن کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی کے دستے پر چمک سی ابھری اور پھر ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ دھماکہ اتنا شدید اور اچانک تھا وہ سب ایک لمحے کے لیے حیرت سے بت بنے رہ گئے اور دوسرے لمحے انھوں نے حرکت کرنی چاہی مگر وہ سب یوں منجمد ہو گئے جیسے ان کے جسم مجسموں کا روپ دھار گئے ہوں۔ البتہ حکیم بڈھن اور نواب پیارے میاں بڑی تیزی سے آگے بڑھے اور پھر نواب پیارے میاں ایک سپاہی کے ہاتھ سے گن چھیننے لگے۔ جبکہ حکیم بڈھن بڑی پھرتی سے عمران کی طرف بڑھے اور انھوں نے بڑی تیزی سے عمران کی تلاشی لینی شروع کر دی۔

"ارے ارے مجھے گدگدی ہوتی ہے ۔۔۔" اچانک عمران کے منہ سے نکلا اور دوسرے لمحے حکیم بڈھن قلابازیاں کھا کر نیچے فرش پر گرے۔ ان کی چھڑی عمران کے ہاتھ میں تھی۔ نواب پیارے میاں جو سپاہی سے گن چھین کر دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ عمران کی آواز سنتے ہی تیزی سے مڑے۔ مگر اسی لمحے ایک اور دھماکہ ہوا اور نواب پیارے میاں یک لخت ساکت ہو گئے۔ اس بار دھماکہ عمران کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی میں سے ہوا تھا۔ اور نواب پیارے میاں کے ساتھ ساتھ

فرش پر سے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے حکیم بدھن یکلخت ساکت ہو گئے۔

" بڑی کارآمد چھڑی ہے یہ تو ۔۔۔۔" عمران نے یوں حیرت بھرے لہجے میں چھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ یہ سارا کارنامہ اس چھڑی نے انجام دیا ہے۔

" خبردار ہاتھ اٹھا لو ۔۔۔۔" اچانک دروازے سے چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

" شٹ اپ یو نانسنس۔ باہر ٹھہرو۔ تمہیں نہیں معلوم یہاں بزرگوں کی دعوت ہو رہی ہے ۔۔۔۔" عمران نے بھی جواب میں چیختے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک سرخ رنگ کا کارڈ نکالا اور دروازے پر نمودار ہونے والا گن بردار اس کارڈ کو دیکھتے ہی اٹینشن ہو گیا۔ اس کے چہرے پر شدید بوکھلاہٹ ابھر آئی تھی۔

" اپنے ساتھیوں کو لے کر عمارت سے باہر نکل جاؤ۔ فوراً اٹ از آرڈر ۔۔۔۔" عمران نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

" مم۔ مگر سر ڈائریکٹر ۔۔۔۔" سپاہی نے گڑگڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" تمہارے ڈائریکٹر جنرل صاحب کو بھوک لگی ہوئی ہے۔ وہ کھانا کھا کر آئیں گے۔ سنا نہیں تم نے اباؤٹ ٹرن ۔۔۔۔" عمران نے چیختے ہوئے کہا۔ اور سپاہی بے اختیار مڑتا چلا گیا۔

" تو جناب ڈائریکٹر جنرل صاحب۔ آپ قلم لینے آئے تھے۔ اس کے لیے اتنی دردسری کی کیا ضرورت تھی۔ آپ دلی میں بیٹھ کر حکم فرماتے تو آپ کو قلم پہنچا دیا جاتا ۔۔۔۔" عمران نے سر رحمان کی طرف بڑھتے

ہوئے کہا اور پھر اس نے قریب جا کر پہلے سر سلطان کی گردن کی پشت پر چٹکی سی بھری۔ چٹکی بھرتے ہی سر سلطان کا جسم ایک لمحے کے لیے بری طرح کانپا۔ دوسرے لمحے ان کے منہ سے ایک طویل سانس نکلا۔ وہ اب حرکت کر سکتے تھے۔

" یہ سب کیا ہے ۔۔۔۔" سر سلطان نے بے بسی دور ہوتے ہی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" قبلہ حکیم بدھن کا صدری نسخہ ہے حضور۔ اب یہ اتفاق ہے کہ میں نے بھی حکمت پڑھ رکھی ہے اور مجھے زبدۃ الحکما کی ڈگری بھی ملی ہوئی ہے ۔۔۔۔" عمران نے سر رحمان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

" قبلہ ہے تو گستاخی۔ کہ آپ کے چٹکی بھری جائے لیکن اس کا علاج بھی ہے ۔۔۔۔" عمران نے سر رحمان کے قریب جا کر بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر سر رحمان کی گردن کی پشت پر زور سے چٹکی بھر دی اور سر رحمان جھرجھری لے کر سیدھے ہو گئے۔

" جیسے ہی سر رحمان کے جسم میں حرکت ہوئی عمران تیزی سے ان کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکتا چلا گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے فلموں میں مجنوں کو لیلیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلائے دکھایا جاتا ہے لیکن عمران کے ہاتھ میں کاسہ کی بجائے ایک عجیب ساخت کا قلم تھا۔ جو اس کی ہتھیلی پر رکھا ہوا تھا۔

" یہ لیجئے حضور۔ مجھ غریب کی طرف سے ہدیۂ عقیدت قبول فرمائیے" عمران کا لہجہ بڑا عاجزانہ تھا۔

سر رحمان نے جھپٹ کر قلم اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ لیکن اس بار ان کے چہرے پر سختی کے بجائے مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔

"تم پورے شیطان ہو۔ خبیث ہو، احمق ہو ـــــ" سر رحمان نے بے اختیار کہا۔

"ہوں تو آپ ہی کا بیٹا حضور۔ بس اپنے لیے ابو کا لفظ ان خطابات کے ساتھ لگا لیجیے۔ یعنی ابو الشیطان ۔ ابو الخبیث ـــــ یہ خطاب آپ کے ہو جائیں گے ـــــ" عمران نے بڑے نیاز مندانہ لہجے میں کہا۔ اور سر سلطان کے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ سر رحمان بھی جھینپ گئے۔

"آخر اس چھڑی میں کیا تھا ـــــ" سر رحمان نے شاید موضوع بدلنے کے لیے کہا۔

"اعصاب کو منجمد کر دینے والی گیس تھی قبلہ زلائم گیس ـــــ" عمران نے جواب دیا۔

"لیکن تم تو ٹھیک رہے ـــــ" سر رحمان نے قلم جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"میں تو آپ کی دہشت کی وجہ سے پہلے ہی منجمد تھا۔ اس لیے اس گیس نے مجھ پر الٹا اثر کیا ہے ـــــ" عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے مڑ کر بلیک زیرو اور پھر ایک طرف کھڑے ہوئے انسپکٹر منور کی گردنوں میں چٹکیاں بھر کر انھیں درست کیا۔

"آخر یہ سارا چکر کیا ہے۔ کچھ مجھے بھی تو پتہ چلے ـــــ" سر سلطان نے کہا۔

"چکر کیا ہوتا ہے۔ قبلہ عالم۔ کافرستان کی سپیشل سیکرٹ ایجنسی کا ممبر ون حکیم بڈھن کے روپ میں اپنے اسسٹنٹ نواب پیارے میاں اور دو نوجوانوں اکبر اور اعظم کے ساتھ آیا۔ ان کا مشن تھا کہ وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم سے ریڈ فائل اڑا لی جائے۔ چنانچہ انھوں نے وحید بیگ صاحب کو آلہ کار بنایا اور یہ قلم نما کیمرہ اُسے دیا۔ وحید بیگ نے فائل کا فوٹو اس کیمرے میں بند کر کے ان کے آدمیوں کے حوالے کر دیا۔ جنھوں نے یہ قلم کیفے نشاط کے مالک عالیجاہ تک پہنچا دیا۔ عالیجاہ بھی سپیشل سیکرٹ ایجنسی کا رکن ہے۔ اس نے یہ قلم کافرستانی سفارت خانے میں پہنچانا تھا کہ میں درمیان میں کود پڑا۔ اور پھر قلم کے ساتھ ساتھ میں نے اس کھیل میں شریک سب افراد کو یہاں اکٹھا کر لیا ـــــ" عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"مگر کیوں تم کیوں ٹپک پڑے۔ تمھیں نہیں معلوم کہ یہ کیس ہمارے محکمے کے پاس تھا ـــــ" سر رحمان کا لہجہ ایک بار پھر بدل گیا۔

"قبلہ اب میں کیا عرض کروں۔ آپ نے کبھی سوچا ہے کہ آپ کا بیٹا کن حالات سے گزر رہا ہے۔ میری کوئی نوکری نہیں جہاں سے مجھے تنخواہ ملے۔ میرے پاس اپنا فلیٹ تک نہیں۔ آخر میری ضروریات بھی ہیں۔ میں بیمار بھی ہوتا ہوں۔ مجھے کپڑے بھی چاہییں۔ کھانے کے لیے روٹی بھی چاہیے۔ آپ سے جب بھی بات کرنے کی کوشش کی آپ نے جھڑک دیا۔ آخر میں نے بھی پیٹ پالنا ہے۔ اب میں چوری بھی نہیں کر سکتا۔ ڈاکے بھی نہیں مار سکتا۔ لوگوں کی جیبیں بھی نہیں کاٹ سکتا۔ جوا بھی نہیں کھیل سکتا۔ منشیات نہیں بیچ سکتا۔ کیونکہ پھر

سب سے کہا تھا کہ سر رحمان کا بیٹا عمران یہ کام کر رہا ہے۔ آپ کی عزت بہر حال مجھے عزیز ہے اور میری رگوں میں بہر حال آپ کا شریفانہ خون ہی دوڑ رہا ہے۔ چنانچہ میں نے پیٹ پالنے کے لیے یہ دھندا کیا ہوا ہے۔ کہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر مجرموں کو پکڑتا ہوں اور پھر انہیں بحالی میں سجا کر سیکرٹ سروس کے چیف کو پیش کر دیتا ہوں جس کے معاوضے میں چند روپے مجھے مل جاتے ہیں اور میں اپنا وقت کھینچ لیتا ہوں ـــــ" عمران نے انتہائی گلوگیر لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے تھے اور سر رحمان بت بنے کھڑے عمران کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہرے پر انتہائی خجالت کے آثار ابھر آئے تھے۔

"تت تت۔ تم نے مجھے بھی بتایا ہی نہیں ـــــ" سر رحمان کا لہجہ بھی گلوگیر ہو گیا۔ سخت مزاج ہونے کے باوجود آخر وہ باپ تھے اور عمران ان کا اکلوتا لڑکا تھا۔

"کیا بتاؤں آپ سنتے ہی نہیں۔ آپ تو میری بات سننے کی بجائے مجھے جیل بھجوانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ بہر حال میری قسمت میں کیا گلہ کروں ـــــ" عمران کی اداکاری عروج پر تھی۔

"لیکن تم تو کاروں میں گھومتے ہو۔ اعلیٰ لباس پہنتے ہو۔ مجھے تو یہی اطلاع ملی تھی ـــــ" سر رحمان نے کہا۔

"بس ڈیڈی ـ کیا بتاؤں سب چیزیں مانگے کی ہوتی ہیں۔ فلیٹ آپ کے سپرنٹنڈنٹ فیاض کا ہے۔ وہ ہر وقت میری بے عزتی کرتا رہتا ہے۔ میں کرایہ ادا نہیں کر سکتا۔ اس لیے مجبوراً اس کی بھی نوکری کرنا پڑتی ہے۔ اتنا ادھار میرے سر چڑھ چکا ہے کہ اب مجھے ہر وقت میک اپ

میں رہنا پڑتا ہے۔ آپ سر سلطان سے پوچھ لیجیے۔ میں ان کا کتنا مقروض ہوں۔ خدا ان کا بھلا کرے ان کا دم غنیمت ہے۔ بے چارے وقت بے وقت امداد کر دیتے ہیں ـــــ" عمران کا لہجہ ایک بار پھر گلوگیر ہو گیا۔

"اوہ تو تمہارا یہ حال ہے۔ لعنت ہے مجھ پر اور میری آبائی جائیداد پر بس تم آج سے فلیٹ چھوڑ کر میری کوٹھی میں رہو گے اور سنو تم نے آئندہ کسی سے قرض مانگا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔ تمہاری جو ضرورت ہو مجھ سے مانگ لیا کرو سمجھے ـــــ" سر رحمان نے بڑے فیاضانہ لہجے میں کہا۔ ان کی پدری شفقت اب پورے عروج پر پہنچ چکی تھی۔

"تو پھر عنایت کیجیے پانچ لاکھ روپے کا چیک۔ ہو سکتا ہے گھر جاتے جاتے آپ کا ارادہ ہی بدل جائے ـــــ" عمران نے کہا۔

"پانچ لاکھ کا کیا مطلب ـــــ" سر رحمان نے چونکتے ہوئے کہا۔

"موٹے موٹے قرض تو اتار دوں۔ ورنہ آپ کے دروازے پر جب میرے قرض خواہ پہنچنا شروع ہو جائیں گے تو آپ کی بے عزتی ہو گی۔ میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں۔ آپ کی بے عزتی برداشت نہیں کر سکتا ـــــ" عمران نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہوں ـــــ" سر رحمان نے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا اور پھر انہوں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر چیک بک نکالی اور ایک چیک پر سائن کر کے وہ عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"لو اس میں جتنی رقم چاہیے بھر دینا ـــــ" سر رحمان نے کہا۔

"شکریہ شکریہ۔ آج مجھے بھی تو پتہ چلا کہ آخر میں کس باپ کا بیٹا ہوں ـــــ" عمران نے باقاعدہ تسلیمات کرتے ہوئے کہا اور

چیک کو تہہ کر کے تیزی سے جیب میں ڈال لیا۔ سر سلطان کے چہرے پر مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔

" فیاض ان مجرموں کو ہیڈ کوارٹر لے چلو جلدی ۔۔۔" سر رحمان نے مڑ کر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا اور فیاض کے ساتھ ساتھ انسپکٹر منور بھی حرکت میں آ گیا۔

" بس خیال رکھنا قبلہ وکعبہ کہ ان کو راستے میں ہچکیاں نہ بھری جائیں۔ ورنہ آپ کو ایک اور بلینک چیک دینا پڑ جائے گا ۔۔۔" عمران نے کہا۔ اور سر رحمان نے مڑ کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے سر ہلا دیا۔

" یہ تم نے دعوت کا کیا کھڑاگ پھیلا رکھا تھا ۔۔۔" سر سلطان نے سر رحمان کے جاتے ہی عمران سے پوچھا۔

" میں نے سوچا تھا کہ بانکے مجرم ہیں۔ بیچارے خالی پیٹ جیل نہ جائیں کچھ کھا پی لیں لیکن آپا حضور نے میری یہ حسرت بھی پوری نہ ہونے دی"۔ عمران نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

" اچھا اگر تم میرے قرض دار ہو تو میرا قرضہ تو ادا کرو ۔۔۔" سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" آپ بے فکر رہیں۔ قلم میں موجود اصل مال تو دانش منزل پہنچ چکا ہے۔ ابھی تو صرف خالی قلم ہی فروخت کیا ہے۔ اصل مال کی تو قیمت لگے ۔۔۔ آپ کا قرضہ۔ ارے مگر کیسا قرضہ۔ ارے آپ سے تو میں نے قرضہ وصول کرنا ہے ۔۔۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" تم واقعی شیطان ہو۔ بیچارے رحمان کو آلو بنا ہی دیا آخر ۔۔۔" سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ بھی باہر کی طرف مڑ گئے۔

" کیا واقعی قلم خالی تھا ۔۔۔" سر سلطان کے جاتے ہی بلیک زیرو نے پوچھا۔

" تو تمہارا کیا خیال ہے۔ ایک چیک کے بدلے میں سب کچھ دے دیتا۔ ایسے چیک کوئی روز روز ملتے ہیں اور سنو جلدی سے یہ چیک کیش کرا لاؤ۔ جیسے ہی ڈیڈی کو پتہ چلا کہ قلم خالی ہے۔ قیامت ٹوٹ پڑے گی ۔۔۔" عمران نے جلدی سے جیب سے چیک نکال کر بلیک زیرو کی جیب میں جبراً منتقل کرتے ہوئے کہا۔

" کتنی رقم ۔۔۔" بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" سلیمان سے پوچھ لو جتنے میں راضی ہو جائے۔ میری زندگی کا مقصد تو بس اب اُسے راضی رکھنا رہ گیا ہے ۔۔۔" عمران نے کہا اور پھر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ختم شد